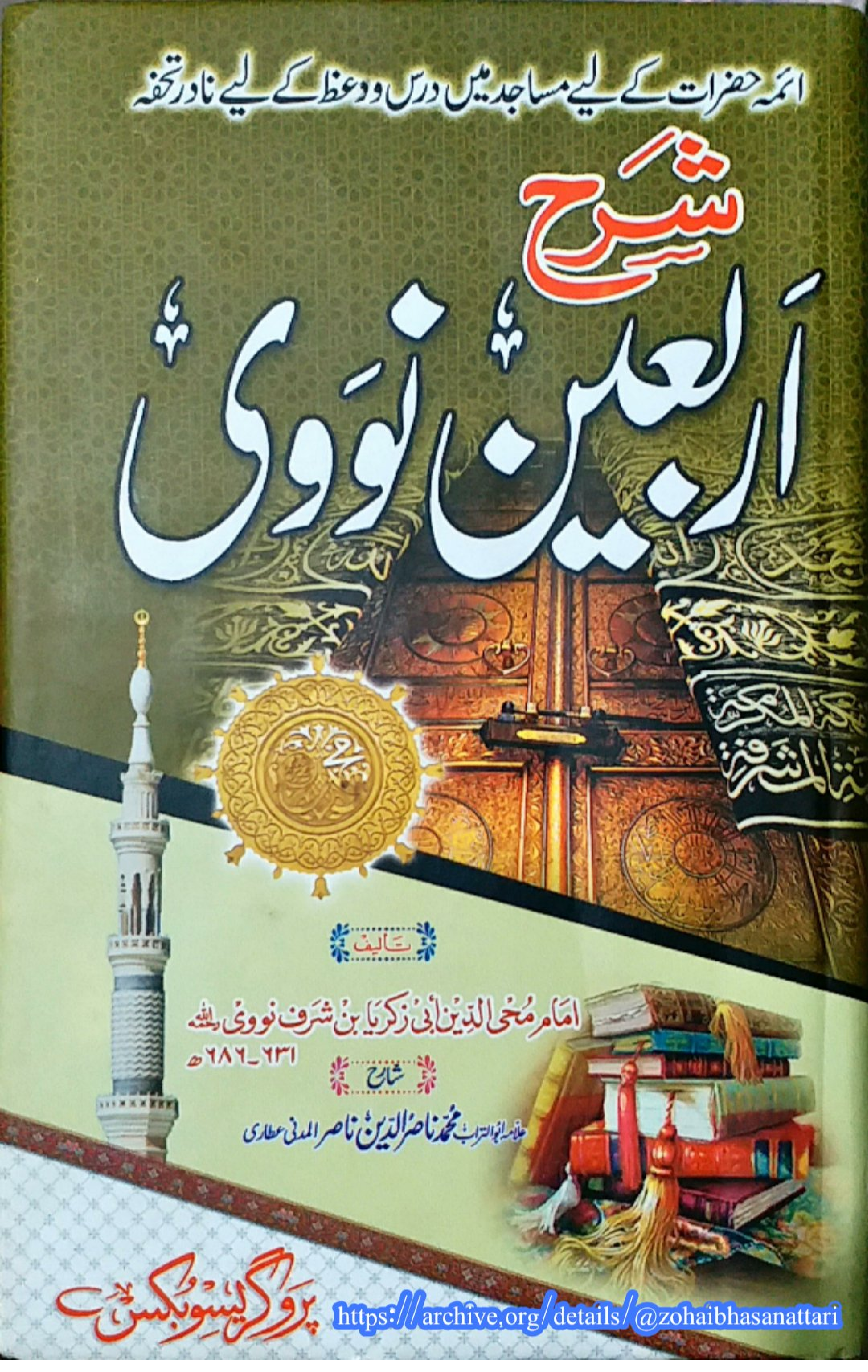

ائمہ حضرات کے لیے مساجد میں درس و وعظ کے لیے نادر تحفہ

شرح اربعین نووی

تالیف

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ
۶۳۱ـ۶۸۶ھ

شارح

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے
“فقہ حنفی PDF BOOK”
چینل کو جوائن کریں
http://T.me/FiqaHanfiBooks
عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https://t.me/tehqiqat
علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں
https://archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری
زوہیب حسن عطاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شرح

اربعین نووی

نام کتاب ——— شرح اربعین نوویؒ

۶۳۱_۶۸۶ھ
تالیف ——— امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نوویؒ

شارح: ——— علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

ناشر ——— چوہدری غلام رسول

پرنٹرز ——— آصف صدیق، پرنٹر

قیمت ——— 450/= روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲_ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

[illegible]

فہرست

عنوانات	صفحہ
☆ انتساب	21
☆ ابتدائیہ	22
☆ علماء کی فضیلت کے بارے میں اقوالِ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم	23
☆ مدینہ	25
☆ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا تعارف	26
☆ نام ونسب:	26
☆ ولادت باسعادت و پرورش:	26
☆ تعلیم وتربیت:	26
☆ راہِ علم میں مشقتیں:	27
☆ زہد وتقویٰ:	27
☆ خوفِ خدا:	28
☆ عاجزی وانکساری:	29
☆ علم طب کیوں چھوڑا؟	29
☆ ابلیس لعین کا حملہ:	30
☆ وقت کی قدر:	30
☆ وسعت مطالعہ:	31
☆ امام نووی کی چند مشہور کتب:	31

عنوانات صفحہ

☆ بیماری پر صبر: 32
☆ تعظیم اولیا: 32
☆ متعلقین کے لئے خوشخبری: 32
☆ باادب بانصیب: 33
☆ امام نووی کی کرامات: 33
☆ انوکھے درندے: 34
☆ مرض جاتا رہا: 34
☆ راتوں رات رواحیہ سے مکہ مکرمہ: 34
☆ دل کی بات جان لی: 35
☆ وصال پر ملال: 35
☆ بعدِ وصال خواب میں زیارت 37
☆ نفس کی مخالفت پر انعام خداوندی: 37
☆ ولی کی بے ادبی کا انجام: 37
☆ بلی نے زبان کھینچ لی: 37
☆ مقدمہ الامام النووی علیہ رحمۃ اللہ القوی 39

(1) الحدیث الأول:

اعمال کا دارومدار 44
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 44
☆ امام شافعی کے نزدیک نیت 46
☆ امامِ اہل سنت کے مدنی پھول 47
☆ اچھی نیت کا پھل اور بری کا وبال 52
☆ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ 53

عنوانات صفحہ
☆ الاعلام 53
☆ اس حدیث کی حیثیت 54
☆ یہ اُمّ الاحادیث ہے 54
☆ سبب ارشاد 55
☆ الاعمال 55
☆ نیات 56
☆ ارادہ، عزم، قصد 56
☆ امام شافعی کا مذہب 57
☆ امام شافعی کا استدلال 57
☆ جواب 58
☆ احتاف کا استدلال 59
☆ نیت کا ثواب 60
☆ تفریع 62
☆ ہجرت کے معنی 62
☆ دنیا 62
☆ ہجرت کے اقسام 63
☆ علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: 64
☆ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: 65

(2) الحدیث الثانی:

جبریل علیہ السلام کے سوالات 67
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 69
☆ تکمیل 73

عنوانات صفحہ

☆ نکات 77

☆ (۶) عبادت کے معنی 88

☆ علامات قیامت 95

☆ علوم خمسہ کی بحث 97

(3) الحدیث الثالث:

ارکانِ اسلام 105

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 105

☆ تشریحات 106

☆ بنی الاسلام 106

☆ بنی الاسلام علی خمس 107

(4) الحدیث الرابع:

انسان کی خلقت اور تدریجی مراحل 109

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 110

☆ تخلیق انسانی کے مراحل 112

☆ تقدیر کا لکھا 113

(5) الحدیث الخامس:

کامل دین 117

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 117

☆ بدعت کا لغوی معنی 118

☆ بدعت کی (اصول شرع کے اعتبار سے) دو اقسام ہیں: 119

☆ پھر بدعت کی مزید پانچ اقسام ہیں 119

☆ (1) بدعت واجبہ: 119

عنوانات صفحہ
☆ (2) بدعت مستحبہ: 119
☆ (3) بدعت مباحہ: 120
☆ (4) بدعت مکروہہ: 120
☆ (5) بدعت محرمہ: 120
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 121
☆ بدعت 121
☆ بدعت سیئہ کی تعریف 123
☆ بدعت کا شرعی معنی اور اقسام 124
☆ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ 134
☆ بدعت حسنہ کی وجہ اخترا اور بدعت سیئہ کا مصداق 138
☆ ایک شبہ کا ازالہ 143
☆ قرون ثلٰثہ پر سنت و بدعت کا مدار 145

(6) الحدیث السادس:

شبہات سے پرہیز 148
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 149
☆ دل کے لشکر 150
☆ دِل کی اِصلاح کی ضرورت 153

(7) الحدیث السابع:

دین خیر خواہی ہے 154
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 154
☆ خیر خواہی 156
☆ خیر خواہی کا انوکھا انداز 156

(8)الحدیث الثامن:

قتال کی حد 158
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 158
☆ حقیقتِ توحید اور اس کے درجات کا بیان 160
☆ توحید توکّل کی اصل ہے 160
☆ مراتبِ توحید: 160
☆ ان مراتب کی تفصیل 161
☆ مسائلِ فقہیّہ 162

(9)الحدیث التاسع:

بلاضرورت سوال نہ کریں 165
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 166
☆ امامِ اہل سنت کے مدنی پھول 168
☆ نبی کریم ﷺ کا اختیار 170
☆ نبی کریم ﷺ کی اجازتِ خاص 171
☆ تین دن کی عدت 174
☆ تعلیمِ قرآن بطورِ مہر 175
☆ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرعی امور میں تصرف 175
☆ سید عالم ﷺ کی عنایتِ خاص 177
☆ نبی کریم ﷺ کی رخصتِ خاص 180
☆ ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت 181

عنوانات صفحہ

☆ حضرت علی پر کرم خاص 182

☆ حضرت براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عطائے خاص 183

☆ حضور دانائے غیوب ﷺ کی غیبی خبر 185

☆ سرکار ﷺ کا علم غیب 187

☆ شیخ محقق کے مدنی پھول 187

☆ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر کرم خاص 189

☆ دھوکے سے نجات 191

☆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر کرم خاص 191

☆ چچازاد بہن ضباعہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے لیے اجازت خاصہ 194

☆ امت پر شفقت 200

☆ عشاء کی نماز اور رحمتِ خاص 207

☆ رسول اللہ ﷺ کا اختیار 211

☆ چکڑالویوں کی نشاندہی 213

(10) الحدیث العاشر:

مال حرام کی نحوست 219

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 220

☆ دُعا قبول نہ ہونے کا سبب 221

☆ محنت تمہارے لئے مانگنے سے بہتر 222

☆ کمائی کے عقلی فوائد 223

☆ انبیاء کرام نے کیا پیشے اختیار کیے 224

☆ بہتر پیشہ 224

(11) الحدیث الحادی عشر:

شبہات سے پرہیز 226

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 226

☆ کپڑوں کی قیمت صدقہ کردی 228

(12) الحدیث الثانی عشر:

اسلام کی خوبی 229

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 229

☆ امامِ اہلِ سنت کے مدنی پھول 230

(13) الحدیث الثالث عشر:

مسلمان بھائی کے ساتھ برتاؤ 236

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 236

☆ امام غزالی کے مدنی پھول 237

☆ مسلمان کے حقوق 237

☆ انس بن مالک انصاری 239

☆ مومن کامل 241

(14) الحدیث الرابع عشر:

خون مسلم کی حرمت 243

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 243

☆ زنا کا انجام 244

☆ زنا کار مومن نہیں رہتا 245

عنوانات	صفحہ
☆ زنا کی اجازت مانگنے والا نوجوان	245
☆ شیطان کا لشکر	247
☆ زانی پر لعنت برستی ہے	247
☆ مومن اور منافق کی پہچان	247
☆ تنگدستی کا سبب	247
☆ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ	248
☆ جہنم میں جلنے کا سبب	248
☆ چند اشعار	249
☆ جہنمی تابوت	249
☆ جنت میں داخلے سے محروم	250
☆ نکاح کی پیش کش	250
☆ زنا کی ابتداء اور انتہاء	251
☆ اشعار	251
☆ زنا سے بچنے والا	251
☆ اشعار	252
☆ قاتل کی سزا	252
☆ قتلِ ناحق کی مذمت پر اَحادیث مبارکہ	252
☆ مُرتَد کسے کہتے ہیں؟	256
☆ مُرتَد کی دُنیا میں سزا	256
☆ کیا مُرتَد کو ہر کوئی قتل کر سکتا ہے؟	257
☆ عورت یا بچّہ مُرتَد ہو تو سزا	257
☆ مُرتَد کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔	258

عنوانات صفحہ

☆ کُفر بکنے والے کی ہاں میں ہاں ملانے والے کا حکم 258

☆ مُرتدین کی صُحبت سے ایمان برباد ہوسکتا ہے 259

☆ مُرتد کی نمازِ جنازہ کا حُکمِ شَرعی 259

☆ کافر کو مرحوم کہنا کیسا؟ 261

(15) الحدیث الخامس عشر:

مومن کے لئے تین چیزوں کا حکم 262

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 262

☆ خاموشی کے فوائد 264

☆ کامل مسلمان کون؟ 264

☆ سلامتی کا اصول 264

☆ ہر گفتگو کا حساب ہوگا 265

☆ اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو 265

☆ شیطان پر غالب آنے کا طریقہ 265

☆ بولنے میں اللہ عزوجل سے ڈرو 265

☆ اچھی بات یا خاموشی 266

☆ اکثر خطاؤں کا سبب 266

☆ عقل منداور جاہل کے کلام میں فرق 266

☆ ایک بات کا نتیجہ 267

☆ پڑوسیوں کے حقوق 267

☆ مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے 269

☆ دس ۱۰ فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں 269

☆ مہمان کو دروازہ تک رخصت کرنا سنت ہے 270

عنوانات صفحہ

(16) الحدیث السادس عشر:

غصہ پر قابو 271
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 271
☆ غصے کی مذمت کا بیان 272
☆ غصے کی حقیقت 272
☆ غصہ پینے کا انعام 273
☆ غلام آزاد کر دیا 273

(17) الحدیث السابع عشر:

اچھا طریقہ کار 275
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 275
☆ ذبح کا بیان 276
☆ جانور کو بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں 278
☆ بکری چھری کی طرف دیکھ رہی تھی 278
☆ ذبح کے لیے ٹانگ مت گھسیٹو! 279
☆ مکھی پر رحم کرنا باعث مغفرت ہو گیا 279
☆ مکھی کو مارنا کیسا؟ 279
☆ قربانی کے وقت تماشا دیکھنا کیسا؟ 280
☆ جانوروں پر رحم کی اپیل 280
☆ مرنے کے بعد مظلوم جانور مسلط ہو سکتا ہے 281

(18) الحدیث الثامن عشر:

تین نصیحتیں 283
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 283

عنوانات صفحہ

☆ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں 284

☆ گناہوں کو مٹا دینے والے چند اعمال 285

☆ ثواب کی امید 287

☆ حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا 291

(19) الحدیث التاسع عشر:

جامع نصیحتیں 293

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 294

☆ امامِ اہل سنت کے مدنی پھول 298

(20) الحدیث العشرون:

حیاء اور ایمان 305

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 305

☆ حیاء کی 2 قسمیں 306

☆ فطری اور شرعی حیاء 306

☆ حیاء میں تمام اسلامی اَحکام پوشیدہ ہیں 307

☆ حیاء کے اَحکام 307

☆ حیاء کا ماحول سے تعلق 307

☆ خُلقِ اِسلام 308

☆ ایمان کی علامت 308

☆ حیاء ایمان سے ہے 308

(21) الحدیث الحادي والعشرون:

ایمان کا اقرار 309

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 309

عنوانات صفحہ

☆ استقامت 310

☆ ایمان کا بیان 310

(22)الحدیث الثانی والعشرون:

جنت میں داخلہ 313

☆ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب کون؟ 313

☆ شانِ رحمتِ خداوندی عزَّ وجل 314

☆ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نیک اعمال 315

☆ حلال کو حلال جاننا 316

(23)الحدیث الثالث والعشرون:

چند اعمال صالحہ 317

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 318

☆ امام غزالی کے مدنی پھول 320

☆ طہارت کے اسرار 320

(24)الحدیث الرابع والعشرون:

شانِ ربوبیت 324

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 326

(25)الحدیث الخامس والعشرون:

نیکیوں میں سبقت کا جذبہ 330

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 331

☆ قضائے شہوت کے حلال ذرائع 332

☆ نکاح کا شرعی حکم 333

☆ فرض: 334

عنوانات صفحہ

☆ واجب: 334

☆ سنتِ مؤکدہ: 334

☆ مکروہ: 334

☆ حرام: 334

(26)الحدیث السادس والعشرون:

جسم کے ہر جوڑ کا شکر 335

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 335

☆ حسن اخلاق کی فضیلت 336

☆ سچے مؤمنین کی صفات 337

(27)الحدیث السابع والعشرون:

نیکی اور گناہ کی پہچان 339

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 340

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 341

☆ جہالت سے بڑھ کر۔۔۔ 342

☆ گناہ 344

(28)الحدیث الثامن والعشرون:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چند وصیتیں 345

☆ وعظ ونصیحت کے فوائد 347

(29)الحدیث التاسع والعشرون:

جنت میں لے جانے والے اعمال 354

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 355

☆ زبان کی آفات 358

(30)الحديث الثلاثون:

اللہ عزوجل کی حدود 361
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 361
☆ حلال وحرام کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے 362
☆ علم سیکھنا فرض ہے 363

(31)الحديث الحادي والثلاثون:

دنیا سے بے رغبتی 364
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 364
☆ زہد کیا ہے؟ 366
☆ زُہد کے درجات 368

(32)الحديث الثاني والثلاثون:

اسلام امن وسلامتی کا پیغام 371
☆ نہ تکلیف دو، نہ تکلیف اٹھاؤ 371

(33)الحديث الثالث والثلاثون:

جامع قانون 375
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 375
☆ مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان اختلاط ضروری ہے یا نہیں؟ 377
☆ مدعی پر گواہ اور مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم کی حکمت 378
☆ مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریفات 378
☆ جائز اور حق بات پر قسم کھانے کے استحسان پر دلائل 379
☆ مذاہب ائمہ کی روشنی میں وہ مقدمات جن میں منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے 380
☆ بندے کے حق کی پہلی قسم 381
☆ بندے کے حق کی دوسری قسم 381
☆ اللہ کے حق کی پہلی قسم 382

عنوانات صفحہ

☆ اللہ کے حق کی دوسری قسم 382

☆ وہ مقدمات جن میں فقہاء احناف کے نزدیک منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے 383

☆ مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں مذاہب فقہاء 386

☆ مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں فقہاء احناف کا نظریہ 388

(34)الحدیث الرابع والثلاثون:

نیکی کی دعوت 390

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 390

☆ امامِ اہل سنت کے مدنی پھول 392

(35)الحدیث الخامس والثلاثون:

مسلمان کی حُرمت 398

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 399

☆ حسد کی مذمت کا بیان 400

☆ حسد کا علاج 402

☆ مسلمان بھائی کے حقوق 403

(36)الحدیث السادس والثلاثون:

چند خاص نیکیوں کی ترغیب 405

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 406

☆ جنّت میں گھومنے والا 409

☆ پردہ پوشی 409

(37)الحدیث السابع والثلاثون:

ثواب وعذاب کا قانون 411

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 412

☆ کستوری کی سی خوشبو 413

☆ غلّے کا ٹیلا 413

عنوانات صفحہ

☆ جیسا جینا ویسا مرنا 415
☆ زانی اور چور 416
☆ مردار سے زیادہ بدبودار 416
☆ بہترین عمل 417
☆ اللہ (عزوجل) کی مدد 417
☆ چھوٹا عمل اونچا درجہ 417
☆ نیت کی تربیت 418
☆ جب تھک جاؤ.... 418
☆ جنت میں ہمیشگی 419
☆ گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر نیکی ملنے کی صورت 420

(38) الحدیث الثامن والثلاثون:

اولیاء اللہ کا مقام قرب 421
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 422
☆ اللہ کے دوست 425
☆ شانِ اولیاء بزبانِ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم 427

(39) الحدیث التاسع والثلاثون:

بھول کی معافی 428
☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 428
☆ کیا جان بچانے کیلئے بظاہر کفریہ فعل کرنا ضروری ہے؟ 429
☆ عزیمت کی مشہور ترین مثال 430
☆ صحابی نے جان قربان کر دی 430
☆ یہ اِک جاں کیا ہے کروڑوں 431
☆ ترے نام پر سب کو وارا کروں میں 433

(40)الحدیث الأربعون:

دنیا کی بے ثباتی 434

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 434

☆ فکرِ آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم 435

☆ لمبی امید 436

☆ دنیا کی مذمت پر فرامینِ صحابہ رضی اللہ عنہم 437

☆ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ 437

☆ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ 438

☆ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 438

☆ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: 439

☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ 439

☆ حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ 440

☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما 440

☆ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ 441

(41)الحدیث الحادی والأربعون:

خواہشات شریعت کی تابع 442

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 442

☆ اطاعتِ رسول 443

☆ سونے کی انگوٹھی پھینک دی 444

(42)الحدیث الثانی والأربعون:

ربِ غفور ورحیم 448

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 449

☆ گناہوں سے توبہ 450

☆ رحمتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کی وسعت کا بیان 451

☆ سیدنا وحشی اور ان کے دوستوں کا قبولِ اسلام 453

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی خدمتِ دین کو اپنے پیارے ”بابا“ کے نام کرتا ہوں جن کی مُخلصانہ شفقتوں کے باعث مجھ جیسے نجانے کتنے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ کتنے گمراہوں کو راہِ حق ملی۔ جن کی بے مثال تعلیم و تربیت نے مجھ جیسے نجانے کتنوں کو خوابِ غفلت سے جگا کر کچھ کر گزرنے کے لائق بنایا۔ جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے اجالے میں کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل بنایا۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ پیارے ”بابا“ کی مخلصانہ شفقتوں کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!

خاکپائے امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ

ابوتراب ناصر الدین ناصر مدنی

☆☆☆☆☆

ابتدائیہ

روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے جہاں انسان پہنچے تو عالم ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری امت پر چالیس احکام دین کی حدیثیں حفظ کرے اسے اللہ فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع وگواہ ہوں گا۔

حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں؛

اس حدیث کے بہت پہلو ہیں: چالیس حدیثیں یاد کر کے مسلمان کو سنانا، چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا، ترجمہ یا شرح کر کے لوگوں کو سمجھانا، راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا، سب ہی اس میں داخل ہیں۔ یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیثیں میری امت تک پہنچادے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقوے کی خصوصی گواہی دوں گا ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہوگی۔ اسی حدیث کی بنا پر قریبًا تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں علیحدہ چہل حدیث جسے "اربعینیہ" کہتے ہیں جمع کیں۔ امام نووی اور شیخ عبدالحق دہلوی کی اربعینیات مشہور ہیں۔ فقیر نے بھی اپنی کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں چالیس حدیثیں جمع کی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۱ص۲۴۹)

اس حدیث مبارکہ کی مختلف طرق میں الفاظ مختلف ہیں یہ حدیث بیس سے زیادہ طرق سے مروی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ "اللہ تعالٰی اسے قیامت کے دن فاث ء

اور علماء کے زمرہ میں اٹھائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ اسے عالم اور فقیہ اٹھائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ" میں اس کے لیے قیامت کے دن شفارشی اور گواہ ہونگا۔ اور بھی روایات ہیں۔ ا- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ: حسن بن سفیان نے اپنی "مسند" اور "اربعین" میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

علماء کی فضیلت کے بارے میں اقوالِ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم

حضرتِ سیدنا ابودَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتا ہے اور بے شک فرشتے طالب العلم کے عمل سے خوش ہوکر اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور بے شک زمین وآسمان میں رہنے والے یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں عالم دین کے لئے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی دیگر ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، بیشک انبیاء علیہم السلام درہم ودینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ نفوسِ قدسیہ علیہم السلام تو صرف علم کا وارث بناتے ہیں، تو جس نے اسے حاصل کرلیا اس نے بڑا حصہ پالیا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء الخ، رقم ۲۲۳، ج ۱، ص ۱۴۵)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ "عالم دین دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر قیام کرنے والے مجاہد سے افضل ہے اور جب عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ جاتا ہے جسے اس عالم کے جانشین کے علاوہ کوئی پُر نہیں کرسکتا۔"

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''علم کو لازم پکڑو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والے شہداء جب علمائے کرام کی عزت اور مرتبہ دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! اللہ عزوجل انہیں اس حال میں اٹھاتا کہ وہ عالم ہوتے اور بیشک کوئی شخص پیدائشی عالم نہیں ہوتا بلکہ علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔''

حضرت سیدنا ابو الاسود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ، ''کوئی شے علم سے افضل نہیں، بادشاہ لوگوں پر حکمران ہیں اور علماء بادشاہوں پر حکمران ہیں۔''

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ ''انسان کون ہیں؟'' فرمایا، ''علماء۔'' پھر پوچھا گیا کہ ''بادشاہ کون ہیں؟'' فرمایا، ''آخرت کے لئے دنیا سے روگردانی کرنے والے۔'' پھر پوچھا گیا کہ ''بے وقوف کون ہیں؟'' فرمایا، ''اپنے دین کے بدلے دنیا کمانے والے لوگ۔'' (الحدث الفاصل، ج۱، ص۲۰۵)

چنانچہ ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ سے علماء اربعین کا اہتمام کرتے رہے ہیں ان میں سے علامہ الامام محی الدین ابی ذکریا یحیٰ بن شرف الدین بن مری النووی، الشافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی تالیف اربعین نووی جو کہ کثیر مدارس کے نصاب میں شامل ہے سب سے زیادہ مشہور ہے۔

فقیر نے بھی سعادتیں اور رحمتیں سمیٹنے اور طلباء کی آسانی کے لئے ان احادیث کی شروحات علمائے اہلسنت سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے نقل فرمادی ہے۔ اللہ عزوجل اس سعی کو قبول فرمائے۔

خاکپائے امیر اہل سنت
ابوتراب ناصر الدین ناصر المدنی العطاری

مدینہ

مدینہ 1 اس کتاب کے لکھنے میں المدینۃ العلمیہ اور علمائے اہلسنت کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

مدینہ 2 طلباء کی آسانی کے لئے ایک ہی حدیث پر کئی علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا تعارف

نام ونسب:

کنیت: ابوزکریا۔ لقب: محی الدین۔ نام یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن جزام بن محمد بن جمعہ الحزامی نووی حورانی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی۔

ولادت باسعادت و پرورش:

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی ولادت باسعادت محرم الحرام کے درمیانی عشرے میں ۶۳۱ ہجری میں دمشق کے ایک علاقے حوران سے متصل ایک بستی نویٰ میں ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ نووی کہلائے آپ کے آباؤ اجداد حزام سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوگئے تھے۔

تعلیم وتربیت:

شیخ یاسین یوسف مراکشی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے پہلی مرتبہ یحییٰ بن شرف نووی کو اس وقت دیکھا جب وہ تقریباً دس برس کے تھے۔ بچے انہیں اپنے ساتھ کھیلنے کے لیے بلا رہے تھے لیکن وہ کھیلنے کو تیار نہ تھے۔ جب بچوں نے زبردستی کی تو وہ روتے ہوئے قرآن پڑھنے لگے۔ میں نے یہ حالت دیکھی تو ان کے استاد سے ملاقات کی اور کہا: اس بچے پر خصوصی توجہ دیجئے! امید ہے کہ یہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم وزاہد بنے گا اور لوگ اس سے فیضیاب ہونگے۔ یہ سن کر استاد نے کہا: کیا تم نجومی ہو؟ (جو آیندہ کی خبر دے رہے ہو) میں نے کہا: میں نجومی نہیں ہوں بلکہ جو اللہ عزوجل نے مجھ سے کہلوایا میں نے وہی کہا ہے۔ اس کے بعد استاد ان کے والد صاحب سے ملے اور انہیں (امام) نووی کے متعلق بتایا تو انہوں

نے اپنے فرزند کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی۔ اور اس بات کی شدید حرص کی کہ میرا بیٹا بالغ ہونے سے پہلے پہلے قرآن کریم ناظرہ ختم کر لے اور پھر واقعی امام نووی نے بالغ ہونے سے پہلے ہی ناظرہ قرآن پاک ختم کرلیا۔

راہ علم میں مشقتیں:

آپ ۶۵۹ ہجری میں دمشق آئے اور یہاں شافعی مذہب کی کتاب "تنبیہ" ساڑھے چار ماہ میں حفظ کر لی اور شافعی مذہب کے بقیہ مسائل کی کتب اسی سال کے بقیہ حصہ میں پڑھیں۔ آپ دن رات میں مختلف علوم وفنون کے بارہ (۱۲) اسباق مختلف اساتذہ سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھتے۔ زمانہ طالب علمی میں اس قدر مشقت برداشت کی کہ دو سال تک آرام کے لیے پہلو زمین پر نہ لگایا۔

زہد وتقویٰ:

آپ صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد تھوڑا سا کھانا کھاتے اور سحری کے وقت صرف پانی پیتے۔ برف کا ٹھنڈا پانی نہ پیتے حالانکہ وہاں کے لوگوں میں اس کا عام رواج تھا۔ آپ نے بالکل سادہ زندگی گزاری، بہت سادہ موٹا لباس پہنتے۔ دمشق کے پھل کبھی نہ کھاتے، جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ یہاں کے اکثر باغات اوقاف اور ان املاک سے متعلق ہیں جن میں ہر کسی کو تصرف کی اجازت نہیں ہوتی اور یہ پھل شبہ سے خالی نہیں ہوتے پھر میرا دل کیسے گوارہ کرسکتا ہے کہ میں انہیں کھاؤں۔

علامہ رشید الدین حنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جب میں نے امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو دیکھا کہ دنیوی آسائشوں سے بالکل دور رہتے اور انتہائی سخت مجاہدات کرتے ہیں تو میں نے ان سے کہا: مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ ایسی بیماری میں مبتلا نہ ہو جائیں جو آپ کو دینی خدمات سے روک دے۔ آپ نے فرمایا: فلاں شخص نے اللہ عزوجل کی اتنی عبادت کی کہ اس کی ہڈیاں خشک ہوگئیں۔ یہ سن کر میں

سمجھ گیا کہ انہیں ہماری دنیا سے کوئی غرض نہیں۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔

جب آپ کے پاس کوئی امرد (خوبصورت لڑکا) پڑھنے کے لیے آتا تو آپ منع کر دیتے۔ (تہذیب الاسماء، ۱/ ۱۴)

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو اللہ عزوجل نے تین ایسی عظیم خوبیاں عطا فرمائی تھیں کہ ان میں سے کوئی ایک خوبی بھی کسی میں پائی جائے تو وہ اس لائق ہو کہ دور دراز سے سفر کر کے اس کی زیارت کی جائے۔ (۱) علم و عمل (۲) زہد و تقویٰ (۳) اَمْرٌ بِالْمَعروف و نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (یعنی نیکی کی دعوت دینا اور برائیوں سے منع کرنا)

آپ حصول علم میں مشغولیت کے ساتھ ساتھ نوافل، مسلسل روزے، زہد و وَرَع، عبادت و ریاضت میں اپنے استاد کی پیروی کرتے، استاد کے وصال کے بعد عبادت و ریاضت میں آپ کا اشتغال مزید بڑھ گیا تھا۔

خوفِ خدا:

ابو عبداللہ بن ابو الفتح حنبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے جامع دمشق میں امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو ایک ستون کے پیچھے اندھیرے میں انتہائی خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ پر غم و حزن کی کیفیت طاری تھی اور بار بار یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور انہیں ٹھہراؤ، ان سے پوچھنا ہے۔

ان کی درد بھری آواز میں قرآن کریم کی تلاوت سُن کر مجھے ایسی روحانیت نصیب ہوئی کہ جسے اللہ عزوجل بہتر جانتا ہے۔

عاجزی وانکساری:

آپ کی طبیعت میں عاجزی و انکساری تھی۔ حب جاہ سے خوب بچتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے کہہ رکھا تھا کہ سب ایک ساتھ مل کر میرے پاس نہ آیا کرو کہیں طلباء کی کثرت کی وجہ سے میں حب جاہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں کیونکہ نفس تو لوگوں کے ہجوم سے خوش ہوتا ہے۔

لوگ بادشاہوں سے ملنا اپنے لئے بہت بڑا انعام سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ امراء و حکام سے ہمیشہ دور رہتے۔ ایک مرتبہ آپ صحنِ مسجد میں درس دے رہے تھے اتنے میں اطلاع ملی کہ ''بادشاہ مسجد میں نماز کے لئے آرہا ہے'' آپ فوراً درس موقوف کرکے وہاں سے چلے گئے اور پھر پورا دن مسجد میں نہ آئے تاکہ بادشاہ سے ملاقات نہ کرنی پڑے۔

بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں
تختِ سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں

علم طب کیوں چھوڑا؟

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ مجھے علم طب کا شوق ہوا چنانچہ، میں نے ''القانون فی الطب'' کتاب خریدی اور ارادہ کرلیا کہ اس علم میں خوب کوشش کرونگا۔ بس اسی دن سے میرے دل پر تاریکی چھا گئی اور کئی دن تک میرے یہ حالت رہی کہ کسی بھی چیز میں دلجمعی نصیب نہ ہوئی۔ میں اس صورت حال سے بہت پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ میری یہ حالت کس وجہ سے ہوئی ہے؟ پھر مجھے اللہ عزوجل کی طرف سے الہام ہوا کہ اس کا سبب مروجہ علم طب میں تیری بے جا مشغولیت ہے پس میں نے فوراً وہ کتاب فروخت کردی اور اپنے گھر سے ہر وہ چیز نکال دی جس کا تعلق طب سے تھا۔ پھر اللہ عزوجل کا کرم ہوا کہ میرا دل روشن ہوگیا اور میری پہلی والی کیفیت لوٹ آئی۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب   صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ابلیس لعین کا حملہ:

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے بخار تھا اور میں اپنے والدین و دیگر احباب کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ رات کے پچھلے پہر اللہ عزوجل نے مجھے شفا عطا فرمائی تو میں اپنے آپ کو پرسکون محسوس کرنے لگا۔ پھر میں ذکر الٰہی عزوجل میں مصروف ہو گیا، کبھی کبھی میری آواز کچھ بلند ہو جاتی تھی۔ اتنے میں مَیں نے ایک خوبصورت بزرگ کو حوض پر وضو کرتے دیکھا وضو سے فراغت کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے بچے! تو ذکرِ الٰہی موقوف کر دے کیونکہ اس طرح تیرے والدین اور دیگر گھر والوں کو تکلیف ہوگی۔ میں نے کہا: اے شیخ تو کون ہے؟ کہا: اس بات کو چھوڑ کہ میں کون ہوں؟ بس میں تیرا خیر خواہ ہوں۔ یہ سن کر میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ ضرور ابلیس ہے۔ میں نے ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' پڑھی اور پھر بلند آواز سے ذکر کرنے لگا۔ اب ابلیس لعین مجھ سے دور ہوا اور دروازے کی طرف چلا گیا۔ اتنے میں میرے والد محترم اور دوسرے لوگ جاگ گئے۔ میں دروازے کی طرف گیا تو اسے بند پایا، ہر طرف دیکھا لیکن مجھے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ میرے والد صاحب نے پوچھا: اے یحییٰ، میرے بچے! کیا ہوا؟ میں نے صورت حال بتائی تو سب کو تعجب ہوا۔ اور پھر ہم سب مل کر اللہ عزوجل کا ذکر کرنے لگے۔

وقت کی قدر:

وقت کے قدر دان کبھی بھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کبھی بھی اپنا وقت ضائع نہ کرتے تھے نہ دن میں نہ رات میں حتیٰ کہ راستے میں آتے جاتے ہوئے بھی کسی کتاب کا مطالعہ یا تکرار جاری رکھتے۔ اس طرح آپ نے

کئی سال تحصیل علم میں گزارے۔ آپ نے اوقات کی تقسیم بندی کی ہوئی تھی۔ تمام وقت خیر کے کاموں میں ہی صرف ہوتا تھا۔ تصنیف وتالیف، تدریس، نوافل، تلاوتِ قرآن، امورِ آخرت میں غور وفکر اور اَمْرٌ بِالْمَعْروف ونَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر (یعنی نیکی کی دعوت دینا اور برائیوں سے منع کرنا) کے لیے آپ کے اوقات مقرر تھے۔

وسعتِ مطالعہ:

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے کثرتِ مطالعہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ کمال رحمۃ اللہ علیہ ''اَلْبَدْرُ السَّافِر وَتُحْفَةُ الْمُسَافِر'' میں فرماتے ہیں: ایک مرتبہ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی مشہور کتاب ''اَلْوَسِیْط'' میں کسی مسئلے پر امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے میرا اختلاف ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم مجھ سے اس کتاب کے مسئلے میں جھگڑتے ہو جس کا میں نے چارسو مرتبہ مطالعہ کیا ہے!

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا سو بار کٹا جب عقیق تب نگیں ہوا

آپ نے علم فقہ ابوابراہیم اسحاق بن احمد بن عثمان مغربی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے حاصل کیا آپ ان کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے۔ انہیں وضو وطہارت کے لئے پانی بھر کر دیا کرتے۔ آپ ان سے جو کتب پڑھتے زمانۂ طالب علمی میں ہی ان کی شرح لکھتے اور مشکل مقامات حل کرتے۔ جب استاد نے آپ کی علمی کوششیں اور دنیا سے بے رغبتی دیکھی تو آپ پر خصوصی شفقت فرمائی اور آپ کو اپنے حلقے کا ''مُعِیْدُ الدَّرْس'' بنالیا۔ یعنی آپ استاد سے پڑھا ہوا سبق حلقے میں دہرایا کرتے۔

امام نووی کی چند مشہور کتب:

(۱) ریاض الصالحین (۲) کتاب الاذکار (۳) شرح البخاری (۴) المنہاج شرح صحیح مسلم (۵) نکت التنبیہ (۶) الایضاح فی مناسک الحج (۷) التبیان فی اداب

حملۃ القرآن (۸) تحفۃ الطالب النبیہ (۹) تنقیح شرح الوسیط (۱۰) نکت علی الوسیط (۱۱) التحقیق (۱۲) مبہمات الاحکام (۱۳) العمدۃ فی تسہیل التنبیہ (۱۴) التحریر فی لغات التنبیہ (۱۵) المنتخب (۱۶) دقائق الروضۃ (۱۷) طبقات الشافعیہ (۱۸) مختصر الترمذی (۱۹) قسمۃ الغنائم (۲۰) مناقب الشافعی (۲۱) التقریب فی علم الحدیث (۲۲) املاء حدیث انما الاعمال بالنیات (۲۳) مختصر مبہمات الخطیب (۲۴) شرح سنن ابی داؤد (۲۵) رؤوس المسائل (۲۶) الاصول والضوابط (۲۷) الاربعین (۲۸) مختصر التنبیہ (۲۹) المسائل المنثورہ (۳۰) نکت المہذب (۳۱) المنہاج مختصر المحرر (۳۲) مختصر التبیان (۳۳) جزء فی الاستسقاء (۳۴) بستان العارفین (لم یتم) (۳۵) تہذیب الاسماء واللغات (۳۶) الخلاصۃ فی الحدیث (۳۷) الارشاد (۳۸) المجموع شرح المہذب (۳۹) جزء فی القیام لاہل الفضل۔

بیماری پر صبر:

جب آپ اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کے لئے حرمین طیبین روانہ ہوئے تو آپ کو بخار آ گیا جو عرفہ تک جاری رہا لیکن اس شدید تکلیف کے باوجود آپ نے کبھی بھی بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا۔ زیارتِ حرمین طیبین کے بعد جب آپ دمشق آئے تو اللہ عزوجل نے آپ پر علم کی برسات فرما دی۔ آپ کو دو مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔

تعظیم اولیا:

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی اولیائے کرام رحمہم اللہ السلام کا ذکر نہایت ادب و احترام اور تعظیم کے ساتھ کرتے اور ان کے فضائل و مناقب بیان فرماتے۔

متعلقین کے لئے خوشخبری:

ایک مرتبہ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے رفقا نے آپ سے عرض کی: بروز

قیامت ہمیں بھول نہ جانا۔ آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اگر اللہ عزوجل نے مجھے وہاں کوئی مقام ومرتبہ عطا فرمایا تو میں اس وقت تک جنت میں نا جاؤں گا جب تک اپنے جاننے والوں کو جنت میں داخل نہ کروالوں۔

باادب بانصیب:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیخ حضرت سیدنا کمال اربلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ایک بار اپنے ساتھ کھانے کے لیے بلایا تو آپ نے عرض کی: یا سیدی! میری معذرت قبول فرمایئے کیونکہ میرے ساتھ ایک عذر ہے۔ شیخ نے معذرت قبول فرما لی۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا عذر تھا۔ فرمایا: مجھے خوف تھا کہ کھانے کے دوران شیخ کسی لقمے کو کھانے کا ارادہ فرمائیں اور لاعلمی میں، میں اسے کھا جاؤں۔ (اور یوں مجھ سے بے ادبی صادر ہوجائے)

(الواقع الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ ص ۳۱)

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی مالکی شخص نے بحث کی اور سختی سے پیش آیا مگر آپ نے کوئی جوابی کارروائی نہ کی۔ جب کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: اس کے امام میرے امام کے شیخ ہیں اس لئے اس کے ساتھ ادب سے پیش آنا اس کے امام کے ساتھ ادب سے پیش آنے کی مانند ہے۔ (المنن الکبریٰ ۲۷۶)

امام نووی کی کرامات:

آپ کے والدِ محترم حضرت سیدنا شرف بن مری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میرے بیٹے کی عمر تقریباً سات سال تھی رمضان المبارک کی ستائیسویں شب وہ میرے ساتھ سویا ہوا تھا کہ اچانک اٹھ بیٹھا اور مجھے جگا کر کہا: اے میرے والد محترم! یہ نور کیسا ہے جس نے پورے گھر کو روشن کر دیا ہے؟ آواز سن کر سب گھر والے جاگ گئے لیکن ہم میں سے کسی کو بھی کوئی روشنی نظر نہ آئی۔ میں سمجھ گیا آج شبِ

قدر ہے۔ (اور میرے بیٹے پر اس کی نشانی ظاہر ہوگئی ہے)

انوکھے درندے:

ملکِ شام کے گورنر نے جامع اموی کے خزانے میں رکھی ہوئی کتابیں بلادِ عجم میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے سختی سے منع فرمایا۔ گورنر کو غصہ آ گیا اور اس نے آپ کو پکڑنا چاہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے فرش پر درندوں کی بنی ہوئی تصویروں کی طرف اشارہ کیا تو اللہ عزوجل کی قدرت سے ان تصویروں نے اصلی درندوں کا روپ دھار لیا اور وہ انوکھے درندے گورنر پر حملے کے لیے تیار ہو گئے یہ دیکھ کر گورنر اور اس کے ساتھی وہاں سے بھاگ گئے پھر اس گورنر نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے معافی مانگی اور قدم بوسی کی۔

(المنن الکبری، ص ۱۶۱)

مرض جاتا رہا:

شیخ ولی الدین ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں نقرس (یعنی پاؤں کے جوڑوں میں درد) کے مرض میں مبتلا ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور صبر کی تلقین کرنے لگے۔ جیسے جیسے وہ صبر کے متعلق بیان فرما رہے تھے میرا مرض دور ہو رہا تھا یہاں تک کہ درد بالکل ختم ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی برکت سے ہوا ہے۔“

راتوں رات رواحیہ سے مکہ مکرمہ:

مدرسہ رواحیہ کے بواب (چوکیدار) کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو مدرسے سے باہر جاتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان کے پیچھے چل دیا۔ جب آپ دروازے کے قریب پہنچے تو دروازہ بغیر چابی کے خود بخود کھل گیا اور آپ باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں ہم

مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آپ نے طواف وسعی کی، پھر دوبارہ طواف کیا اور واپس چل دیئے میں بھی آپ کے پیچھے چلتا رہا اور کچھ ہی دیر میں ہم رواحیہ پہنچ گئے۔

دل کی بات جان لی:

شیخ ابوالقاسم مزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ بزّہ میں بہت سارے جھنڈے لہرائے جا رہے ہیں اور خوشی کا سماں ہے۔ میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ آج رات یحیٰ بن شرف نووی کو قطب بنایا جائے گا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ یحیٰ نووی کون ہیں اور نہ ہی میں نے کبھی یہ نام سنا تھا۔ چنانچہ، میں ان کی تلاش میں دمشق پہنچا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یحیٰ بن شرف نووی یہاں کے استاذ الحدیث ہیں۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے فرمایا: ''میرا راز اپنے پاس ہی رکھنا کسی کو نہ بتانا۔''

وصال پرملال:

آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ دمشق میں گزارا جہاں آپ تعلیم وتصنیف، نفلی عبادت، تدریس اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائیوں سے منع کرنے) میں مشغول رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے آبائی گاؤں نویٰ جانے سے پہلے دمشق میں مدفون اپنے تمام شیوخ واساتذہ کے مزارات پر حاضری دی اور اپنے متعلقین سے ملاقات کی۔ نویٰ جا کر آپ بیمار ہوئے اور بدھ کی رات ۲۴ رجب المرجب ۶۷۶ ہجری میں یہ عظیم محدث اس دنیائے فانی میں اپنی زندگی کے تقریباً ۴۴ سال ۶ ماہ گزار کر دائمی واُخروی منزل کی جانب کوچ کر گئے اور یوں گلشنِ اسلام میں ایک اور گل زیبا کی کمی ہوگئی لیکن اس کی خوشبو سے آج بھی عالم اسلام معطر معنبر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسلام کا بہت بڑا سرمایہ تھے۔ آپ کی وفات کا مسلمانوں کو بہت غم ہوا، اپنے پرائے سب ہی پر اداسی چھا گئی۔ آپ کا مزار

پر انوار آپ کے آبائی گاؤں نویٰ میں ہے۔

اللہ عزوجل کی ان پر رحمت اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

☆☆☆☆☆

بعدِ وصال خواب میں زیارت

نفس کی مخالفت پر انعام خداوندی:

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو سیب کھانے کی شدید خواہش ہوئی۔ جب سیب لائے گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ کھائے۔ بعد وصال اہل خانہ میں سے کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا مَافَعَلَ اللّٰہُ بِكَ؟ یعنی اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا: اللہ عزوجل نے میرے تمام اعمال قبول فرمالیے اور میری مہمان نوازی کی گئی اور مجھے سب سے پہلے جو چیز کھانے کو دی گئی وہ سیب تھے۔

ولی کی بے ادبی کا انجام:

ایک شخص، امام نوِوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی قبر پر آیا اور ہاتھ سے اشارے کر کے کہنے لگا: تم وہی ہو جو امام اوزاعی سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ "میں اس مسئلہ میں یہ کہتا ہوں" ابھی وہ شخص اپنی جگہ سے کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ اس کے پاؤں پر بچھو نے ڈنک مار دیا۔ (اور یوں اسے ایک ولی کی گستاخی کی سزا ملی)

بلی نے زبان کھینچ لی:

ایک شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بہت زیادہ باتیں کیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو جس جگہ اسے غسل دیا جارہا تھا وہاں ایک بلی آئی اور اس کی زبان کھینچ لی۔ اس طرح یہ واقعہ لوگوں کے لیے عبرت بن گیا۔

اللہ عزوجل ہمیں اولیائے کرام رحمہم اللہ السلام کی گستاخی و بے ادبی سے محفوظ رکھے۔ ان کے فیوض برکات سے مستفیض فرمائے۔ ان کے صدقے ہمیں دین متین

کی خوب خوب خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ملخصا از منہاج السوی فی ترجمۃ الامام النووی ملحق تہذیب الاسماء واللغات)

اٰمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

☆☆☆☆☆

مقدمہ الامام النووی علیہ رحمۃ اللہ القوی

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر یکتا وقہار، غالب و بخشش فرمانے والے کے لیے جو اہل دل و اہل نظر کی نصیحت و یاددہانی اور عقلمندوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کی عبرت کے لیے رات کو دن سے بدلنے والا ہے۔ اور تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لیے ہیں جس نے اپنی مخلوق میں سے اپنے نیک بندوں کو خواب غفلت سے جگا کر انہیں دنیا سے بے نیاز، اپنی یاد و فکر میں مگن، دائمی ذکر کرنے والا اور نصیحت قبول کرنے والا بنا دیا۔ احوال اور طریقوں میں تبدیلی کے باوجود انہیں اپنی عبادت کے طریقے، جنت کی تیاری، اپنی ناراضی اور جہنم کو واجب کرنے والے امور سے بچنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں اس خدائے بزرگ و برتر کی بلیغ، پاکیزہ، اشمل اور کامل ترین حمد کرتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں جو مہربان، کریم اور رؤف رحیم ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ عزوجل کے خاص بندے، اس کے رسول و حبیب و خلیل، صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والے اور دین قویم کی دعوت دینے والے ہیں۔ ان پر اور تمام انبیائے کریم، ان کی تمام آل پاک اور تمام صالحین پر اللہ عزوجل کی رحمت اور سلامتی ہو۔

امابعد!

اللہ رَبُّ الْعِزَّت نے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ
وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ (پ ۲۷، الذاریات: ۵۶۔۵۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لیے بنائے کہ میری بندگی کریں، میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

اس آیت میں تصریح ہے کہ انسانوں اور جنوں کو اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا ان پر لازم ہے کہ جس مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اس کا اہتمام کریں اور زہد و تقویٰ کے ذریعے دنیوی لذات سے کنارہ کش ہو جائیں۔ بے شک یہ فنا ہونے والا گھر ہے اسے بقا نہیں، یہ منزل تک پہنچنے کی سواری ہے دائمی خوشیوں کا گھر نہیں، ختم ہو جانے والا راستہ ہے ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔ دنیا میں رہنے والوں میں سے سمجھدار وہ ہیں جو عبادت گزار ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہیں جو متقی و پرہیزگار ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (پ ۱۱: یونس: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں سب گھنی ہو کر نکلیں جو کچھ آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہو گئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آ گئی ہمارا حکم اس پر آیا رات میں یا دن میں تو ہم نے اسے کر دیا کاٹی ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں ہم یونہی آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات مبارکہ موجود ہیں۔ اور کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فُطَنًا   طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَ خَافُوا الْفِتَنَا
نَظَرُوا فِيْهَا فَلَمَّا عَلِمُوْا   أَنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنًا
جَعَلُوْهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوْا   صَالِحَ الْأَعْمَالِ فِيْهَا سُفُنًا

ترجمہ: اللہ عزوجل کے سمجھدار بندے ایسے ہیں جنھوں نے فتنے کے خوف سے دنیا کو چھوڑ دیا ہے، جب انہوں نے اس میں غور کیا تو جان گئے کہ یہ ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے تو انہوں نے دنیا کو (گہرے سمندر کی) موج قرار دیا اور اعمالِ صالحہ کو اس میں کشتی بنالیا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) جب دنیا کی حالت یہ ہے جو میں نے ابھی بیان کی اور ہمارا حال اور مقصد حیات وہ ہے جو میں نے پہلے بیان کیا تو مکلف پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو اچھوں کے راستے پر چلائے اور اصحاب بصیرت کے طریقے اپنائے۔ اور اس کا اہتمام کرے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ اس ضمن میں اس کے لیے بہترین اور سب سے زیادہ ہدایت والا راستہ یہ ہے کہ اولین و آخرین کے سردار، سابقین ولاحقین میں سب سے زیادہ معزز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو آداب صحیح طور پر ثابت ہیں ان کو اپنائے۔ فرمان خداوندی ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (پ۶: المائدہ: ۲)

ترجمہ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

شافع امت، مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عزوجل اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔“ (مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر

ص ۱۴۴۷، حدیث ۲۶۹۹)

ایک جگہ ارشاد فرمایا: جس نے بھلائی کی طرف رہنمائی کی تو اس کے لیے اس بھلائی پر عمل کرنے والے کی مثل ثواب ہے۔" (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ، ص ۱۰۵۰، حدیث ۱۸۹۳) اور فرمایا: جس نے نیکی کی طرف بلایا اس کے لیے اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس پر عمل کرنے والوں کے لیے اور ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ آئے گی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ۔۔۔ الخ، ص ۱۴۳۸، حدیث ۲۶۷۴)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اللہ عزوجل تیرے ذریعے کسی ایک شخص کو ہدایت دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۲/ ۵۳۴، حدیث ۳۷۰۱)

میں نے چاہا کہ احادیث صحیحہ پر مشتمل مختصر ایک ایسی کتاب تالیف کروں جو اپنے پڑھنے والے کے لیے آخرت کا زادِ راہ اور ظاہری و باطنی آداب کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔ اور وہ کتاب ترغیب و ترہیب اور سالکین کے تمام آداب کی انواع مثلاً زہد، ریاضت نفس، تہذیب اخلاق، دلوں کی پاکیزگی، دلوں کے علاج، اعضا کی حفاظت اور ان کی کجی کے ازالے اور ان کے علاوہ دیگر ان باتوں کو جامع ہو جو عارفین کا مقصد حیات ہیں۔

میں نے اس کتاب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس میں صرف وہ صحیح احادیث کریمہ ذکر کروں گا جو حدیث کی مشہور کتابوں میں موجود ہیں۔ اور ابواب کی ابتدا آیاتِ قرآنی سے کروں گا، جہاں ضبط حرکات یا شرح کی ضرورت ہوگی وہاں حرکات لگادوں گا اور نفیس تشریح کردوں گا۔ جب میں کسی حدیث کے آخر میں "متفق

علیہ" کہوں تو اس کا مطلب ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما) نے روایت کیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اگر یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو جو لوگ اسے اپنائیں گے ان کے لیے نیک اعمال کی رہنمائی، برائیوں اور مہلکات سے اجتناب کا باعث بنے گی۔ جو مسلمان بھائی اس سے نفع حاصل کریں میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے میرے والدین، اساتذہ، احباب اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کریں اللہ کریم پر ہی میرا اعتماد ہے اور میرا سب کچھ اسی کے حوالے ہے۔

اللہ عزوجل مجھے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت اللہ عزوجل غالب وحکمت والے کی عطا کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ (از: ریاض الصالحین، المدینۃ العلمیہ)

☆☆☆☆☆

الحدیث الأول
اعمال کا دار و مدار

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ يَقُولُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔ ۱

(صحیح البخاري، کتاب الایمان، باب ما جاء أن الاعمال بالنیة والحسبة...الخ، ر: 54، 34/1)(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انما الاعمال بالنیة، ر: 1907، ص1056)

روایت ہے عمر ابن خطاب سے ا فرماتے ہیں (راضی ہو اللہ ان پر) فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال نیتوں سے ہیں ہر شخص کے لئے وُہ ہی ہے جو نیت کرے بس جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اُس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کی طرف ہوگی ۲ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو ۳ اس کی ہجرت اس طرف ہوگی جس کے لئے کی۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

آپ کا نام شریف عمر ابن خطاب ابن نفیل ہے، کنیت ابو حفص، لقب فاروق اعظم، خطاب امیر المؤمنین۔ آپ قرشی عدوی ہیں، کعب ابن لوی میں حضور سے مل جاتے ہیں، آپ کے فضائل بے حد و شمار ہیں۔ جلیل القدر صحابی، قدیم الاسلام مؤمن

ہیں، آپ کے ایمان سے مسلمانوں کا چالیس کا عدد پورا ہوا، آپ کے ایمان لانے پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی اور یہ آیت اتری: "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" ابوبکر صدیق کے بعد ۱۳ھ میں آپ کی بیعت کی گئی، آپ کے زمانہ میں اسلام بہت پھیلا، بہت ممالک فتح ہوئے، قرآن کریم کی بہت سی آیتیں آپ کی رائے کے مطابق اتریں، دس سال چھ مہینے خلافت کی تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی، ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن مسجد نبوی محراب النبی میں مصلاء مصطفی پر نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید کیئے گئے، مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابولؤلؤ نے خنجر کا وار کیا، آپ کی شہادت پر در و دیوار سے اسلام کے رونے کی آواز آتی تھی کہ آج اسلام و مسلمین یتیم ہوگئے، حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، گنبد خضری میں پہلوئے مصطفٰے میں دفن ہوئے، آپ کی روایتیں پانچ سو سینتیس ۵۳۷ ہیں۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ

ہجرت کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا۔ شریعت میں رب کو راضی کرنے کے لیئے وطن چھوڑنے کا نام ہجرت ہے۔ ہجرت بوقت ضرورت اعلٰی درجہ کی عبادت ہے، اسلامی سنہ حضور کی ہجرت کی یادگار ہے۔

یعنی جو ہجرت میں اللہ اور رسول کی خوشنودی کی نیت کرے، اس کی ہجرت واقعی اللہ اور رسول کی طرف ہی ہوگی لہذا حدیث میں دور نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں رضاء رب کے ساتھ حضور کی رضا کی نیت شرک نہیں بلکہ عبادت کو کامل کرتی ہے۔ دیکھو ہجرت عبادت ہے، مگر فرمایا گیا: "اِلَی اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ"۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کے پاس جانا اللہ کے دربار میں حاضری ہے کہ مہاجرین مدینہ جاتے تھے، جہاں حضور تشریف فرما تھے، وہاں جانے کو اللہ کے پاس جانا قرار دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جگہ حضور ہی کے دم کی بہار ہے، ان کے بغیر اجڑا دیار ہے۔ دیکھو مکہ

معظمہ میں رہنا عبادت ہے، مگر جب حضور وہاں سے مدینہ منورہ چلے گئے تو اگرچہ وہاں کعبہ وغیرہ سب کچھ رہا مگر وہاں رہنا گناہ قرار پایا، وہاں سے ہجرت ضروری ہوگئی، پھر جب وہاں حضور کی تجلی ہوگئی، پھر وہاں رہنا عبادت قرار پایا۔

نیت ارادۂ عمل کو بھی کہتے ہیں اور اخلاص کو بھی، یعنی اللہ رسول کو راضی کرنے کا ارادہ، یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی اعمال کا ثواب اخلاص سے ہے، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے، اس صورت میں یہ حدیث اپنے عموم پر ہے، کوئی عمل اخلاص کے بغیر ثواب کا باعث نہیں، خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے نماز، روزہ وغیرہ یا عبادات غیر مقصودہ جیسے وضو، غسل، کپڑا، جگہ، بدن کا پاک کرنا وغیرہ کہ ان پر ثواب اخلاص سے ہی ملے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اخلاص اور نیتِ خیر ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کے بغیر عبادات محض عادتیں بن جاتی ہیں، اور اس کی برکت سے کفر شکر بن جاتا ہے، اور گناہ و معصیت اطاعت۔ حضرت ابوامیہ ضمیری نے ایک موقعہ پر کفریہ الفاظ بول لیئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات غار ثور میں ایک قسم کی خودکشی کرلی، سیدنا علی المرتضی نے خندق میں عمدًا نماز عصر چھوڑ دی، مگر چونکہ نیتیں خیر تھیں، اس لیئے ان حضرات کے یہ کام ثواب کا باعث بنے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر۔

ہرچہ گیرد عِلّتی عِلّت شود　　　کفر گیرد مِلّتی مِلّت شود

امام شافعی کے نزدیک نیت

شوافع کہتے ہیں کہ یہاں نیت پہلے معنی میں ہے، یعنی ارادۂ فعل ان کے نزدیک جو بغیر ارادہ وضو اعضاء دھولے تو اس سے وضو نہ ہوگا جیسے بلا ارادہ نماز نہیں ہوتی مگر یہ تفسیر مقصد حدیث کے خلاف ہے اور پھر حدیث کا عموم باقی نہیں رہتا کیونکہ آگے ہجرت کا ذکر ہے۔ جو دنیوی غرض سے ہجرت کرے شرعًا مہاجر ہوگا اگرچہ ثواب نہ

ہوگا۔ نیز جو بغیر ارادہ جواز نماز، گندا کپڑا، گندا جسم، گندی زمین دھو ڈالے تو ان کے ہاں بھی یہ چیزیں پاک ہوجاتی ہیں، اور نماز اس سے جائز ہوتی ہے یہ معنی ان کے بھی خلاف ہیں۔ خیال رہے کہ ارکان اسلام یعنی کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ میں نیت یعنی ارادہ فعل فرض ہے، باقی جہاد، ہجرت وضوء وغیرہ میں یہ نیت فرض نہیں۔ ہاں اخلاص کے بغیر ان میں ثواب نہ ملے گا۔ لہذا احناف کے معنی نہایت صحیح ہیں اور حدیث نہایت جامع۔ نماز میں زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بدعت حسنہ ہے کیونکہ حضور نے کل ۳۰ ہزار نمازیں پڑھیں ہیں مگر کبھی زبان سے نیت نہ کی، بعض علماء نے نماز کو حج پر قیاس کیا اور فرمایا کہ جیسے احرام کے وقت زبان سے حج کی نیت کی جاتی ہے ایسے ہی نماز میں کرنی چاہیے مگر یہ صحیح نہیں۔ دیکھو مرقات۔

امام اہل سنت کے مدنی پھول

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دعاؤں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کرسکتا ہے مثلاً جب نماز کے لئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اُس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دُوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کرسکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

(۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

(۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہوں

(۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔

(۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

(۶) مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دُور کروں گا۔

(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کرلے انتظار نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔

(۸) امرِ الٰہی خذوا زینتکم عند کل مسجد (القرآن ۷/۳۱)

(اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ت) امتثال کو جاتا ہوں۔

(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پُوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہوگا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علماء کی زیارت۔

(۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔

(۱۴) دوستوں سے ملاقات۔

(۱۵) مسلمانوں سے میل۔

(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکشادہ پیشانی مل کر صلہ رحم۔

(۱۷) اہلِ اسلام کو سلام۔

(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۹) اُن کے سلام کا جواب دُوں گا۔

(۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

(۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا

بسم اللہ الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔

(۲۳و ۲۴) دخول وخروج میں حضور وآلِ حضور وازواجِ حضور پر درود بھیجوں گا

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد وعلی ازواج سیدنا محمد۔

(۲۵) بیمار کی مزاج پُرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمانوں کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا اُسے یرحمک اللہ کہوں گا۔

(۲۸و ۲۹) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی دُوں گا۔

(۳۱و ۳۲) خود موذن ہے یا مسجد میں کوئی موذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان واقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دُوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان واقامت کا ثواب پاچکا۔

فقد وقع اجرہ علی اللہ (القرآن ۴/۱۰۰)

(اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔)

(۳۳) جو راہ بھولا ہوگا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ مِلا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتیٰ الوسع صلح کراؤں گا۔

(۳۸و ۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباعِ سنّت کروں گا۔

(۴۰ عہ) راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اُٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من

نیاتِ کثیرۃ تو دیکھئے کہ جوان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کے لئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس ۴۰ حسنات کے لئے جاتا ہے تو گویا اُس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس ۴۰ نیکیاں ہوگا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جُداگانہ ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ کہ مجھے میت کے لئے دُعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجالاتا ہوں

الی غیرذلك ممایستخرجه العارف النبیل واللہ الهادی الی سواء السبیل۔

(ان کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عمدہ رائے استخراج کرسکتی ہے اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔) بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع دنیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسی قدر پائیں گے۔

عہ یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھبیس ۲۶ علماء نے ارشاد فرمائیں اور چودہ ۱۴ فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲ منہ

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی۔

اعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (مشکوۃ المصابیح خطبۃ الکتاب مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۱)

تنبیہ سوم: جہال منکرین یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلامِ نماز کے لئے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لئے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انہیں کو زیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض ومنافع ہیں اور شرع مطہر

نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں اذان مستحب فرمائی ہے از انجملہ کوئی غم و ملال اور دفع وحشت کو کہنا تو یہیں گزرا اور بچے کے کان میں اذان دینا سنا ہی ہوگا ان کے سوا اور بہت مواقع ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا میں ذکر کی۔

تنبیہ چہارم: شرع مطہر کی اصل کلی ہے کہ جو امر مقاصد شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود، اور حکم مطلق اس کے تمام افراد میں جاری وساری، جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہی شرع وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہے اُس پر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثبات ممانعت ذمہ مانع، معہذا اصل اشیا میں اباحت تو قائل جواز متمسک باصل ہے کہ اصلا دلیل کی حاجت نہیں رکھتا اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جاننا اور منع خصوصیت کے لئے منع خاص وارد ہونے کی ضرورت نہ ماننا صرف تحکم وزبردستی ہی نہیں بلکہ دائرہ عقل ونقل سے خروج اور مطمورہ ۲ سفہ وجہل میں کامل دلوج ہے علمائے سنت شکر اللہ تعالٰی مساعیہم الجمیلہ ان سب مباحث کو اعلٰی درجہ پر طے فرما چکے۔

ان تمام اصول جلیلہ رفعیہ ودیگر قواعد نافعہ بدیعہ کی تنقیح بالغ وتحقیق بازغ حضرت ختام المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین سید العلما سند الکملا تاج الافاضل سراج الاماثل حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورزقنا برہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہا میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن ۱۲۹۹ھ عن القیام لنبی تھامہ ورسالہ منیر العین فی حکم ۱۳۰۲ھ تقبیل الابھامین ورسالہ نسیم الصبافی ۱۳۰۲ھ ان الاذان یحول الوباء وغیرہا تصانیف میں ذکر کی یہاں ان مباحث کے ایراد سے تطویل کی ضرورت نہیں، حضرات مخالفین باآنکہ ہزار ہا بار گھر تک پہنچ چکے، اگر پھر ہمت

فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز وہ جواب باصواب پائیں گے جس کے انوارِ باہرہ ولمعاتِ قاہرہ کے حضور باطل کی آنکھیں جھپکیں اور اُس کی سُہانی روشنیوں ودلکشا تجلیوں سے حق وصواب کے نورانی چہرے دکھیں وباللہ التوفیق وھوالمعْین۔ والحمد للہ ربّ العٰلمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین اٰمین اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین الحمدللہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو ۲ جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۵ ص ۶۷۲۔۶۷۴)

اچھی نیت کا پھل اور بری کا وبال

منقول ہے کہ ”دو بھائی تھے، ان میں سے ایک عابد اور دوسرا فاسق تھا۔ عابد کی آرزو تھی کہ وہ شیطان کو اپنی محراب میں دیکھے، ایک دن اس کے پاس انسانی شکل میں ابلیس آیا اور کہنے لگا: ”افسوس ہے تجھ پر! تو نے اپنی عمر کے چالیس سال نفس کو قید اور بدن کو مشقت میں ڈال کر ضائع کر دیئے۔ تمہاری جتنی عمر گزر چکی اتنی ابھی باقی ہے، اپنے نفس کی خواہشات پوری کر کے لذت حاصل کر لے، اس کے بعد دوبارہ توبہ کر لینا اور واپس عبادت کی طرف لوٹ آنا، بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ بخشنے والا، مہربان ہے۔“ یہ سن کر عابد نے اپنے دل میں کہا: ”میں نیچے جا کر اپنے بھائی کے پاس بیس سال لذات حاصل کروں گا اور خواہشات پوری کروں گا پھر توبہ کرلوں گا اور اپنی عمر کے بقیہ بیس سال عبادت میں صرف کردوں گا۔“ اب یہ نیچے اُترنے لگا۔ ادھر اس کے گنہگار بھائی نے اپنے نفس سے کہا: ”تو نے اپنی عمر کو نافرمانی میں ضائع کر دیا اور تیرا بھائی جنت میں جبکہ تو جہنم میں جائے گا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں ضرور توبہ کروں گا اور اپنے بھائی کے ساتھ اوپر والے کمرے میں جا کر اپنی بقیہ عمر عبادت میں گزاروں گا، شاید! اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے بخش دے۔“ ادھر وہ توبہ کی نیت لے کر اوپر کو

چڑھنے لگا اور اس کا عابد بھائی نافرمانی کی نیت لے کر اترنے لگا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ اپنے بھائی پر گر پڑا اور دونوں سیڑھیوں پر اکٹھے مر گئے۔ اب عابد کا حشر نافرمانی کی نیت پر ہوگا اور گنہگار کا حشر توبہ کی نیت پر ہوگا۔"

(الرَّوض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۴۲)

فقیہ الہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے نزہۃ القاری میں لکھتے ہیں:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے انتالیس مردوں کے بعد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے ۶ ہجری نبوی میں ایمان لائے۔ ۱۳ ہجری ۲۳/ جمادی الآخرہ بروز سہ شنبہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے نماز فجر میں زخمی کیا۔ تین دن کے بعد ۲۸/ ذوالحجہ بروز دوشنبہ شہید ہوئے۔ روضہ پاک میں حضرت صدیق اکبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی۔

دس سال چھ مہینے پانچ دن بڑی شان وشوکت کے ساتھ نیابت رسول کا حق ادا کیا۔ انہیں کے عہد خلافت میں وقت کے دو عظیم فرعون، قیصر روم وکسریٰ ایران کی ہزار ہا الہ جابرانہ ظالمانہ سلطنتیں پاش پاش ہوئیں۔ عراق، ایران، مکران (بلوچستان) شام فلسطین مصر وغیرہ وغیرہ بڑے ممالک اسلام کے زیرنگیں ہوئے۔ چاردانگ عالم میں اسلام کی ہیبت وشوکت بیٹھ گئی، جیسا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔

الاعلام

ابوحفص کنیت، فاروق اعظم لقب ہے۔ ان سے ۵۳۵ حدیثیں مروی ہیں۔

صحابہ میں عمر بن خطاب نام کے کوئی صاحب نہیں۔ البتہ راویانِ حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ صحابہ کرام میں عمرو نام کے ۲۳ اور اصحاب ہیں چونکہ دونوں لکھنے میں یکساں ہی ہیں اس لیے امتیاز کے لیے بقیہ ناموں کے ساتھ واو لکھا جاتا ہے اور فاروق اعظم کا نام نامی بغیر واو کے۔

اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام امت سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر علی مرتضیٰ پھر عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اس حدیث کی حیثیت

ابن مندہ کی تصریح کے مطابق یہ حدیث علاوہ حضرت عمر کے، حضرت علی و حضرت سعد و حضرت ابوسعید خدری و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمرو انس و ابن عباس و معاویہ ابوہریرہ و عُبادہ بن صامت و عتبہ بن عبدالاسلمی و ہزال بن سوید و عقبہ بن عامر و جابر و ابوذر و عقبہ ابن منزر و عقبہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

ابن مندہ کا یہ قول اگر صحیح ہے تو یہ حدیث متواتر ہے۔ مگر اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت عمر ہی سے مروی ہے اور ان کے بعد یحییٰ بن سعید انصاری تک اس کے راوی ایک ایک رہے۔ یحییٰ بن سعید کے بعد یہ حدیث پھیلی ابوسعید محمد بن علی قشاب نے کہا کہ ڈیڑھ سو اور ابن مندہ نے کہا کہ تین سو سے زائد۔ حافظ ابوموسیٰ مدینی اور ابواسماعیل ہروی نے کہا کہ سات سو حضرات نے یحییٰ بن سعید سے اس حدیث کو روایت کیا۔ اس پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے۔ مگر عندالتحقیق یہ حثیث صحیح غریب مشہور ہے۔

یہ اُمّ الاحادیث ہے

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو

بیس (۲۰) باتوں کی نصیحت فرمائی تھی ان میں انیسویں یہ تھی کہ میں نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے پانچ حدیثیں منتخب کی ہیں ان پر اعتماد کرنا۔ پھر انہیں پانچوں حدیثوں کو ذکر فرمایا۔

سببِ ارشاد

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ مکہ میں ایک شخص نے ام قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ امّ قیس نے یہ شرط رکھی اگر تم مدینہ ہجرت کر کے چلو تو تم سے نکاح کرلوں گی۔ انہوں نے ہجرت کی اور ان دونوں کا نکاح ہو گیا۔ ان کو ہم لوگ صاحب امّ قیس کہتے تھے۔ (طبرانی معجم کبیر) اس پر علامہ ابن حجر نے اعتراض فرمایا۔ کہ یہ محض قیاس ہے۔ اس واقعہ کو سبب ارشاد ٹھہرانا درست نہیں اس لئے کہ روایتاً ثبوت ضروری ہے۔ اور روایت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

اسی طرح ابن بطال مشہور محدث نے بحوالہ ابن سراج یہ بتایا کہ اسلام سے پہلے عربی اپنی لڑکیوں کا نکاح عجمی نسل کے لوگوں سے نہیں کرتے تھے۔ اسلام میں ایسے نکاح ہونے لگے تو بہت سے عجمی النسل ہجرت کر کے مدینہ پہونچے کہ ہمارا نکاح عربی عورتوں سے ہو جائے۔ اس پر یہ ارشاد فرمایا ــــ اس پر وہی ایراد ہے کہ اس کا کیا ثبوت کہ اسی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا ــــ یہ کہنا کہ ان لوگوں نے ایسی روایت پر اطلاع پائی جبھی تو اسے سبب ٹھہرایا ــــ یہ جواب پہلی وجہ میں بھی چل سکتا ہے کہ جن لوگوں نے مہاجر امّ قیس کے واقعہ کو سبب ٹھہرایا۔ انہیں بھی کوئی روایت معتمد ملی ہوگی۔ واللہ

الاعمال

یہ عمل کی جمع ہے یہ اور فعل مرادف ہیں، مگر عندالاطلاق افعال سے مراد افعال جوارح ہی ہوتے ہیں۔ اور اعمال عام ہے افعال جوارح افعال لسان افعال قلب سب

پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضوی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کونسا عمل افضل ہے۔ فرمایا: اللہ اور رسول پر ایمان۔ پوچھا گیا پھر کون تو فرمایا: جہاد۔ پھر دریافت کیا گیا پھر کون فرمایا حج مقبول۔

یہ عبادات، محرمات، مکروہات، مباحات سب کو سامل ہے۔ مگر یہاں مراد صرف ،، اعمال صالحہ ہیں اور بنظر دقیق مباحات بھی۔

نیات

نیت کی جمع ہے۔ نیت، دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی چیز کا ہو۔ اور شریعت میں عبادت کے ارادے کو کہتے ہیں۔ (تلویح)

ارادہ، عزم، قصد

محققین کے نزدیک ارادہ اس صفت کو کہتے ہیں جس سے دو مقاوی چیزوں میں ایک کو ترجیح دی جائے خواہ قدیم ہو خواہ حادث نیت، عزم، قصد تینوں میں ارادہ حادث مراد ہے۔ اسی لئے ان کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں ہوتا بخلاف ارادہ کے کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔

عزم، وہ ارادہ ہے جو فعل پر مقدم ہو۔

قصد، وہ ارادہ ہے جو فعل سے متصل اور فعل کے ساتھ پایا جاتا ہو۔

نیت، وہ ارادہ ہے جو عمل سے متصل ومقرن ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں عمل کی غایت بھی ملحوظ ہو۔

مثلاً ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا۔ سفر شروع کرنے تک عزم ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد قصد، اور اگر اس میں یہ بھی ملحوظ ہے کہ یہ حج کا سفر ہے تو نیت۔

امام شافعی کا مذہب

وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں۔ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے اس لئے اگر کسی نے وضو بغیر نیت کیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوا۔ اس وضو سے نماز نہ ہوگی۔ ان کے استدلال کا خلاصہ ہے۔

امام شافعی کا استدلال

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ الاعمال سے مراد، عبادات ہیں۔ مطلقا ہر عمل نہیں، مثلاً مباح یا گناہ مراد نہیں۔ الاعمال پر الف لام استغراق کے لیے ہے۔ اس لیے اس میں تمام عبادات داخل ہیں، خواہ وہ مقصود ہوں خواہ غیر مقصودہ۔ اور اگر الف لام جنس کے لیے مانیں تو بھی یہی حاصل۔ اس لیے کہ 'انّما' حصر کے لیے ہے۔ نیز مسندالیہ کا معرفہ ہونا بھی مفید حصر ہے۔ اور جنس کا حصر اس وقت ہوگا جبکہ اس کے تمام افراد کا حصر ہو۔ اگر ایک فرد بھی خارج ہوگا تو جنس کا حصر نہ ہوگا۔

باتفاق فریقین الاعمال کا مضاف محذوف ہے۔

کسی خاص مضاف کے حذف پر کوئی قرینہ نہیں۔ اس لیے مضاف محذوف عام ہوگا۔ یعنی وجود، حصول وغیرہ۔

تو اب مطلب یہ ہوا کہ کوئی عمل بغیر نیت کے موجود نہیں ہوتا۔ یہ باطل، اس لیے کہ اذان، قرارت، ذکر وغیرہ بہت سی عبادتوں کا وجود باتفاق فریقین ہوجاتا ہے۔

تو اب اس حدیث کے صدق کے لیے یہاں معنی مجازی مراد لینا لازم ہوا اور یہ معنی مجازی حکم ہے۔ اور حکم دو ہیں۔ دنیوی یعنی صحت وفساد، اور اخروی یعنی ثواب۔

امام شافعی کے یہاں عموم مجاز مراد لینا جائز نہیں۔ اس لیے بیک وقت دونوں مراد نہیں ہوسکتے۔ ان دونوں میں صرف ایک ہی مراد ہوگا۔ بہ نسبت ثواب کے صحت، عمل سے قریب تر ہے۔ اس لئے کہ صحت عمل پر مرتّب ہوتی ہے اور ثواب، صحتِ عمل

پر بھی صحت کا ترتب عمل پر بلا واسطہ ہے۔ اور ثواب کا بالواسطہ۔ اس لیے صحت مراد لینے کو ثواب پر ترجیح ہوئی۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے بھی اعمال ہیں۔ خواہ مقصودہ ہوں خواہ غیر مقصودہ سب کی صحت نیت پر ہے۔ اگر نیت ہے تو صحیح ورنہ فاسد۔ اس لیے وضو بھی بلا نیت صحیح نہیں۔

جواب

اس استدلال سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی عبادت نیت کے بغیر عبادت نہیں۔ اس سے ہمیں انکار نہیں ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ بلا نیت کوئی بھی عمل عبادت نہیں۔ حتیٰ کہ وضو و غسل بھی بغیر عبادت نہ ہوں گے۔ مگر کسی عمل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور اس کا عبادت ہونا اور بات۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شے فی نفسہ صحیح ہو مگر عبادت نہ ہو۔ جیسے نکاح۔ اگر بلا نیت طاعت کیا عبادت نہ ہوا۔ مگر شرعاً صحیح ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں اگر کسی نے بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو صحیح اگرچہ عبادت نہ ہوگا اس پر ثواب نہ ملے گا۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ مقصودہ جیسے نماز روزے۔ ان سے مقصود حصول ثواب ہے۔ انہیں اگر بغیر نیت ادا کیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوں گے اس لیے کہ ان سے مقصود ثواب تھا اور جب ثواب مفقود تو فوات مقصود کی وجہ سے اصل شے مفقود۔

دوسری عبادت غیر مقصودہ جو دوسری عبادتوں کے لیے ذریعہ ہوں جیسے نماز کے لیے چلنا، وضو، غسل وغیرہ۔

ان عبادات غیر مقصودہ کو اگر کوئی بہ نیت طاعت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا۔ اور اگر بلا نیت کرے تو ثواب نہیں ملے گا۔ مگر یہ ذریعہ وسیلہ ہونے کے اعتبار سے شرعاً صحیح ہوں گی اور ان سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور شوافع کے استدلال سے ثابت ہوا تو یہ کہ بغیر نیت وضو عبادت نہیں۔ یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ اس معنی کر صحیح بھی نہ ہوا کہ نماز

کے لیے ذریعہ بن سکے۔ یہ اگر عبادت نہ رہا تو کوئی خرابی نہیں۔ ان کا دوسرا اہم مقصد ذریعہ عبادت ہونا باقی رہا۔ جیسے چلنا کہ بے نیت طاعت مسجد کی طرف چلا تو یہ عبادت نہ ہوا مگر ذریعہ نماز تو ہو گیا۔ اسی طرح غسل طہارت ظاہری جس میں وضو بھی داخل ہے۔ بے نیت صحیح اگرچہ عبادت نہیں۔

احناف کا استدلال

شوافع کے استدلال سے ثابت ہوا کہ چند باتیں انہیں بھی تسلیم ہیں (۱) اعمال سے مراد عبادات ہیں (۲) نیت سے مراد نیت کا شرعی معنی، ارادہ طاعت ہے (۳) اور یہاں ''الاعمال'' کا مضاف خذوف ہے (۴) اور یہ ضرورۃً محذوف مانا گیا ہے ___ اب احناف کہتے ہیں: جو چیز ضرورۃً مقدر مانی جاتی ہے تو بقدر ضرورت ہوگی ضرورت سے زیادہ ماننے میں مفاسد کا فتح باب ہے۔

نیز اس کے حذف پر قرینہ بھی ہونا ضروری ہے۔ خواہ عقلی خواہ لفظی خواہ معنوی۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی عبادت کا ثواب بغیر نیت نہیں ___ نیز اس حدیث کا اخیر حصہ۔

''جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت عورت یا دنیا کے لیے ہو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔''

اس پر قرینہ ہے کہ کسی بھی عمل خیر پر ثواب نیت ہی سے ملے گا۔ بغیر نیت کوئی ثواب نہیں ملے گا ___ ان دو عقلی اور لفظی قرائن کی وجہ سے یہاں ثواب کا محذوف ماننا ضروری ہے۔ اور اتنے سے حذف کی ضرورت پوری ہو گئی اور ثواب حکم اخروی ہے تو حکم دنیوی یعنی صحت مراد لینا ساقط۔ نیز اگر حکم کو محذوف مانیں اور مراد لیں دنیوی حکم یعنی صحت۔ تو حدیث کا اخیر حصہ اول کے معارض ہوگا، کیونکہ، انما الاعمال

بالنیات کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر نیت عمل صحیح نہیں یعنی اس کا وجود ہی نہیں۔ اور عامل بری الذمہ نہیں ـــــ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلا نیت طاعت صرف حصول دنیا یا حصول عورت کے لیے ہجرت کرنے والے کی ہجرت کو ہجرت فرمایا۔ اور ان کو ادائے فرض سے بری الذمہ مانا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ یہ صحابہ تارک فرض ہو کر فاسق ہوئے۔ کیونکہ قبل فتح مکہ ہجرت فرض تھی۔ اور صحابہ کل عادل۔ تو ماننا پڑے گا کہ یہ ہجرت صحیح اور ایسے مہاجر بھی ہجرت کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اس لئے حدیث کے اول و آخر کو تعارض سے بچانے کے لیے ثواب کو محذوف ماننا لازم۔

اب جبکہ ثابت ہو گیا کہ یہاں محذوف ثواب ہے۔ تو حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ۔

ـــــ اعمال کا ثواب نیت ہی پر ہے۔ بغیر نیت کسی عمل پر ثواب کا استحقاق نہیں۔

ـــــ بلکہ اب اس کی بھی حاجت نہ رہی کہ اعمال کو عبادات کے ساتھ خاص رکھا جائے۔ مباحات بھی اگر بہ نیت طاعت کیے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب یہ مباحات عبادات ہو جائیں گے۔ مگر یہاں بحث یہ نہیں کہ کیا چیز مآل کے اعتبار سے عبادت ہو سکتی ہے۔ بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ جو چیز فی الحال عبادت ہے وہی مراد ہے، یا جو فی الحال مباح ہے اور مآل کار عبادت ہو وہ بھی مراد ہے۔

نیت کا ثواب

اول حصے میں ''اعمال'' افعال جوارح و افعال قلب کو شامل تھا جس میں نیت بھی داخل ہے۔ مگر نیت کے لیے نیت ضروری قرار دینے میں تسلسل لازم آتا ہے پھر اس نیت کے لیے بھی نیت ضروری ہوگی۔ اسی طرح یہ سلسلہ غیر متناہی چلے گا۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ وہاں اعمال سے نیت خارج ہے ''انما الاعمال بالنیات'' سے نیت کے

سو جملہ اعمال کا حکم بیان فرمانے کے بعد نیت کا حکم ارشاد فرمایا۔

---------- کہ ہر شخص کو اس کی نیت کا ثواب ملے گا۔ ______

اس کی تشریح اس حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

اذا ھَمَّ عَبدی بسَیئة فلا تکتبوھَا واذا ھَمَّ بحَسَنة فلم یعملھا فاکتبوھا حسنة فان عملھا فاکتبوھا عشراً

جب کوئی بندہ برائی کا ارادہ کرتے تو اسے مت لکھنا جب بندہ کسی نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کرسکی تو ''ایک نیکی لکھو'' اور اگر اسے کرلے تو دو لکھو۔

(بخاری کتاب التوحید، مسلم کتاب الایمان)

غزوہ تبوک میں ارشاد فرمایا ____ مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ اپنی مجبوریوں کی وہ سے رہ گئے۔ ہمارے ساتھ نہیں آسکے وہ بھی ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں تو ثواب میں کیسے شریک ہوں گے۔ فرمایا اپنی سچی نیت کی بدولت۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیارداری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے مگر اپنی نیت کی بدولت ثواب میں شریک ہیں۔ اور مال غنیمت میں بھی انہیں حصہ ملا ____

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ آدمی اگر کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کرسکے تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔

اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا: ''نیة المؤمن خیر من عملِه'' مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

اس طرح کہ نیت پر ثواب بلاشرط ہے اور عمل پر بشرط نیت ہے۔ نیز نیت میں

کوئی مشقت نہیں۔ اور عمل میں مشقت ہے۔

تفریع

دو حکم کلی بیان فرمانے کے بعد اس پر دو جز ہے کہ تفریع فرمائی۔ حصر کے دو جز ہوتے ہیں۔ جودی۔ عدمی۔ اسی طرح یہاں بھی ہیں ایک وجودی یعنی تمام اعمال کا ثواب نیت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا:

"جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے۔"

دوسرے عدمی یعنی کسی عمل پر بغیر نیت ثواب نہیں۔ اس پر فرمایا:

"اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔"

ہجرت کے معنیٰ

(۱) ہجرت، کے معنیٰ لغوی۔ چھوڑنے کے ہیں۔ حدیث میں ہے:

المهاجر من هجر ما نهى الله عنه

"مہاجر وہ ہے جو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا"۔

شریعت میں۔ ہجرت، دین بچانے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو کہتے ہیں۔ ہجرت کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب کبھی سنت کبھی مستحب، کبھی حرام کبھی مکروہ کبھی خلاف اولیٰ۔

دنیا

(۲) دُنُوٌّ سے مشتق ہے "فعلیٰ" کے وزن پر اسم تفصیل مونث ہے۔ دنو کے معنی قریب ہونا۔ دنیا کے معنی لغوی بہت زیادہ قریب ہونے والی ____ اور معنی عرفی سے مناسبت یہ ہے کہ دنیا زوال وفنا کے بہت قریب ہے۔

شریعت میں دنیا کسے کہتے ہیں۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے دنیا ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام مخلوقات خواہ اعراض ہوں خواہ جواہر دنیا ہیں۔

ہجرت کے اقسام

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں چار قسم کی ہجرت ہوئی۔

حبشہ کی ہجرت اولیٰ۔ حبشہ کی ہجرت ثانیہ۔ قبل فتح، مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت۔

حضرت علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اس حدیث کی اہمیت اور عظمت پر اجماع اور اتفاق ہے، اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ثلث اسلام ہے، امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں، بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ربع اسلام ہے، عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے کہا ہے کہ جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے وہ اس حدیث سے اپنی کتاب کی ابتداء کرے تا کہ اس کی نیت صحیح ہو، علامہ خطابی نے اس قول کو مطلقاً ائمہ سے نقل کیا ہے، امام بخاری اور دیگر ائمہ نے اسی وجہ سے اس حدیث سے اپنی اپنی تصانیف کی ابتداء کی ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات مقامات پر ذکر کیا ہے، حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے دو سو سے زیادہ راوی ہیں اور ان میں اکثریت ائمہ حدیث کی ہے البتہ شروع میں اس کے صرف ایک راوی ہیں اور وہ حضرت عمر ہیں اور ان سے صرف علقمہ نے روایت کیا، اسی بناء پر اس حدیث کو متواتر نہیں قرار دیا گیا، ہر چند کہ یہ عوام اور خواص میں مشہور ہے۔ (علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۱،

مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی شافعی مزید لکھتے ہیں: نیت کا معنی قصد اور ارادہ سے کسی کام کو معین کرنا، اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اعمال کے تحقق اور ثبوت کا مداد نیت پر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا شرعاً معتبر ہونا نیت پر موقوف ہے اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج، اعتکاف اور تمام عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں، باقی نجاست کا زائل ہونا ہمارے نزدیک نیت پر موقوف نہیں ہے۔ کیونکہ وہ باب ترک سے ہے اور ترک میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس پر فقہاء شافعیہ کا اجماع ہے، طلاق، عتاق، اور قذف میں بھی نیک کا دخل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کنایۃً طلاق دی تو اس میں نیت کا دخل ہے اور طلاق صریح میں نیت کا دخل نہیں ہے، اگر کسی شخص نے طلاق صریح دی پھر کہا اس سے میری نیت کچھ اور تھی تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔

(علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان علماء کا ردّ ہے جو طہارت اور بعض دیگر عبادات کو بغیر نیت کے جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ بات اپنے مقام پر بادلائل بیان کی جا چکی ہے کہ جس شخص نے وضو سیکھنے یا وضو سکھانے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے وضو کیا درآں حالیکہ اس فعل سے رفع حدث میں یہ دلیل بھی ہے کہ قسم، طلاق اور عتاق وغیرہ کے الفاظ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے، علماء کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے، ہمارے نزدیک حقوق العباد میں طلاق اور عتاق کے الفاظ

میں ظاہری معنی کا اعتبار ہوگا اور اگر کوئی شخص صریح طلاق اور عتاق کے الفاظ بول کر یہ کہے میری مراد اس سے طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں تھی، تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے صریح الفاظ سے جو معنی ظاہر ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۶۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے وضو اور غسل میں نیت کے وجوب پر استدلال کیا ہے، وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے، اور اس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور تمام عبادات میں نیت مطلوب ہے، اسی طرح طلاق اور عتاق میں بھی نیت ضروری ہے۔

اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری نہیں ہے، ایک روایت میں امام مالک کا بھی یہی قول ہے، فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اعمال کا کامل ہونا یا ان کا ثواب نیات پر موقوف ہے، کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا ہے: **ولکل امرأ مانوی** ''ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے'' اور سے ثواب ہی مراد ہے، نیز اگر اس سے مراد صحت لی گئی یعنی بغیر نیت کے عمل صحیح نہیں ہوتا تو لامحالہ بعض عبادات میں تخصیص کرنی پڑے گی، کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام کام بغیر نیت کے صحیح ہوتے ہیں، لہٰذا وضو اور غسل بھی بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔

تحقیق یہ ہے کہ یہ بات تو عقلاً باطل ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ ہر عمل کا شرعاً صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اعمال بغیر نیت کے شرعاً صحیح ہوتے ہیں، جیسا کہ بیع، شراء، اجارہ، نکاح، طلاق وغیرہ، اس لیے لامحالہ اس حدیث کو کمال اور ثواب پر موقوف کرنا ہوگا، یعنی ہر عمل کا کمال اور ثواب نیت پر موقوف ہے۔ (علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۰۔۳۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

☆☆☆☆☆

الحدیث الثانی
جبریل علیہ السلام کے سوالات

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللہ تَعَالَی عَنْه أَیضاً قَال: بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیه وسلم ذَاتَ یَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرَی عَلَیْه أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُه مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ إِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم فَأَسْنَدَ رُکْبَتَیْه إِلَی رُکْبَتَیْه وَوَضَعَ کَفَّیْه عَلَی فَخِذَیْه وَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِی عَنِ الإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیه وسلم: الإِسْلَامُ أَنْ تَشْهد أَنْ لَا إِلٰه إِلاَّ اللہ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللہ، وَتُقِیْمَ الصَّلَاۃَ، وَتُؤْتِیَ الزَّکَاۃَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ البَیْتَ إِنِ اِسْتَطَعتَ إِلَیْه سَبِیْلاً، قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَه یَسْأَلُه وَیُصَدِّقُه. قَالَ: فَأَخْبِرْنِی عَنِ الإِیْمَانِ. قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللہ، وَمَلَائِکَتِه، وَکُتُبِه، وَرُسُلِه، وَالْیَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَیْرِه وَشَرِّه، قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِی عَنِ الإِحْسَانِ. قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللہ کَأَنَّکَ تَرَاه، فَإِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاه فَإِنَّه یَرَاکَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِی عَنِ السَّاعَة. قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْها بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِی عَنْ أَمَارَاتِها. قَالَ: أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَها، وَأَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَة رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِیّاً ثُمَّ قَالَ: یَا عُمَرُ أَتَدْرِی مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللہ وَرَسُوْلُه أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّه جِبْرِیْلُ أَتَاکُمْ

یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان... الخ، ر:8، ص:21)

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے[۲] اُن پر آثارِ سفر ظاہر نہ تھے اور ہم سے کوئی اُنہیں پہچانتا بھی نہ تھا[۳] یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں شریف سے مَس کردیئے[۴] اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے[۵] اور عرض کیا اَے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتایئے[۶] فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں[۷] اور نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچ سکو[۸] عرض کیا کہ سچ فرمایا ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں[۹] عرض کیا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتایئے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو[۱۰] اور اچھی بُری تقدیر کو مانو[۱۱] عرض کیا آپ سچے ہیں عرض کیا مجھے احسان کے متعلق بتایئے[۱۲] فرمایا اللہ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اُسے دیکھ رہے ہو[۱۳] اگر یہ نہ ہوسکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے[۱۴] عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے[۱۵] فرمایا کہ جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں[۱۶] عرض کیا کہ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتادیجئے[۱۷] فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی[۱۸] اور ننگے پاؤں ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے[۱۹] راوی فرماتے ہیں کہ پھر سائل چلے گئے

میں کچھ دیر ٹھہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے عمر جانتے ہو یہ سائل کون ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور رسول جانیں [12] فرمایا یہ حضرت جبریل تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے [13] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[1] یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، جو شکل انسانی میں حاضر ہوئے تھے، جیسے بی بی مریم کے پاس مرد کی شکل میں گئے۔ فرشتہ وہ نورانی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کر سکتی ہے۔ جن وہ آتشی مخلوق ہے جو ہر قسم کی شکل بن جاتی ہے مگر روح وہ ہی رہتی ہے لہذا یہ آواگون نہیں۔

[2] یعنی وہ مسافر نہ تھے ورنہ ان کے بال ولباس غبار میں اٹے ہوتے۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل کے بال کالے، کپڑے سفید (چٹے) ہونا شکل بشری کا اثر تھا ورنہ وہ خود نوری ہیں، لباس اور سیاہ بالوں سے بری۔ ہاروت ماروت فرشتے شکل انسانی میں آ کر کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے۔ عصا موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا تھا، ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر میں کھانا، پینا، نکاح اس بشریت کے احکام تھے، روزہ وصال میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی، بغیر کھائے پیئے عرصہ دراز گزار لیتے تھے، آج صدہا سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر کھائے پیئے آسمان پر جلوہ گر ہیں یہ نورانیت کا ظہور ہے۔

[3] یعنی وہ مدینہ کے باشندے نہ تھے ورنہ ہم انہیں پہچانتے ہوتے، حضور تو انہیں خوب پہچانتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

[4] یعنی حضور سے بہت قریب بیٹھے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت جبریل کو

پہچان لیا تھا ورنہ پوچھتے کہ تم کون ہو اور اس طرح ملکر مجھ سے کیوں بیٹھتے ہو۔

۵ جیسے نمازی التحیات میں دوزانو بیٹھتا ہے۔ آج کل زائرین روضۂ مطہرہ پر نماز کی طرح کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں اس ادب کی اصل یہ حدیث ہے۔ حضرت جبریل نے قیامت تک کے مسلمانوں کو حضور کی بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھادیا اور بتادیا کہ نماز کی طرح یہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا حرام نہیں، ہاں سجدہ یا رکوع حرام ہے۔

۶ اسلام کبھی ایمان کے معنی میں ہوتا ہے، کبھی اس کے علاوہ یہاں دوسرے معنی میں ہے، یعنی ظاہر کا نام اسلام ہے، باطنی عقائد کا نام ایمان اسی لیے یہاں شہادۃ و اعمال کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ اب حضور کو صرف "یا محمد" کہہ کر پکارنا حرام ہے، رب فرماتا ہے: "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ" الخ۔ واقعہ غالبًا اس آیت کے نزول سے پہلے ہوا یا فرشتے اس آیت سے علیحدہ ہیں۔ (مرقاۃ)

۷ کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا مان لینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں "الحمد" پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورۃ فاتحہ لہٰذا اس حدیث کی بنا پر اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اسلامی فرقے مرزائی، چکڑالوی وغیرہ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلامی عقائد سے ہٹ گئے۔

۸ اس میں بظاہر حضرت جبریل سے خطاب ہے اور درحقیقت مسلمان انسانوں سے ورنہ فرشتوں پر نماز، روزہ، حج وغیرہ اعمال فرض نہیں، رب فرماتا ہے: "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ"۔ خیال رہے کہ یہ اعمال اسلام کا جزو نہیں کہ ان کا تارک کافر ہوجائے، یہاں کمال اسلام کا ذکر ہے، تارکِ اعمال مسلمان تو ہے مگر کامل نہیں۔

۹ کیونکہ پوچھنا نہ جاننے کی علامت ہے اور تصدیق کرنا جاننے کی علامت۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام آسمانی کتابوں سے واقف ہیں

کہ رب نے حضور کے بارے میں فرمایا: ''مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ''۔

۱۰؎ خیال رہے کہ عن الایمان میں ایمان اصطلاحی مراد ہے، اور ان تؤمن میں ایمان لغوی یعنی ماننا، لہذا یہ تعریف الشی بنفسہ بھی نہیں اور اسمیں دور بھی نہیں۔ تمام فرشتوں، نبیوں، کتابوں پر اجمالی ایمان کافی ہے، گو قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر تفصیلی ایمان لازم ہے۔

۱۱؎ اس طرح کہ ہر بری بھلی بات جو ہم کر رہے ہیں، اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہے اور اس کی تحریر ہو چکی ہے، تقدیر کے معنی ہیں۔ اندازہ۔ تقدیر دو قسم کی ہے: مبرم اور معلق مبرم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، معلق دعاء، اعمال وغیرہ سے بدل سکتی ہے، ابلیس کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی ''فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ'' حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہو گئی۔ تقدیر کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی تیسرے پارے میں ملاحظہ کریں۔

۱۲؎ یعنی رب نے فرمایا: ''لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی'' وغیرہ ان آیات میں احسان سے کیا مراد ہے جواب ملا کہ اخلاص عمل۔

۱۳؎ اگر تو خدا کو دیکھتا ہے تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھال کر عمل کرتا، ایسے ہی خوف کیساتھ دل لگا کر درست عمل کر۔

۱۴؎ یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو، تو ان شاء اللہ عبادت آسان ہو گی، دل میں حضور و عاجزی پیدا ہو گی، آنکھوں میں آنسو آئیں گے، اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین!

۱۵؎ کہ کس دن کس تاریخ اور کس مہینہ کس سال ہو گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم دیا ہے کیونکہ جاننے والے سے ہی پوچھا جاتا ہے۔ یہاں جبرئیل امین حضور کے امتحان یا اظہار عجز کے لیے تو

سوال کر نہیں رہے ہیں، بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تو ہے مگر اس کا اظہار نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور نے دوسرے موقعوں پر قیامت کا دن بھی بتا دیا مہینہ بھی تاریخ بھی کہ فرمایا جمعہ کو ہوگی، دسویں تاریخ محرم کے مہینہ میں ہوگی۔

۱۶ـ یہاں علم کی نفی نہیں ورنہ فرمایا جاتا "لا اعلمُ" میں نہیں جانتا بلکہ زیادتی علم کی نفی ہے، یعنی اس کا مجھے تم سے زیادہ علم نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے جبرائیل! یہاں لوگوں کا مجمع ہے اور قیامت کا علم اسرار الٰہیہ میں سے ہے یہ راز مجھ سے کیوں فاش کراتے ہو۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم بھی دیا (تفسیر صاوی وغیرہ) اسی لیے حضرت جبرئیل نے حضور سے یہ سوال کیا، علم قیامت کی تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں ملاحظہ کرو، حضور کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہاں حضرت جبرئیل کو پہچان لیا تھا۔

۱۷ـ یعنی اگر قیامت کی خبر دینا خلاف مصلحت ہے تو اس کی خصوصی علامت ہی بتا دیجئے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا، علامتیں واقف ہی سے پوچھی جاتی ہیں۔

۱۸ـ یعنی اولاد نافرمان ہوگی، بیٹا ماں سے ایسا سلوک کرے گا جیسا کوئی لونڈی سے تو گویا ماں اپنے مالک کو جنے گی، اس کی اور بھی تفسیریں ہیں۔

۱۹ـ یعنی دنیا میں ایسا انقلاب آوے گا کہ ذلیل لوگ عزت والے بن جائیں گے اور عزیز لوگ ذلیل ہو جائیں گے جیسا آج دیکھا جارہا ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیشہ ور اپنا موروثی پیشہ نہیں چھوڑ سکتا تاکہ عالم کا نظام نہ بگڑ جائے۔ (اشعۃ اللمعات) معلوم ہوا کہ کمینوں کا اپنا پیشہ چھوڑ کر اونچا بن جانا علامت قیامت ہے۔ اور اس سے نظام عالم کی تباہی ہے۔

۲۰؎ یہ صحابہ کا ادب ہے کہ علم اللہ اور رسول کے سپرد کرتے ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کا ذکر اللہ کے ساتھ ملا کر کرنا شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اور رسول جانیں، اللہ اور رسول فضل کریں، اللہ اور رسول رحم فرمادیں، اللہ اور رسول بھلا کرے۔ دوسرے یہ کہ حضور کو خبر تھی کہ یہ سائل جبریل تھے ورنہ آپ فرمادیتے کہ مجھے بھی خبر نہیں یہ کون تھے۔

۲۱؎ یعنی اس لیے آئے تھے کہ تمہارے سامنے مجھ سے سوالات کریں تم جوابات سن کر دین سیکھ لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر حضور کی اطاعت واجب ہے نہ کہ جبریل کی کہ یہاں جبریل نے حاضرین سے خود نہ کہہ دیا کہ لوگو! میں جبریل ہوں مجھ سے فلاں فلاں بات سیکھ لو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا تاکہ لوگوں کے لیے قابل قبول ہو۔ جبریل کے معنی ہیں" عبد اللہ" جبر بمعنی عبد، ایل اللہ بزبان عبرانی۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تھوڑے اختلاف سے روایت کی ان کی روایت میں ہے کہ جب تم ننگے پاؤں، ننگے بدن والے، بہروں، گونگوں کو زمین کا بادشاہ دیکھو قیامت ان پانچ میں سے ہے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر یہ آیت تلاوت کی کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے وہ ہی مینہ برساتا ہے[۱] (مسلم و بخاری)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۱ ص ۱)

فقیہ الہند مفتی شریف الحق امجدی نزہۃ المنظر میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تکمیل

اپنی طرز کے خلاف ہم نے یہ حدیث کتاب التفسیر کی لی ہے۔ اس لیے کہ اس میں فی خمس لا یعلمھن الا اللہ اِنَّ اللہ عندہ علم الساعۃ کا اضافہ مسئلہ علوم

خمسہ پر بحث کی تکمیل کے لیے اس آیت پر بھی بحث ضروری تھی۔ قرطبی نے کہا: یہ حدیث اس لائق ہے کہ اس کو اُم السنہ کہا جائے۔ اس لیے کہ یہ احادیث کے جملہ علوم کو متضمن ہے اسی لیے امام بغوی نے مصابیح اور شرح السنہ دونوں کتابوں کو اسی حدیث سے شروع کیا جیسے قرآن کریم سورۂ فاتحہ سے شروع کیا گیا۔ کہ وہ اُم الکتاب ہے۔ اجمالی طور سے قرآن کریم کے جملہ علوم پر مشتمل ہے۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ حدیث تمام ظاہری باطنی عبادات کے وظائف پر مشتمل ہے خواہ ایمان ہو خواہ جوارح کے اعمال ہوں خواہ دلوں کا اخلاص ہو۔ یہاں تک کہ شریعت کے کل علوم اس کی طرف راجع ہیں اور اس سے نکلتے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اس مبارک حدیث کے جو مختلف حصے مختلف صحابۂ کرام یا مختلف طرق یا مختلف کتابوں میں ہیں سب کو یکجا کر کے اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کے علاوہ یہ حدیث بالفاظ کچھ زیادتی کمی قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ خود حضرت ابوہریرہ نیز حضرت عمر حضرت انس حضرت جریر بن عبداللہ بجلی، حضرت ابن عباس حضرت ابوعامر اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد بن حنبل، بزار صحیح ابوعوانہ طبرانی وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر کسی امتیاز کے صحابۂ کرام کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اگر کوئی نا آشنا اجنبی حاضر ہوتا پہچان نہیں سکتا تھا۔ اسے پوچھنا پڑتا رسول اللہ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم حضور کے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ بنا دیں جس پر تشریف رکھیں تاکہ اجنبیوں کو پوچھنا نہ پڑے۔ اجازت ملنے پر صحابہ نے ایک چبوترہ بنا دیا جس پر حضور تشریف رکھا کرتے۔ اور صحابہ اس کے پہلو میں بیٹھتے۔ ایک دن مجمع عام میں حضور، اسی چبوترے پر اخیر عمر مبارک میں خطبہ دے

رہے تھے۔ فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو، حاضرین میں ہیبت طاری ہوئی جس کی وجہ سے کوئی کچھ دریافت نہ کرسکا۔ کہ اچانک ایک صاحب پیدل چلتے ہوئے نمودار ہوئے۔ نہایت خوبصورت، انتہائی سفید وشفاف کپڑے پہنے ہوئے جس پر نام کو بھی میل نہ تھا۔ ان کے بدن سے بہترین خوشبو اُٹھ رہی تھی۔ داڑھی اور بال بالکل سیاہ۔ نہ تو ان کی ہیئت مسافروں جیسی تھی۔ نہ ان پر سفر کا کوئی اثر تھا۔ تعجب یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ حاضرین نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا ہم پہچانتے نہیں یہ کون ہے؟

انھوں نے فرش کے کنارے سے پہونچ کر عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک آجاؤں فرمایا آجاؤ۔ کئی بار نزدیک آنے کا اذن طلب کیا۔ ہر بار اجازت ملی۔ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آنحضور کے بالکل نزدیک آکر آنحضور کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور اپنا ہاتھ حضور کے زانو پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

یارسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے سب فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے کل رسولوں جملہ نبیوں پر اور اس کی ملاقات پر اور موت پر اور قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ حساب، میزان، جنت دوزخ پر ایمان لاؤ۔ اور تقدیر پر ایمان لاؤ کہ اس کا اچھا برا میٹھا کڑوا سب خدا کی طرف سے ہے۔

یہ جواب سنکر اس نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ حاضرین کو حیرت ہوئی سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے پوچھا۔ یارسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ

تم اس کی گواہی دو۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور فرض نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو اور فرض زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اگر بیت اللہ جانے کی استطاعت ہو تو حج کرو۔ عمرہ کرو۔ جنات سے غسل کرو۔ کامل طریقے سے وضو کرو۔ اس نے عرض کیا۔ آپ نے سچ فرمایا۔

پھر پوچھا: یا رسول اللہ! مجھے احسان کے بارے میں بتایئے؟ فرمایا: احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو اس طرح کی خشیت رکھو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ گر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ انھوں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر دریافت کیا: قیامت کب آئے گی۔ اس سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گردن جھکالی کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے تین بار یہی سوال دہرایا۔ تو سر اقدس اٹھا کر فرمایا۔

قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اس کے بعد انھوں نے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔ یا یہ کہ آنحضور نے ازخود فرمایا۔ میں تمھیں قیامت کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں۔ فرمایا۔ قیامت کی نشانیاں یہ ہیں کہ، باندی اپنے آقا کو جنے گی۔ ننگے بدن پاؤں رہنے والے، گونگے، بہرے حکومت کریں گے۔ بھک منگے، بکریوں، کالے اونٹوں کے چرواہے محلوں میں فخر کریں گے۔

قیامت کب آئے گی یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آنحضور نے سورۂ لقمان کی یہ اخیر آیت تلاوت فرمائی۔

اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہ بارش برساتا ہے۔ اور ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کل کیا کھائے گا کسی کو نہیں معلوم کہ کہاں مرے گا

اس میں کوئی شک نہیں اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ (سورۂ لقمان)

اس کے بعد یہ شخص چلے گئے۔ جب چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں واپس لاؤ، صحابہ کرام نے ہر طرف تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔ اب حضور نے فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو یہ کون تھے۔ یہ جبرئیل تھے۔ تم لوگوں نے اس وقت کچھ نہیں پوچھا تو یہ آئے تھے کہ تم کو دین سکھائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جب بھی جبرئیل آئے میں نے پہچان لیا۔ مگر اب کی بار نہ پہچان سکا۔ یہ واپس ہونے کے لیے جب مڑ چکے تھے جب پہچانا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تین دن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ملاقات کی اور دریافت فرمایا۔ تمھیں معلوم ہے وہ سائل کون تھے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ جبرئیل تھے۔ تمھیں دین سکھانے آئے تھے۔

نکات

(۲) بخاری میں جتنا حدیث کا متن ہے۔ اس پر وارد بہت سے شبہات اس حدیث کے متفرق متون کو جمع کر دینے سے دور ہو گئے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر کی زیادتی ہے وہ راویوں کی طرف سے ہے کہ انھوں نے اپنی یادداشت یا ضرورت کے مطابق ذکر کیا۔

اب چند ضروری گوشوں کی توضیح باقی رہ گئی ہے وہ حاضر ہیں۔

(الف) جبرئیل اس خاص ہیئت کے ساتھ اجنبی بن کر کیوں حاضر ہوئے؟ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کریں اس لیے ہم لوگوں کی خواہش رہتی تھی کہ کوئی ذہین دیہاتی آ کر کچھ پوچھے اور ہم سنیں۔ اسی

حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اذن عام دیدیا تھا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو مگر ہیبت کی وجہ سے کوئی کچھ نہ پوچھ سکا ـــ اس لیے جبرئیل امین اجنبی بن کر حاضر ہوئے کہ صحابہ یہی سمجھیں کہ یہ کوئی دیہاتی ہیں۔ اگر صحابہ کرام کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ جبرئیل ہیں۔ تو اس کا امکان تھا کہ صحابہ پر ان کی بھی ہیبت طاری ہو جاتی۔ ہو سکتا ہے ان کی زیارت میں انہماک ہو جاتا اور ان کے سوالات و جوابات کو کما حقہ مستحضر نہ رکھ پاتے۔

(ب) بچھونے کے کنارے ہی سلام کرنے کے بعد بار بار نزدیک آنے کا اذن مانگنا اس لئے تھا کہ تمام حاضرین ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ نیز یہ بتانا تھا کہ بزرگوں کے بہت نزدیک بلا ان کی اجازت کے نہیں ہونا چاہیے۔ خصوصاً جب مجلس بھری ہوئی ہو۔

(ج) گردنیں پھلانگتے اس لئے آئے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ بغیر اس کے قریب آنا ممکن نہ ہو نیز یہ بدویانہ طریقہ اس لیے اختیار کیا کہ لوگ یہی سمجھیں کہ واقعی یہ کوئی بدوی ہیں۔

(د) گھٹنے سے گھٹنے ملا کر، زانو اقدس پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے۔ یہ بتانے کے لیے کہ تلمیذ و استاذ میں جتنی موانست ہوگی قرب ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ فیض ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: فوضع یدیہ علی فخذیہ۔ اس میں یدیہ کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ رجل ہے۔ البتہ فخذیہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہوں۔ تو وہ معنی ہوں گے جو ہم نے بیان کیا دوسرے یہ کہ اس کا مرجع بھی رجل ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ آنے والے نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے۔ اسی میں ادب زیادہ ہے۔ اور پہلے سے یگانگت کا بہت زیادہ اظہار نیز بدویت کا بھی۔ ہم نے پہلی شق اس لیے اختیار کی کہ سلیمان تیمی کی

روایت میں یہ تصریح ہے۔ دفع یدہ علی رکبتی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ نیز بغوی اور اسماعیل تیمی نے انھی پر جزم فرمایا۔ اور طیبی نے اسی کو ترجیح دی۔

(ہ) سفید شفاف بے داغ لباس پہن کر حاضر ہوئے اس میں اشارہ ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے سامنے اس طرح حاضر ہونا چاہیے کہ اس کا ذہن پندار کے داغ سے ملوث نہ ہو۔

(و) سیاہ بال جوانی کی نشانی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ طالب علم کا بہترین زمانہ جوانی ہے۔

(ز) انتہائی خوبصورت بہترین خوشبو کے ساتھ آنے میں یہ تلقین ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے حضور اچھی سے اچھی ہیئت میں حاضر ہونا چاہیے۔ جس سے اس کی طرف میلان قلب ہو ایسی ہیئت سے نہ حاضر ہو کہ اسے تکدر یا نفرت ہو۔

(۳) ایمان باللہ۔ ایمان بالرسول۔ ایمان بالملئکہ و ایمان بالکتب کی تشریح۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ اور اس کی تفصیل کتاب میں متعدد جگہ آئے گی۔ توضیح طلب باتیں تین ہیں۔ موت پر ایمان اور اس کی ملاقات پر ایمان، اوبعثِ آخر یا یوم آخر پر ایمان۔

(الف) موت ایسی چیز ہے کہ اس کا سبھی کو یقین ہے۔ پھر اس پر خصوصیت سے ایمان لانے کا ذکر غالباً اس بنا پر ہے کہ موت کا یقین سب کو ضرور ہے۔ مگر اس سے غفلت عام ہے۔ مراد یہ ہے کہ موت سے غفلت نہ برتی جائے۔ اسے یاد رکھا جائے۔ یا اس سے پوری دنیا کا کلیۃً فنا ہو جانا مراد ہے۔

(ب) بعث سے مراد قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور یہ بہرحال آخر ہے۔ اگر آخر صرف توضیح و تاکید کے لیے ہے۔ جیسے کہتے ہیں، کامس

الذاھب۔ حالانکہ اَمسِ کا معنی ہے کل گزشتہ کے۔ یا اس بنا پر کہ بعث دو ہیں۔ ایک عدم سے وجود میں آنا۔ یا ماں کے پیٹ سے دنیا میں آنا۔ دوسرے قیامت کے دن۔ یہ دوسرا پہلے کی بہ نسبت آخر ہوا۔

(ج) یوم آخر سے مراد قیامت ہے اس کو یوم آخر۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ جن ایام کی حد ہمیں معلوم ہے۔ ان میں سب سے آخر دن ہے۔ یوم آخر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جو احوال و اہوال اور معاملات پیش آئیں گے۔ ان سب پر ایمان لانا۔ مثلاً حساب کتاب، وزن اعمال، پل صراط پر گزر، جنت دوزخ، جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(د) اللہ کی ملاقات سے مراد یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری ضروری ہے۔ یا یہ کہ اس کی روایت مراد ہے کہ مومنین کو اس کی زیارت ہوگی۔ جیسا کہ اس کے بارے میں احادیث مشہور وارد ہیں۔ یہ اگرچہ یوم آخر کے احوال میں داخل ہے۔ مگر اہمیت کی وجہ سے اس کو علیحدہ بھی ذکر کیا۔

(۴) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان و اسلام دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، لیکن یہ کلئیہ صحیح نہیں۔ یہاں جن امور کو اسلام بتایا۔ وفد عبدالقیس کی حدیث میں انھیں کو ایمان بتایا۔ نیز قرآن مجید میں ہے۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔	اس بستی میں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو باہر کیا ہم نے اس بستی میں صرف ایک گھر مسلمان کا پایا۔

(الذریات آیت ۳۵، ۳۶)

یہاں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو مومن بھی فرمایا۔ اور مسلمان بھی۔ اس سے ظاہر کہ مومن اور مسلمان مرادف ہیں۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام بھی

مرادف ہیں۔

لیکن اس حدیث جبرئیل اور دیگر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں۔ نیز قرآن مجید ہی میں ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔

گنواروں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ فرما دو ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو ہم تابع ہو گئے۔ ابھی تمہارے دلوں میں ایمان کہاں داخل ہوا۔

اس آیت میں ایمان کی نفی کر کے اسلام کا اثبات ہے۔ اس سے ظاہر کہ ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ اطلاق میں کہیں کہیں تغایر کی بو آتی ہے۔ ورنہ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

ہم کتاب الایمان کی ابتداء میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ایمان، تصدیق اور اقرار باللسان دونوں کا نام ہے۔ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے ہیں۔ اور اسلام کے لغوی معنی تابعدار ہونے کے ہیں۔ شرع میں اسلام کے معنی ہیں۔ اس دین کا پابند ہونا جو خدا کی طرف سے رسول اللہ ﷺ لائے۔ ظاہر ہے کہ انسان کسی دین کا پابند اسی وقت ہوگا جب اس کے اصول کو سچ جانے اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرے۔ اور یہی جاننا ایمان ہے۔ اور جب انسان کسی کے اصول کو سچ جان لے گا۔ اور اس کا اقرار بھی کرے گا تو اس کا پابند بھی ہوگا۔ لہٰذا ایمان و اسلام ایک ہوئے۔

ہاں اطلاق میں کہیں کہیں اسلام ظاہری اعمال کی ادائے گی پر بولا گیا ہے۔ اس لحاظ سے فرق صرف اعتباری ہوگا۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ حدیث جبرئیل اور سورۂ حجرات کی اس آیت میں یہی اطلاق ہے۔ ورنہ حدیث جبرئیل کا آخر اس کا رد ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان سب کو دین فرمایا جس میں ایمان بھی داخل ہے۔ اور خود

قرآن مجید میں۔

مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ اور ارشاد ہوا وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	جو اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول کرے اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کیا۔

ان آیات میں صرف اسلام کو دین بتایا۔ کیا ایمان دین سے خارج ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ اور ضرور صرف نفی میں ہے۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام دو متضاد چیزیں نہیں۔ مسلمانوں کے عرف میں بولتے ہیں۔ فلاں ایمان لایا۔ یا بولتے ہیں فلاں اسلام لایا۔ دونوں کے معنی بلا کسی وغدغہ کے ایک ہیں۔ ہاں اطلاق کے اعتبار سے شریعت میں اس کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ ایمان اور اسلام دونوں کا ایک مفہوم پر اطلاق جیسے وفد عبدالقیس والی حدیث اور سورۂ ذٰریٰت کی مذکورہ آیت میں۔ اسلام کا اور ایمان کا الگ الگ معنوں میں اطلاق جیسے سورۂ حجرات کی آیت میں تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہر بھلائی بُرائی اللہ عزوجل نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر کر دی ہے جو بات جیسے ہونے والی تھی اور جو شخص جو کچھ کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل اسے ازل سے جانتا تھا۔ اسی کے مطابق لکھ لیا۔ اب اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ محال ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کے احوال جانے بغیر جو چاہا لکھ دیا۔ اور اب ہم اس لکھنے کی وجہ سے ویسا ہی کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ مثلاً زید کے ذمے برائی لکھی۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل کو معلوم تھا کہ برائی کرے گا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو اس کے ذمے بھلائی لکھتا۔ اس کو یوں سمجھے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو جمادات پتھر کنکر کی طرح بے حس وحرکت بے اختیار نہیں بنایا۔ بلکہ ایک نوع اختیار بھی دیا ہے کہ کسی کام کو چاہے تو کرے ___ چاہے تو نہ کرے۔ اسی کے ساتھ

عقل بھی دی کہ وہ بھلے برے نفع نقصان کو پہچان سکے۔ اور ہر قسم کے سامان و اسباب مہیا فرما دیئے کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ان سامان سے کام لے۔ اسی اختیار پر مواخذہ ہے۔ اپنے آپ کو جمادات کی طرف مجبور محض سمجھنا۔ یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

تقدیر کے منکرین کو نبی ﷺ نے اس امت کا مجوس فرمایا۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ مجوس دو خالق مانتے ہیں خالق خیر یزداں۔ خالق شر اہرمن۔ اور قدریہ یعنی تقدیر کے منکرین انسانوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں۔ انھوں نے دو ہی نہیں کروڑوں خالق مانے۔

تقدیر قضا ہم معنی ہیں۔ قضا کی تین قسمیں ہیں۔ مبرم حقیقی، جو علم الٰہی میں کسی چیز پر معلق نہیں۔ معلق محض۔ ملائکہ کے صحیفوں میں جس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہو۔ معلق شبیہ مبرم۔ صحف ملائکہ میں جس کی تعلیق مذکور نہیں۔ مگر وہ علم الٰہی میں معلق ہے۔

مبرم حقیقی کی تبدیل محال ہے۔ اگر محبوبانِ بارگاہ اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس سے روک دیا جاتا ہے۔ مثلاً فرشتے قوم لوط پر عذاب لے کے آئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بآں قرب و اختصاص بہت کچھ عرض و معروض کی۔ یہاں تک کہ ان کی عرض و معروض کو قرآن کریم نے مجادلے سے تعبیر فرمایا۔

ارشاد ہے:

یُجَادِلُنَا فِی قَوْمِ لُوْط۔

ابراہیم ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

مگر چونکہ یہ عذاب مبرم حقیقی تھا۔ اس لئے نہ رکا۔

قضا معلق۔ اولیاء کرام کی دعاؤں ان کی توجہ اور اعمالِ حسنہ سے ٹل جاتی ہے۔ معلق شبیہ مبرم تک عامۂ اولیا، کرام کی رسائی نہیں۔ اکابر کی ہجوان کی دعا توجہ سے ٹل جاتی ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کو فرمایا:

اِنِّی اَرُدُّ الْقَضَاءَ بعدَمَا اُبْرِمَ میں قضاء مبرم کو بدل دیتا ہوں۔

اور اسی حدیث میں فرمایا گیا۔

اِنَّ الدُّعَاءَ یرُدَّ القضَاءَ بعدَ مَا اُبْرِمَ۔ دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

تقدیر کے مسائل عقول متوسط کی دسترس سے باہر ہیں۔ ماوشما کس گنتی میں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس میں بحث کرنے سے روک دیا گیا۔ اس میں زیادہ غور و خوص بحث و تمحیص بہت نقصان دہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ استدلالی نہیں۔ صرف کشفی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مسئلہ جتنا ہی دقیق اور عام عقلوں کی دسترس سے بالاتر ہے۔ اتنا ہی لوگ اس میں کرید کی کوشش کرتے ہیں۔ اسے عام فہم اسے قریب کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے۔ ہم چلتے ہیں پھرتے ہیں اٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں زندگی کے روز مرہ کے معمولات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ ہم اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے ہیں۔ ہم جو چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں جو نہیں چاہتے ہیں نہیں کھاتے پیتے۔ ہم جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں نہیں چاہتے ہیں نہیں جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس کے برخلاف رعشے کی بیماری والا ہے۔ کہ وہ لاکھ چاہے کہ اس کا سر اور اس کا ہاتھ اس کا پاؤں نہ ہلے مگر وہ روک نہیں سکتا۔ فالج زدہ، مفلوج عضو کو لاکھ چاہے حرکت نہیں دے سکتا۔ اس کے برخلاف ایک تندرست انسان جب چاہے جس عضو کو

چاہے حرکت دے سکتا ہے حرکت سے روک سکتا ہے تندرست کی حرکات وسکنات رعشہ اور فالج زدہ کی طرح بے اختیاری نہیں ___ مگر اس اختیار کے باوجود روزمرہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ کہ ایک انسان ایک بات کو چاہتا ہے اس کے لئے لاکھ جتن کرتا ہے۔ سب تدبیریں کر ڈالتا ہے۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ ہمیں اختیار بھی ہے قدرت بھی ہے۔ مگر بالکل نہیں۔ ہمارا اختیار ہماری قدرت کسی اور قدرت والے اختیار والے کے ماتحت ہے۔ یہی تقدیر ہے۔

(۵) احسان باب افعال کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ حسن ہے۔ جب اس کا مفعول بغیر حرف جر کے آتا ہے تو اس کے معنی اچھا کرنے کے آتے ہیں۔ اور جب الی کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کو نفع پہنچانے کے یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ عبادت کے اندر احسان کیا ہے۔ اسے یوں فرمایا۔

اَنْ تعبدُ الله كانّك تراه فان لم تكن تراه فانّهٗ يراك	اللہ کی یوں عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ تم عبادت میں یہ تصور رکھو گویا کہ اللہ عزوجل کو تم دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ تم اسے نہیں دیکھتے اور نہ دیکھ سکتے ہو۔ مگر وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اسی کی دوسری حدیث میں یوں فرمایا۔

اُعْبُدْ رَبَّكَ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ كَعِبَادَتِكَ فِيْ حَالِ الدَّان۔	ہر حالت میں اپنے رب کی یوں عبادت کرو جیسے حالت مشاہدہ میں کرتے۔

اس تقدیر پر احسان کا صرف ایک درجہ ہوا۔ وہ یہ کہ اللہ کی عبادت یوں کریں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا

اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں عبادت کرو کہ گویا تم کو وہ دیکھ رہا ہے۔

اب احسان کے دو درجے ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت کے خلاف یہ خیال جما رہے کہ اللہ عزوجل کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال جمارہے کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب بندے کو یہ حضور حاصل ہو کہ اللہ عزوجل ہم کو ہمارے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے تو پھر نہ کوئی طاعت چھوٹے گی نہ اس کے آداب و شرائط میں کوئی کمی ہوگی۔ اور نہ کوئی گناہ پر جرأت ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مالک دروازے پر بیٹھا ہوا نوکروں سے کام لے رہا ہے۔ نوکر اپنے کام میں لگے ہیں۔ مالک کو نہیں دیکھتے مگر یہ جانتے ہیں کہ مالک ہم کو دیکھ رہا ہے۔ تو کام میں نہ کمی کریں گے نہ قصداً کام بگاڑیں گے۔ بخلاف اس کے کہ مالک موجود نہ ہو۔

لیکن اگر دربار شاہی میں کوئی شہنشاہ کے روبرو موجود ہو شہنشاہ کے چہرے پر اس کی نظر ہو تو اس کا کیا حال ہوگا۔ ظاہر ہے۔ کیا وہاں حکم عدولی کی جرات ہوگی تعمیل حکم میں تاخیر کی مجال ہوگی۔ کیا آداب دربار کی خلاف ورزی ہوگی۔ کیا کوئی اپنے کو لایعنی باتوں میں مشغول رکھے گا۔ خصوصاً جبکہ شہنشاہ ایسا ہو جس پر ظاہر و باطن سب اس پر منکشف ہوں۔ آنکھوں کی چوری سے لے کر سینے کے اندر تک مطلع ہو۔ دل کی دھڑکنوں کے ساتھ خطرات بھی اس سے پوشیدہ نہ ہوں۔ عمداً و بہت دور ہے کیا دل میں بغاوت سرکشی حکم عدولی کا وہم بھی آسکے گا؟

اور سوچوں! جبکہ شہنشاہ مالک حقیقی ذوالجلال والجبروت ہو۔ اور اس کے ساتھ حسن و جمال میں بھی لاشريك له تو حاضر باش کا کیا حال ہوگا۔ ع ذوق ایں می نشناسی بخدا تا نہ چشی۔

یہ حضور اقدس ﷺ کے ان جوامع کلم میں سے ہے کہ اس کی تشریح سے دفتر

[illegible]
گئیں اور ہر ادائیں خاص ... کی۔ اور ... [illegible]
بھی اس کو ... [illegible] ... صلی اللہ علیہ وسلم ... [illegible]
اس کی طرح اعمال ہیں۔ اعمال کے ادا کرنے کے اعتبار سے تین درجے ہیں۔

اول: حسب تفصیل الله تعالی ... ساتھ ادا کرنا ... [illegible] فرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ یہ عوام کے لیے ہے۔

دوم: عبادت میں کامل یہ تصور ہو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ خواص کا مقام ہے۔

سوم: عبادت میں یہ شعور حاصل ہو کہ گویا بندہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ اخص الخواص کا مقام ہے۔

عمارہ بن قعقاع کی روایت اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں ''ان تعبد اللہ'' کے بجائے ان تخشی اللہ ہے اب احسان سے مراد عبادت کا احسان نہیں ہوگا۔ بلکہ اسلام کا احسان ہوگا۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسلام کا احسان کیا ہے؟ جواب ارشاد ہوا۔

اللہ سے یوں ڈرتے رہو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں ڈرتے رہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہاں تخشی اللہ کا مفعول محذوف ہے۔ جو عموم کا افادہ کرتا ہے۔ کہ ہر وقت اللہ سے ان دونوں تصور میں سے ایک کے ساتھ ڈرتے رہے۔ خواہ حالت عبادت میں ہو خواہ کسی حالت میں۔ یہ دوام اپنے دونوں مدارج میں سے کسی ایک درجے میں جسے بھی نصیب ہو جائے اس کے مدارج کا اندازہ کون لگا سکے گا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

کأنك تراہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بیداری کے ساتھ تم

سر سے دیدار الٰہی ممکن نہیں۔ ورنہ کَاَنَّكَ (گویا دیکھ رہے ہو) نہ فرماتے۔ بلکہ یہ فرماتے یوں عبادت کرو کہ اسے دیکھو اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث دلیل ہے کہ فرمایا:

واعلمو انکم لن تروا ربکم حتیٰ تموتو.	جان لو! موت سے پہلے اپنے رب کا دیدار ہرگز نہ کرو گے۔

حضور اقدس ﷺ کا دیدار الٰہی کرنا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ احادیث اس کے لیے مخصص ہیں۔ رہ گیا خواب میں وہ صحابۂ کرام، اولیاء کرام کے لیے حاصل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رأیت ربّی فی سکک المدینة میں نے اپنے رب کو مدینے کی گلیوں میں دیکھا۔ اس سے مراد یہی خواب میں دیکھنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مدینے کی گلیوں میں رہتے ہوئے میں نے رب کا جلوہ دیکھا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو مرتبہ اور غوث اعظم کو کئی مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی۔

(۶) عبادت کے معنی

قاضی بیضاوی علامہ نسفی وغیرہ مفسرین نے عبادت کے یہ معنی بتائے ہیں:

اقصی غایة الخضوع والتذلل	کسی کے لیے انتہائی حد تک عاجزی و فروتنی کرنا۔

اقصیٰ غایت تذلیل، عبادت اور اس سے کم درجہ تعظیم ہے۔

اقصیٰ غایت کی حد کیا ہے۔ اس کا دارومدار نیت پر ہے۔ اس کی قدرے توضیح یہ ہے۔ کہ ن مختلف اشخاص وہستی کے سامنے تذلل ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے سامنے۔ بیٹا باپ کے سامنے۔ شاگرد استاد کے سامنے۔ مرید شاخ کے سامنے۔ امتی نبی کے روبرو۔ اور ایک عابد معبود کے حضور۔

ہر شخص پر ظاہر ہے کہ تذلل کے یہ سب مدارج یکساں نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ اقصیٰ غایت تذلل عبادت۔ اس سے فروتر تعظیم، جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے کہ اس کا دارومدار نیت پر ہے۔

کسی ہستی کو واجب الوجود اعتقاد کر کے یا واجب الوجود کے خواص ولوازم میں سے کسی ہستی کے لیے ثابت مان کر یا کائنات عالم کی تدبیر میں کس کے لیے ایسا دخل ماننا کہ اس سے بغیر نظام نہیں چل سکتا یا نفع وضرور پہنچانے یا تخلیق و ایجاد میں کسی کو مستقل بالذات ماننا اس معنی کر کہ وہ بے اذنش الہی کے جو چاہے کرے یا تحلیل وتحریم کا اختیار مستقل ماننا یا کسی کی ذات وصفات کو ذاتی مان کر تذلل کرنا غایت تعظیم اور عبادت ہے اور ان مذکورہ تصورات کے بغیر کسی کے لئے تذلل کرنا عبادت نہیں۔

اور صحیح بات تو یہ ہے۔ عبادت اور تعظیم کی حد فاصل ہر عاقل جانتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسے الفاظ کا جامہ پہنانا ذرا مشکل ہے۔ سجدہ ایک فعل ہے۔ دوزانو بیٹھنا ایک فعل ہے۔ یہی کبھی عبادت ہے کبھی تعظیم۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ماں باپ اور بھائیوں نے جو سجدہ کیا یہ تعظیم تھا اور نماز کا سجدہ، عبادت، جبرئیل امین خدمت اقدس میں باادب تلمیذ کی طرح دوزانو بیٹھے یہ تعظیم۔ اور قعدہ میں عبادت روضۂ اقدس کی حاضری کے وقت دست بستہ کھڑا ہونا۔ تعظیم اور نماز میں عبادت، ہم عام حالات میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ نہ تعظیم ہے نہ عبادت۔ اور کسی مقتدار دینی کے لئے کھڑے ہو گئے یا اس کے سامنے کھڑی ہیں تو یہ تعظیم اور مالکیہ کے یہاں مطلقاً نماز میں اور احناف وشوافع کے یہاں رکوع کے بعد سجدے سے پہلے کھڑا ہونا عبادت اس لئے ماننا پڑے گا کہ تعظیم وغیر تعظیم عبادت وغیر عبادت میں سب کو امتیاز آتا ہے۔ البتہ الفاظ کے قالب میں اسے ڈھالنا ذرا متعذر ہے۔ اور یہ صرف عبادت اور تعظیم ہی کی بات نہیں۔ بہت سی چیزیں

ایسی ہیں جن کو سب جانتے ہیں۔ مگر اس کی تعریف پوچھو تو کم ہی لوگ بتا پائیں گے۔ مکان و زمان، حرکت و سکون، کون نہیں جانتا مگر ذرا اس کی تعریف پوچھ کر دیکھو؟ اور ان کی جو تعریفیں کی جاتی ہیں۔ کتنی آسان ہیں۔ وہ فلسفے کے متعلم اور معلم سے پوچھو۔ آج کل کچھ لوگوں نے عبادت کی تعریف یہ گڑھ لی ہے۔ کسی کو مافوق الفطری قوت کا مالک، اعتقاد کر کے اس کی قربت و نزدیکی حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرنا۔

(روداد مناظرہ بجرڈیہہ)

یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ صحابہ سے منقول ہے نہ علمائے سلف سے نہ علماء خلف سے۔ انعامی اعلان کے باوجود آج تک نہیں بتایا گیا۔ اور نہ قیامت تک کوئی بتا سکتا ہے۔ اور بداہۃ یہ باطل ہے۔ ورنہ لازم کہ ساری امت ہی نہیں انبیاء کرام خود اللہ عزوجل، مشرک ہو۔ وہ یوں کہ نصِ قرآنی ثابت کہ انبیاء کرام میں فوق الفطری قوتیں تھیں بلکہ یہ بھی ثابت کہ امتیوں میں بھی تھیں۔ حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے وحوش وطیور جنات کا تابع ہونا ہوا کا ان کے قابو میں ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا اور عصا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کی مورت میں جان ڈالنا اور مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دینا مردے جلانا۔ حضرت آصف بن برخیا کا سیکڑوں میل کی دوری سے بلقیس کا منوں وزنی تخت پلک جھپکنے کے اندر لانے کی قوت۔ یہ سب موفوق الفطری قوتیں ہیں تو ہیں۔ پھر یہ تعریف بالمجہول، فوق الفطری کی تحدید کیا ہے۔ اس کو کوئی صاف متعین کر دیا۔ اور تعریف بالمجہول۔ تجہیل محض و باطل۔ اس لئے یہ تعریف من گڑھت ہونے کے ساتھ ساتھ لایعنی بلکہ منجر الی الکفر ہے۔ (پوری تفصیل کے لئے بجرڈیہہ کی روداد مناظرہ کا مطالعہ کریں)

(۷) ماالمسئول عنہا باعلم من السائل قیامت کے بارے میں جس

سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہاں نفی اسم تفضیل پر داخل ہوئی۔ جو صرف تفضیل کی نفی کرتی ہے۔ بالکلیہ مشتق منہ کی نفی نہیں کرتی جس کا مفاد یہ ہوا۔ کہ قیامت کے بارے میں، میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اتنا میں بھی جانتا ہوں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ قیامت کا علم نہ تجھے ہے نہ مجھے۔ بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے علم میں ہم اور تم برابر ہیں۔ اس قدر پر علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی دونوں شارحین کا اتفاق ہے کہ یہ ۔۔۔ تساوی فی العلم پر دلالت کرتا ہے عینی میں ہے۔

مشعرة بوقوع الاشتراك في العلم۔ والنفي توجه الى الزيادة فيلزم ان يكون ممناه انهما متساويات في العلم به

(ص ۲۹۳ جلد ۱)

یہ علم میں اشتراک کو بتا رہا ہے اور نفی زیادت کی طرف متوجہ ہے اس لئے لازم ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ دونوں اس کو جاننے میں برابر ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا۔ قیامت کب آئے گی یہ جبرئیل بھی جانتے تھے اور حضور اقدس ﷺ بھی جانتے تھے اس پر قرینہ تو یہ ہی نہیں بلکہ بڑی مضبوط دلیل ابوفروہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

فنكس فلم يجبه ثم اعادفلم يجبه ثاثمه رفع راسه وقال مالمسئول عنها الحديث فتح (ص ۱۱۲ ج ۱، عینی ص ۱۸۴ ج ۱)

اس سوال پر حضور نے سر جھکا لیا کوئی جواب نہیں دیا، تین بار یہی ہوا۔ تو سر اقدس اٹھایا۔ اور فرمایا: مسئول عنہا سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اگر حضور اقدس ﷺ کو قیامت کا علم نہ تھا۔ اور اس جملے کا یہی مطلب ہے کہ

تمہاری طرح میں بھی نہیں جانتا تو دیگر سوالات کے جوابوں کی طرح بلاتوقف کیوں نہیں فرما دیا۔ اتنے غور کی کیا حاجت تھی، کہ انھیں تین بار سوال دہرانا پڑا۔ بات بالکل صاف ہے کہ اگر نہ جانتے ہوتے تو بلاتوقف فرما دیا ہوتا۔ لیکن بات یہ نہیں جانتے تھے مگر بتانے کی اجازت نہ تھی۔ تو اگر فرماتے کہ میں نہیں بتاؤں گا تو جو اس سوال سے مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوتا۔ اگر اگر فرماتے کہ میں نہیں جانتا تو جھوٹ ہوتا۔ اس لئے غور فرما کر ایسا جواب دیا کہ نکتہ شناس سمجھ جائیں اور راز، راز رہے۔

اس سوال کی وجہ علامہ قرطبی نے یہ بتائی ہے:

المقصود من هذ السوال كف السامعين عن السوال عن وقت الساعة لانهم كا نواقد اكثروا السوال عنها فلما حصل الجواب بما ذكر حصل الياس من معرفتها۔ عن ص ۲۹۱ ج ۱

اس سے مقصود سامعین کو قیامت کے وقت کے بارے میں سوال سے روکنا تھا۔ کیونکہ اکثر لوگ اس کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔ جب یہ جواب مل گیا۔ تو سامعین کو اس کے جاننے سے مایوسی ہوگئی۔

اور اگر بالفرض یہی مان لے لیا جائے کہ نہ جاننے میں مساوات مراد ہے۔ تو اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اس وقت نہیں جانتے تھے۔ یہ اہل سنت کے عقیدے کے معارض نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ جمیع ماکان و ما یکون حتیٰ کہ غیوب خمسہ کا بھی علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ اس لئے تکمیل قرآن کے پہلے اگر کچھ غیوب آپ پر مخفی رہے تو یہ اس عقیدے کے معارض نہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ حدیث تکمیل قرآن کے بعد کی ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ علم غیب کے سلسلے میں دو مرتبہ ہیں۔ ایک یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ یعنی قدر معتد بہ۔ یہ ابتداء ہی سے ہے۔ اس لئے کہ

نبی کے معنی ہیں۔ غیب کی خبر دینے والے کے۔ المنجد میں ہے: النبوة۔ الاخبار عن الغیب اوالمستقبل بالهام الله۔ النبی۔ المخبرعن الغیب اوالمستقبل بالهام الله ص ۷۸۴

اس کے ترجمے مصباح اللغات میں ہے جو ایک فاضل دیوبندی کا ہے۔ اللہ کے الہام سے غیب کی خبریں بتانے والا۔ آئندہ کی پیشن گوئی کرنے والا۔ علاوہ ازیں نبی کے خواص لازمہ میں غیب دانی ہے۔ علامہ عبدالباقی زرقانی علی المواہب، میں لکھتے ہیں:

قال الغزالی، النبوة عبارة عما یختص ب النبیے ویفارق به غیره دهو یختس بانواع مشن الخواص، احدها، انه یعرف حقائق الامور المتعلقة بالله وصفاته وملائکته والدار الآخرة علما مخالفا لعلم غیره بکثرت المعلومات و زیادة الکشف والتحقیق۔ ثانیها ان له فی نفسه صفة بهاتتم الحرکات المقرونة بارادتنا وهی القدرة۔ ثالثها ان له صفة بها یبصر الملائکه ویشا هد هم کما ان للبصیر صفة بها یفارق الاعمیٰ

نبوت وہ وصف ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے جس کی وجہ سے غیر سے ممتاز ہوتا ہے۔ نبی چند قسم کے خواص کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ اول یہ کہ نبی اللہ عزوجل اس کی صفات اور فرشتوں اور دار آخرت سے متعلق امور کی حقیقت جانتا ہے۔ کثرت معلومات کشف و تحقیق کی زیادہ کی وجہ سے نبی کا یہ علم دوسروں کے علم سے ممتاز ہوتا ہے۔ ثانی نبی میں ایک صفت (قوت) ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ معجزات دکھاتا ہے جیسے ہمیں یہ قوت ہے کہ ہم اپنے ارادے سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہی قدرت ہے___ ثالث نبی میں ایک

رابعها۔ ان له صفة بها يدرك ماسيكون فى الغيب۔ ص ۱۹، ۲۰ ج ۱

قوت ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے۔ جیسے بینا کے اندر ایک قوت ہے جس کی وجہ سے وہ اندھے سے علیحدہ ہے۔ رابع اسے ایک ایسی قوت ہوتی ہے۔ جس سے یہ جان لیا کرتا ہے کہ غیب میں کیا ہوگا۔

اس لئے نبی اس وقت تک نبی نہیں ہوگا جب تک غیب داں نہ ہو۔ اسے غیب دانی پر قدرت نہ ہو۔ اس مرتبے میں جمیع علم ماکان و مایکون کا علم داخل نہیں۔ قدر معتدبہ لازم ہے۔ جیسے ہر مسلمان کو دینی باتوں کا علم ہے مگر ہر مسلمان عالم نہیں کہلاتا۔ عالم وہ ہے جو دین کے متعدبہ علم سے مشرف ہوا۔ اس درجے میں دس بیس بلکہ سو دو سو باتوں کا نہ جاننا عالم ہونے کے منافی نہیں۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے بھی بعض سوالوں کے جواب میں فرمایا۔ لاادری۔ میں نہیں جانتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے سوالوں کے جواب میں فرمایا لاادری۔ اسی طرح جب نبی علم غیب قدر متعدبہ جانتا ہے بلکہ اسے یہ قوت ہے کہ غیب جان لیا کرے تو دس بیس یا بالفرض سو دو سو غیب کی باتوں پر اگر اطلاع اس درجے میں نہ ہوئی۔ تو یہ نبی کے ''غیب داں'' ہونے کے منافی نہیں۔ جیسے سیدنا امام اعظم اور امام مالک کا چند مسائل کا نہ جاننا ان کے امام اعظم اور امام مجتہد ہونے کے منافی نہیں۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے جمیع ماکان و مایکون اور علوم خمسہ بشمول علم قیامت جاننے کا یہ مرتبہ حضور اقدس ﷺ کو نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہوا تکمیل قرآن کے بعد کوئی ایسا واقعہ نہیں جو اس دعویٰ کے منافی ہو۔

جب حدیث جبرئیل کے بارے میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نزول قرآن کی تمامیت کے بعد کی ہے۔ تو یہ حدیث اہل سنت کے عقیدے کے مزاحم نہیں۔

رہ گیا اس کا ثبوت کہ حضور اقدس ﷺ کو قیام قیامت کا علم تھا۔ اس کے لئے الادولۃ المکیہ الفیوض الملکیہ، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں۔ سر دست صرف علامہ ابراہیم بیجوری قدس سرہ کے شرح قصیدہ بردہ کی ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ۔ (ص ۷۴)

اور حضور اقدس ﷺ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر اس کے بعد کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرما دیا۔

علامات قیامت

(۸) علامات قیامت کثیر ہیں۔ مگر اس حدیث میں صرف تین بیان فرمائیں۔

اول لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔

اس حدیث میں ''ربتہا'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ ''ربٌّ'' کی تانیث ہے۔ رب کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ اضافت کے ساتھ اس کا اطلاق ہر پالنے والے پر آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو فرمایا۔

اِنَّهٗ رَبِّیٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔

یہ تو میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھکو اچھی طرح رکھا۔

عرف میں اس کے معنی آقا اور مالک کے بھی آتے ہیں۔ بیع سلم میں ''رب المال'' کا لفظ عام ہے۔ اس حدیث میں آقا ہی کے معنی میں ہے۔ بلا اضافت ''رب'' کا اطلاق اللہ عزوجل کے علاوہ دوسرے پر جائز نہیں۔ بلکہ کفر ہے۔ غیر خدا پر اضافت

کے ساتھ اس کا اطلاق یہ عربی کے ساتھ خاص ہے۔ ہمارے عرف میں اضافت کے ساتھ بھی غیر خدا پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ روسا رمعززین بلکہ بادشاہان وقت بھی لونڈیوں کو بیبیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان سے اولاد ہوگی۔ یہ اولاد اپنی ان ماؤں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو آقا لونڈی کے ساتھ کرتا ہے۔ بلکہ بادشاہ وقت کی لونڈی کے بطن سے جو اولاد ہوگی ان میں بادشاہ ہوں گے۔ اور یہ مائیں ان کی رعایا۔

یا مراد یہ ہے کہ لونڈیوں کی بہت زیادہ کثرت ہوگی۔ خدا ناترس لوگ ام ولد کو بھی بیچ ڈالیں گے اور وہ پھر دست بدست بکتی ہوئی اپنی اولاد کی ملکیت ہوگی۔

یہ دو علامتیں ظاہر ہوچکیں۔ شاہان بنی عباس میں سوائے امین کے سب لونڈی زاد تھے۔

یا یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ لوگ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ لونڈی جیسا برتاؤ کریں گے۔ ماں کو لونڈیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان کی حق تلفی، نافرمانی کریں گے۔ ایذا پہنچائیں گے۔ یعنی اولاد اپنی ماں کے ساتھ آقا کی طرح برتاؤ کرے گی۔ یہ تاویل مذکورہ متن پر بالکل چسپاں ہے کہ فرمایا: عورت اپنے آقا کو جنے گی۔ یہ اس طرح کہ عورت کا لفظ عام ہے۔ آزاد اور لونڈی دونوں کو۔ بلکہ عربی میں "اِمْرَأَۃٌ" کا لفظ قریب قریب آزاد عورت کے ساتھ خاص ہے۔ یہاں حدیث دو لفظوں کے ساتھ مروی ہے۔ رَبَّھَا اور رَبَّتَھَا۔ رَبَّتَھَا کے معنی مالکہ کے ہیں۔ اس کا بھی وہی حاصل کچھ مبالغہ کے ساتھ لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے ماں کی زیادہ اطاعت شعار ہوتی ہیں۔ اب حدیث کا یہ مفہوم ہوا کہ لڑکے تو لڑکے، لڑکیاں اپنی ماؤں کے ساتھ مالکہ جیسا برتاؤ کریں گی۔

دوم: ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے، گونگے، بہرے، سردار اور حکمران

ہوں گے۔

سوم: بھک منگے کالے اونٹوں اور بکریوں کے چرانے والے محل میں فخر کریں گے۔

آج جو دنیا کا حال ہے۔ اس کو دیکھو! چودہ سو برس کی یہ غیب کی خبر کس طرح حرف بحرف ثابت ہو رہی ہے۔

علوم خمسہ کی بحث

(۹) ارشاد فرمایا: قیامت کا علم ان پانچ باتوں میں ہے جنھیں اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ سورۂ لقمان کی اس آیت میں ہے۔

"بیشک اللہ ہی کے پاس۔ قیامت کا علم ہے۔ اور وہ بارش برساتا ہے۔ اور مادہ کے پیٹ میں کیا ہے جانتا ہے۔ کل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا اور کوئی اپنے انکل سے نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔"

اب یہاں سوال یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ علوم خمسہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائے یا نہیں۔ احادیث میں بکثرت ایسے واقعات ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کی خبر دی۔

حضرت امام حسن کی ولادت سے پہلے، حضرت عباس کی اہلیہ ام الفضل سے فرمایا۔ فاطمہ کے ایک بچہ ہوگا۔ اس کی پرورش تم کرو گی۔

جنگ بدر کے ایک دن قبل فرمایا: یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے۔ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے۔ ویسا ہی ہوا۔

جنگ احزاب کے خاتمہ پر فرمایا: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکتے۔

جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا: کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول سے

محبت کرتا ہے۔ اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ دوسرے دن جھنڈا حضرت علی کو دیا۔ اور فتح حاصل ہوئی۔

فتح مکہ سے پہلے حضرت علی اور حضرت زبیر کو بھیجا کہ ”خاخ“ تک چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ملے گی اس کے پاس خط ہے اسے مع خط پکڑ کر لاؤ۔

ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا: جب سب لوگ مر جائیں گے بارش ہوگی۔ جس سے سب کے جسم اپنی حالت پر ہو جائیں گے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی وفات اور مدفن کی خبر دی۔ فرمایا:

عسیٰ ان لا تلقانی بعد عامی	اس سال کے بعد مجھ سے تمہاری
هٰذا لعلك اَنْ تَمُرَّ بمسجدی	ملاقات نہ ہو سکے گی۔ اب تم میری مسجد
وقبری	اور میری قبر سے گزرو گے۔

تو جب ان علوم خمسہ میں سے اتنے امور کو حضور جانتے تھے تو معلوم ہوا۔ کہ حدیث کے اس ارشاد اور آیہ کریمہ میں حصر صرف علم ذاتی واجب قدیم غیر مخادق ممتنع الزوال کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم صرف اللہ عزوجل کو ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوال کسی کو نہیں ہے۔

رہ گیا۔ علم عطائی حادث ممکن۔ یہ نہ اللہ عزوجل کی صفت اور نہ شرعاً عقلاً جائز۔ کہ ان امور کا علم۔ بلکہ مطلق علم بلکہ باری عزاسمہٗ کی کوئی صفت، عطائی حادث ممکن ہو۔ اس پر اجماع امت کہ جو شخص باری تعالیٰ کی کسی بھی صفت کو عطائی یا حادث یا ممکن مانے وہ کافر۔ تو پھر یہ کہنا کہ علم عطائی حادث ممکن بھی باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اس کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ۔ ”فی خمس لا یعلمھن

الا اللہ اور آیہ کریمہ ان اللہ عندہ علم الشاعۃ" میں علم سے مراد علم ذاتی واجب قدیم ہے۔ یا علم عطائی حادث ممکن یا مطلق علم۔ اب اگر کہیں کہ علم عطائی حادث مراد ہے۔ تو لازم کہ باری تعالیٰ کا علم، عطائی حادث ممکن ہو۔ اور یہ کفر بلکہ مجموعہ کفریات اور اگر کہیں کہ مطلق علم مراد ہے خواہ ذاتی واجب قدیم خواہ عطائی حادث ممکن، تو بھی محذور مذکور اپنی جگہ کہ پھر بھی لازم آئے گا۔ کہ باری تعالیٰ کا کچھ علم عطائی حادث ممکن ہے۔ اور اللہ عزوجل کی کسی بھی صفت کو عطائی حادث ممکن ماننا بالاتفاق کفر میں اس لئے شق اول متعین کہ مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کا علم ذاتی قدیم واجب باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

ہم اہلِ سنت انبیائے کرام یا ان کے توسط سے اولیا کرام کے لیے ان علوم خمسہ کا یا دیگر غیوب کا علم مانتے ہیں تو بعطائے الٰہی مانتے ہیں۔ ان کے علم کو علم عطائی حادث ممکن مانتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید میں چند علماء معتمدین کے ارشادات سنئے۔ اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی۔ بحساب عقل کس اینہاند اند۔ از امور غیب اند کہ جز خدا۔ کسے آں را نہ اند۔ مگر آنکہ دے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بدانا ند۔

مراد یہ ہے ان امور غیبیہ کو اللہ عزوجل کے بتائے بغیر عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا۔ سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ بتا دے۔

عارف باللہ ملا احمد جیون، استاذ سلطان محیٰ الدین اورنگ زیب عالمگیر قدس سرہما نے تفسیرات احمدیہ میں فرمایا:

ولك ان تقول انّ علم هٰذه الخمسة وان كان لايعلم الاالله۔ لكن يجوزان يعلمها من يشاء من محبيه واوليائه بقرينة قوله تعالیٰ انّ اللهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ على ان يكونَ الخبير بمعنى المخبر (ص ۵۰۲)

تم کو چاہیے کہ یہ کہو کہ ان پانچوں کا علم صرف اللہ کو ہے۔ لیکن جائز ہے کہ اللہ عزوجل اپنے محبین۔ اولیاء میں سے جسے چاہے بتادے اس پر قرینہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ اس طرح کہ خبیر معنی میں مخبر کے ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے:

ای من حيث ذاتها۔ واما باعلام الله العبد فلامانع منه كالانبياء و بعض الاولياء قال تعالیٰ۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وقال تعالیٰ۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتّٰى اطلعه الله تعالیٰ (ص ۲۶۰ ج ۲)

یہاں مراد علم ذاتی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عطا فرمائے اس سے کچھ مانع نہیں جیسے انبیاء اولیاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کے علم میں سے لوگ اتنا ہی پاتے ہیں جتنا وہ چاہتا ہے۔ اور فرمایا۔ عالم الغیب اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوال کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرمایا۔ علماء نے فرمایا حق یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مطلع فرمادیا

(ان پانچوں پر بھی)

بحث کے اختتام پر بخاری کے شارحین جلیلین اجلین، علامہ عینی و علامہ

عسقلانی کے ارشاد کو جو انھوں نے اسی حدیث جبریل کے تحت ارقام فرمائے ہیں۔ ہدیۂ ناظرین کرتے ہوئے۔ رخصت ہوتا ہوں۔

فمن ادعیٰ علم شیء منها غیر مستند الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان کاذبا فی دعواه۔ (عینی ص ۲۳۷ ج ۱ فتح الباری ص ۱۱۴ ج ۱)

جو شخص حضور اقدس ﷺ کی طرف نسبت کیے بغیر ان پانچ چیزوں سے کسی ایک کا دعویٰ کرے (کہ میں جانتا ہوں) وہ جھوٹا ہے۔

یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں میں سے سب کا یا کسی ایک کا مثلاً قیام قیامت کا علم، حضور اقدس ﷺ کے بلاواسطہ حاصل ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ نکلا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں کا علم حضور اقدس ﷺ کے واسطے سے ان کے بتانے سے حاصل ہوا۔ وہ سچا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا جن میں قیام قیامت کا وقت بھی داخل ہے۔ حاصل ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی واجب قدیم ہے۔ پھر اس آیت میں پانچ کی تخصیص کیوں ہے۔ اس کا ایک جواب تو ملا احمد جیون قدس سرہ نے دیا ہے۔

(الف) فائدته ان هذا الخمسة معظم الغیوبات لان مفاتیحها فانه ان وقف مثلاً علی مافی غد۔ وقف علی موت زید۔ و تولد عمرو وَ فتح بکر و مقهوریة

اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معظم غیوب اور ان کی کنجیاں ہیں اس لئے کہ مثلاً اگر کوئی یہ جان گیا کہ کل کیا ہوگا (تو وہ کل رونما ہونے والی ساری باتوں کو) مثلاً زید کی موت عمر کی پیدائش۔ بکر کی

غالب وقدوم بشر وغیر ذالك مما فی الغد هکذا القیاس۔	فتح۔ خالد کی مغلوبیت۔ بشر کی آمد وغیرہ کو جان جائے گا۔ علی هذا القیاس

(تفسیرات احمدیہ ص ۴۰۵)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی اہمیت کی وجہ سے ان پانچوں کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

(ب) دسری وجہ ان پانچ چیزوں میں علم قیامت بھی ہے۔ اوپر گزر چکا۔ علم قیامت کے بارے میں بکثرت سوالات ہوتے تھے۔ اور خود جبرئیل امین نے قیامت کے بارے میں سوال کیا اس لئے اس کی تخصیص فرمائی۔

(ج) عرب کے کاہن، نجومی، علم مافی الغد وغیرہ جاننے کے مدعی تھے۔ ان کی تکذیب کے لیے بالخصوص ان کو ذکر فرمایا۔

بعض منکرین علم رسول، نے ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تدقیقات فلسفیانہ کہہ کر مسترد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ (بوارق۔ منظور سنبھلی۔ [1] کتاب التفسیر سورۂ لقمان۔ مسلم ایمان ۵ ابن ماجہ مقدمہ ۹ فتن ۳۵ مسند امام احمد ۲۔۲۶)

اس پر گزارش ہے کہ اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن مجید، احادیث کریمہ میں اتنا زبردست تعارض پڑے گا کہ اٹھائے نہ اٹھے گا۔ مثلاً ارشاد ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔	فرمادوں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا ہے سوائے اللہ کے۔

اور فرمایا:

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ	اللہ کی یہ شان نہیں (اے عام لوگو) کہ تمہیں علم غیب دیدے۔ ہاں

مَنْ يَّشَآءُ۔ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے اس
کے لیے چن لیتا ہے۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۷۹)

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عالم الغیب اپنے علم غیب پر اپنے
عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مسلط
مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (سورۂ جن آیت ۲۶) نہیں فرماتا۔

بولئے اس تعارض کا کیا جواب ہے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ سورۂ توبہ آیت ۱۲۸ مسلمانوں پر بہت مہربان۔ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا:

اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ۔ میں حفاظت کرنے والا۔ علم والا
(سورۂ یوسف آیت ۵۵) ہوں۔

انسان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ ہم نے انسان کو سننے والا۔ دیکھنے
(سورۂ دہر آیت ۲) والا بنا دیا۔

اور خود قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو رؤف، رحیم، حفیظ، علیم، سمیع، بصیر فرمایا۔ اس تعارض کا کیا جواب ہوگا۔

اس لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی، واجب، قدیم، غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور انبیاء اولیاء اور تمام مخلوقات کی ہر صفت عطائی حادث۔ ممکن متناہی مخلوق۔ اور یہی فرق علم غیب میں ہے۔ آیات نفی میں مراد علم ذاتی۔ قدیم، واجب غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور آیات اثبات میں علم عطائی ممکن حادث متناہی مخلوق۔

اس بحث کو اگر بتمامہا دیکھنا ہو تو الدولۃ المکیہ، الفیوض لملکیہ، خالص الاعتقاد،

ادخال السنان، الکلمة العلیا کا مطالعہ کریں۔ اس حدیث پر کلام کچھ تفصیلی ہوگیا۔ ع

لذید بود حکایت دراز تر گفتم۔

☆☆☆☆☆

الحدیث الثالث

ارکانِ اسلام

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: ((بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ))، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

(صحیح البخاري، کتاب ال إیمان، باب دعائکم إیمانکم، ر: 8، 1/14)(صحیح مسلم، کتاب ال إیمان، باب بیان أرکان ال إسلام۔۔۔إلخ، ر: 16، ص 27)

روایت ہے حضرت ابن عمر سے[1] فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پانچ چیزوں پر قائم کیا گیا[2] اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں[3] اور نماز قائم کرنا[4] زکوۃ دینا اور حج کرنا[5] اور رمضان کے روزے۔ (بخاری ومسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۷۳ سنہ ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طویٰ کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور اعمل بالسنۃ تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

۲؎ یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہٰذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

۳؎ اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔

۴؎ ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

۵؎ اگر مال ہو تو زکوۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہرحال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱ ص۲)

فقیہ الہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے نزھۃ القاری میں لکھتے ہیں:

تشریحات

بنی الاسلام

صلاۃ کے سولہ معانی ہیں۔ قرآن وحدیث میں زیادہ تر اس کے ۵ معانی آتے ہیں۔ مطلق دُعا، نماز، طلب رحمت کی دعا (درود) انزال رحمت، استغفار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس کا فاعل بندہ ہو اور مطلق انبیاء نہ ہوں تو مطلق دعا یا نماز

مراد ہوگی۔ اور اگر اس کے متعلق انبیاء ہوں۔ تو طلب رحمت (درود) اور اگر اس کا فاعل اللہ ہو تو مراد انزال رحمت اور جب فرشتے ہو تو استغفار۔ یہاں نماز مراد ہے۔ اقامت صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ صحیح طریقے سے پڑھے۔

زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی و پاکی کے بھی ہیں اور اچھی طرح بڑھنے کے بھی۔ یہاں فقی زکوٰۃ مراد ہے۔ صیام صوم کے معنی رکنے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے جماع سے رکا جائے۔

حج کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں یہاں مراد، حج فقہی ہے۔

بنی الاسلام علی خمس

کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے جیسا کہ عبدالرزاق کی روایت میں تصریح ہے یا یہ مطلب ہے کہ پانچ ارکان پر ہے جیسا کہ مسلم میں ہے:

صرف ان پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد اس لیے قائم ہے کہ عبادت مفروضہ منحصر ہے بدنی اور مالی میں۔ اگر محض مالی ہے۔ تو یہ زکوٰۃ ہے اور بدنی کی دو صورتیں ہیں۔ صرف قولی ہے یا صرف بدنی۔ صرف بدنی روزہ۔ صرف قولی توحید و رسالت کی شہادت۔ یا قولی بدنی دونوں ہے۔ یہ نماز ہے اور مالی بدنی دونوں ہے تو حج ہے۔

اس حدیث میں حج صیام سے پہلے مذکور ہے حالانکہ روزہ ۲ ھ میں اور حج ۹ ھ میں فرض ہوا۔ نیز روزہ ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے اور حج صرف مالداروں پر۔ روزہ ہر سال فرض ہے اور حج عمر میں صرف ایک بار اس کا مقتضی تھا کہ صیام حج پر مقدم ہوتا اور مسلم میں بطریق سعد بن عُبیدہ صیام حج پر مقدم ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا والحج و صیام رمضان۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا نہیں۔ صیام رمضان والحج۔ میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ نیز مسلم میں بطریق حنظلہ جو روایت ہے اس میں صیام پر مقدم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بخاری میں روایت بالمعنی ہے اور واو چونکہ مطلق جمع کے لیے آتا ہے۔ ترتیب نہیں چاہتا اس لیے کوئی حرج نہیں خود کتاب التفسیر میں امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صیام حج پر مقدم ہے۔

یہاں ایک شبہہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ پانچوں چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں تو لازم آئے گا کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک مسلمان نہ رہے۔ یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا کہ یہاں اسلام سے مراد کمال اسلام ہے اور یہ طے ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک کامل مومن نہیں۔ جیسے کسی مکان کا کوئی ستون یا کونہ گر جائے تو وہ مکان ناقص ضرور ہوگا مگر مکان رہے گا۔

☆☆☆☆☆

الحديث الرابع

انسان کی خلقت اور تدریجی مراحل

عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهو الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُه فِيْ بَطْنِ أُمِّه أَرْبَعِيْنَ يَوْماً نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْه الْمَلَكُ فَيَنفُخُ فِيْه الرُّوْحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِه وَأَجَلِه وَعَمَلِه وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ، فَوَاللهِ الَّذِى لَآ إِلٰهَ غَيْرُه إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهل الْجَنَّة حَتَّى مَا يَكُوْنُ بَيْنَه وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْه الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهل النَّارِ فَيَدْخُلُها، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهل النَّارِ حَتَّى مَا يَكُوْنُ بَيْنَه وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْه الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهل الْجَنَّة فَيَدْخُلُها)) رَوَاه الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

(صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، ر: 3208، 38/2)

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ سچے مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی[1] کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر اسی قدر خون کی پھٹک پھر اسی قدر لوتھڑا[2] پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے[3] تو وہ فرشتہ اس کے کام اس کی موت اس کا رزق اور بدبخت ہے نیک بخت ہے سب کچھ لکھ لیتا ہے[4] پھر اس میں روح پھونکی

جاتی ہے تو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں بعض جنتیوں کے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے ۵ کہ اچانک نوشتہ تقدیر اس کے سامنے آتا ہے اور دوزخیوں کے کام کرلیتا ہے ۶ پھر وہاں ہی پہنچتا ہے اور تم میں بعض دوزخیوں کے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ سامنے آتا ہے اور جنتیوں کے کام کرتا ہے پھر اس میں داخل ہوجاتا ہے ۷ ۔

(مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

۱ صادق وہ جس کے سارے اقوال سچے ہوں، مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے، اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو، یا صادق وہ جو واقع کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو وہ اپنی زبان مبارک سے کہہ دے واقعہ اُس کے مطابق ہوجائے حضور میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں۔

۲ یعنی ماں کے رحم میں منی چالیس دن تک اسی حالت میں سفید رنگ کی رہتی ہے، پھر سُرخ رنگ کا خون بن جاتی ہے، پھر چالیس روز کے بعد جم کر گوشت۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں: چونکہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال اور موسیٰ علیہ السلام کا قیام طور پر چالیس دن رہا، اس لیئے نطفہ پر ہر چلہ کے بعد انقلاب آتا ہے، پھر بعد پیدائش نفاس کی مدت چالیس دن ہے، کمال عقل چالیس سال میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث صوفیاء کے چلوں کی دلیل ہے۔ اہلِ سنت میت کا چالیسواں اسی بنا پر کرتے

ہیں کہ چالیس میں انقلاب ہے۔

۳؎ یعنی کاتبِ تقدیر فرشتہ جو رحموں پر معین ہے ایک ہی فرشتہ جو سارے عالم کی حاملہ عورتوں کا نگران ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔

۴؎ کہ یہ کیا کرے گا، کب اور کہاں مرے گا، کیا کیا کھائے گا اور کیا پیئے گا، اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا، یا ایمان پر۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں وہ علوم خمسہ ہیں جس کے بارے میں فرمایا گیا ‘‘وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ’’ یہ فرشتہ بتعلیم الٰہی سارے انسانوں کی یہ ساری چیزیں جانتا ہے۔ مرقاۃ میں ہے کہ یہ باتیں ایک تختی پر لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: ‘‘وَكُلَّ اِنْسٰنٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ’’ غور کرو جب اُس فرشتے کا اس قدر علم ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلم الخلق ہیں ان کا علم تو ہمارے خیالات سے ورا ہے اور یہ تختی پر لکھنا اور گلے میں ڈالنا اسی لیئے ہے کہ حقیقت میں نگاہیں اسے پڑھ سکیں۔ خیال رہے کہ تحریر لوح محفوظ میں بھی ہوتی ہے اور شب قدر میں فرشتوں کے صحائف میں بھی ہے اور بچے کی پیشانی یا گلے کی تختی یا ہاتھ میں بھی ہے مگر یہ تحریر مختلف ہیں۔

۵؎ یعنی صرف موت کا کہ مرے اور وہاں پہنچ جائے ایک ہاتھ تشبیہ کے لیئے فرمایا۔

۶؎ یعنی کافر بن جاتا ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ رب بدعملی کے بغیر کسی کو دوزخ میں نہیں بھیجتا لہذا ظاہر یہ ہے کہ کفار کے بچے جہنمی نہیں۔ واللہ اعلم!

۷؎ یعنی ایمان لاکر متقی بن کے مرتا ہے لہذا کوئی بدکار رب تعالٰی سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقوٰی پر فخر نہ کرے، اللہ تعالٰی حسن خاتمہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ جنت کسبًا، عطاءً اور وہبًا ملے گی یہاں کسبی جنت کا ذکر ہے ورنہ مسلمان کے بچے جنتی ہیں، رب فرماتا ہے: ‘‘اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ’’۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۱ص۸۰)

تخلیق انسانی کے مراحل

اللہ تعالیٰ بڑا قادر و قیوم ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایک لمحہ میں ہزاروں انسانوں کو پیدا فرما دے مگر وہ قادرِ مطلق اپنی قدرتِ کاملہ کے باوجود اپنی حکمتِ کاملہ سے انسانوں کو بتدریج شرفِ وجود بخشتا ہے۔ چنانچہ نطفہ ماں کی پاس پہنچ کر طرح طرح کی کیفیات اور قسم قسم کے تغیرات سے ایک خاص قسم کا مزاج حاصل کر کے جما ہوا خون بن جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون گوشت کی ایک بوٹی بن جاتا ہے۔ پھر گوشت کی بوٹی ہڈیاں بن جاتی ہیں۔ پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھ جاتا ہے اور پورا جسم تیار ہوجاتا ہے پھر اُس میں رُوح ڈالی جاتی ہے اور یہ بے جان بدن جان دار ہوجاتا ہے اور اس میں نطق اور سمع و بصر وغیرہ کی مختلف طاقتیں ودیعت رکھی جاتی ہیں۔ پھر ماں اس بچہ کو جنتی ہے اس طرح مختلف منازل و مراحل کو طے کر کے ایک انسان بتدریج عالم وجود میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے تخلیق انسانی کے ان مراحل کا نقشہ ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے کہ:

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ (پ18، المومنون: 13۔14)

تخلیق انسانی کے ان مختلف مراحل سے گزرنے میں خداوند قدوس کی کون کون

سی حکمتیں اور کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ ہیں؟ ان کو بھلا ہم عام انسان کیا اور کیونکر سمجھ سکتے ہیں؟

لیکن کم سے کم ہر انسان کے لئے اس میں عبرتوں اور نصیحتوں کے بہت سے سامان ہیں تا کہ انسان یہ سوچتا رہے اور کبھی اس سے غافل نہ رہے کہ میں اصل میں کیا تھا؟ اور خداوند قدوس نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا؟ یہ غور کر کے خداوند تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لائے اور کبھی فخر و تکبر اور خودنمائی کو اپنے قریب نہ آنے دے اور یہ سوچ کر کہ میں نطفہ کی ایک بوند سے پیدا ہوا ہوں ہمیشہ عاجزی و فروتنی کے ساتھ منکسر المزاج بن کر زندگی بسر کرے اور یہ سوچ کر قیامت پر بھی ایمان لائے کہ جس خدا نے مجھے ایک بوند نطفہ پانی سے انسان بنا دیا وہ بلاشبہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ مجھے زندہ کر کے میرے اعمال نیک و بد کا حساب لے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (عجائب القرآن مع غرائب القرآن ص ۳۴۰)

تقدیر کا لکھا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک ایک شخص پچاس سال تک جنتیوں والے اعمال کرتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے

(اور ایک روایت میں ہے:) مگر اونٹنی کی دو دھاروں کے درمیان والی مقدار باقی رہ جاتی ہے کہ اس پر تقدیر غالب آتی ہے تو اس کا

خاتمہ جہنمیوں والے کام پر ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۳۴ کتاب القدر / مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۸۲ مرویات عبد اللہ) اور ظاہری بات ہے کہ اونٹنی کے دودھ دوہنے کے دوران دو دھاروں کے درمیان کا وقفہ اعضاء کے عمل کا احتمال نہیں رکھتا یقیناً وہ موت کے وقت دل میں پیدا ہونے والے کھٹکے کی مقدار ہے پس وہ برے

خاتمہ کا تقاضا کرتی ہے تو وہ اس سے کس طرح بے خوف ہوگا کہ کہیں موت کے وقت قلب کی ایمانی کیفیت نہ بدل جائے۔

مومن کی انتہائی غرض و غایت یہی ہے کہ اس کا خوف اور امید اعتدال پر ہوں عام لوگوں میں امید کا غلبہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور ان کو معرفت کم حاصل ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کو ان لوگوں کے وصف میں جمع کیا جن کی تعریف کی گئی۔

ارشاد خداوندی (عزوجل) ہے:

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا.

ترجمہ کنز الایمان: ”اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔“

(پارہ ۲۱ سورۃ السجدۃ، آیت ۱۶)

اور اسی طرح ارشاد باری (عزوجل) ہے:

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا.

ترجمہ کنز الایمان: ”اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے۔“

(پارہ ۱۷ سورۃ انبیاء، آیت ۹۰)

اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص اس زمانے میں کہاں؟ اس زمانے میں تو جتنے لوگ موجود ہیں ان کے لئے زیادہ بہتر غلبہ خوف ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ (خوف) ناامیدی، ترک عمل اور مغفرت کی امید ختم کرنے کا باعث نہ بنے کیونکہ اس صورت میں یہ خوف، عمل سے سستی کا سبب بن جائے گا۔ اور گناہوں میں انہماک کی دعوت دے گا یہ تو ناامیدی ہے خوف نہیں ہے خوف تو وہ ہے جو عمل کی ترغیب دے اور تمام خواہشات کو گدلا کر دے نیز دل سے دنیا کی طرف محبت کم کر دے اور اس دھوکے والے گھر یعنی (دنیا) سے دور رہنے کی دعوت دے ایسا خوف

پسندیدہ ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت محض خوف سے کرتا ہے وہ فکرات کے سمندروں میں غرق ہو جاتا ہے اور جو شخص اس کی عبادت محض امید سے کرتا ہے وہ دھوکے کے جنگل میں بھٹکتا رہے گا اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت خوف اور امید دونوں کے ساتھ کرتا ہے وہ ذکر کے راستے میں سیدھا چلے گا۔

اسی طرح حضرت سیدنا مکحول دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت محض خوف کی وجہ سے کرتا ہے وہ حروری (خارجی) ہے اور جو امید کے ساتھ عبادت کرتا ہے وہ مرجی ہے (یہ وہ فرقہ ہے جن کے خیال میں مومن جہنم میں نہیں جائے گا چاہے وہ برے اعمال کرے) اور جو محض محبت کی وجہ سے عبادت کرتا ہے وہ زندیق (بے دین) ہے اور جو شخص خوف امید اور محبت (تینوں باتوں) کے پیش نظر عبادت کرتا ہے وہ مُوَحِّد (یعنی اللہ عزّوجل کو ایک ماننے والا) ہے۔

تو ان تینوں امور کو کا جمع ہونا ضروری ہے اور غلبۂ خوف زیادہ بہتر ہے لیکن موت سے پہلے پہلے جبکہ موت کے وقت زیادہ بہتر امید اور حُسنِ ظن کا غلبہ ہے کیونکہ خوف اس کوڑے (ڈنڈے) کے قائم مقام ہے جو عمل پر ابھارتا ہے اور اب عمل کا وقت ختم ہو گیا کیونکہ موت کا سامنا کرنے والا عمل پر قادر نہیں ہوتا چنانچہ وہ خوف کے اسباب کی طاقت بھی نہیں رکھتا کیونکہ اس وقت اس کی زیادہ دل شکنی ہونے کا امکان ہوتا ہے لیکن امید دل کو مضبوط کرتی ہے اور اسے اس رب سے محبت دلاتی ہے جس سے امید باندھی ہے۔

کسی آدمی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر جائے بلکہ ضروری ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات محبوب ہو کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ

سے ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور امید کے ساتھ محبت ملی ہوئی ہوتی ہے اور جس کے کرم کی امید ہو وہ محبوب ہوتا ہے اور تمام علوم واعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے کیونکہ اسی کی طرف جانا ہے اور موت کے ذریعے اسی کی طرف بڑھنا ہے اور جو آدمی اپنے محبوب کی طرف جاتا ہے اس کا سرور بقدر محبت بڑھتا ہے اور جو شخص اپنے محبوب سے جدا ہو جائے اس کی تکلیف اور سختی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

(فیضانِ احیاء العلوم ص ۱۷۴۔۱۷۵)

☆☆☆☆☆

الحدیث الخامس
کامل دین

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ: مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ ۔ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

(صحیح البخاري، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور... إلخ، ر:2697، 2/211) (صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة... إلخ، ر:1718، ص945) (صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة... إلخ، ر:1719، ص946)

روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس دین سے نہیں وہ مردود ہے۔[1]

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[1] یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ اَمر سے مراد دین اسلام ہے اور مَا سے مراد عقائد یعنی جو شخص اسلام میں خلافِ اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل۔ لہٰذا روافض،

قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر ۷۲ فرقے جن کے عقائد خلافِ اسلام ہیں باطل ہیں۔ یا اَمر سے مراد دین ہے اور مَا سے مراد اعمال ہیں اور لَیۡسَ مِنۡہُ سے مراد قرآن و حدیث کے مخالف، یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین، یعنی کتاب و سنت کے مخالف ہوں جس سے سنت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ ونماز پڑھنا، فارسی میں اذان دینا وغیرہ۔ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھالیتا ہے۔ ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا: لَیۡسَ مِنۡہُ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب وسنّت کے خلاف نہ ہو بُری نہیں۔

(مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۱ ص ۱۳۸)

بدعت کا لغوی معنیٰ

بدعت کا لغوی معنیٰ ہے نئی چیز اور شرعی طور پر ہر وہ نئی چیز جو حضورِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے زمانہ مبارکہ کے بعد ایجاد ہوئی بدعت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج۱، ص۳۶۸)

بدعت کی تعریف میں ''زمانہ نبوی کی قید'' لگائی گئی ہے، چنانچہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاکیزہ دور میں ایجاد شدہ نئے کام کو بھی بدعت ہی کہا جائے گا۔ مگر درحقیقت یہ نئے کام بھی سنت میں داخل ہیں۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج۱، ص۱۳۵) کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: ''میری سنت اور میرے خلفاء کی سنّت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔''

(سنن ابن ماجہ، مقدمہ، الحدیث ۴۲، ج۱، ص۳۱)

بدعت کی (اصولِ شرع کے اعتبار سے) دو اقسام ہیں:

(۱) بدعتِ حسنہ: ہر وہ نیا کام جو اصولِ شرع (یعنی قرآن وحدیث اور اجماع) کے موافق ہو مخالف نہ ہو۔

(۲) بدعتِ ضلالۃ: جو نیا کام اصولِ شرع کے مخالف ہو۔

اس حدیث میں کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ سے مراد دوسری قسم ہے یعنی ہر وہ نیا کام جو قرآن پاک، حدیث شریف، آثارِ صحابہ یا اجماعِ امت کے خلاف ہو وہ بدعتِ سیئہ اور گمراہی ہے اور جو نیا اچھا کام ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ کام مذموم نہیں ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت کے متعلق فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

پھر بدعت کی مزید پانچ اقسام ہیں

(1) واجبہ (2) مستحبہ (3) مباحہ (4) مکروہہ (5) محرّمہ

(1) بدعت واجبہ:

جیسے علمِ نحو وصرف کا سیکھنا سکھانا کہ اس کے ذریعے آیات واحادیث کے معنی کی صحیح پہچان حاصل ہوتی ہے (اگرچہ یہ علوم مروّجہ انداز میں عہدِ رسالت میں موجود نہ تھے)، اسی طرح دوسری بہت سی وہ چیزیں اور علوم جن پر دین وملت کی حفاظت موقوف ہے۔ اسی طرح باطل فرقوں کا رد کہ ان کے عقائدِ باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرضِ کفایہ ہے۔

(2) بدعت مستحبہ:

جیسے سراؤں (مسافر خانوں) کی تعمیر تاکہ مسافر وہاں آرام سے رات بسر کرسکیں، دینی مدارس کا قیام تاکہ علم کی روشنی ہر سو پھیلے، اجتماعِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگانِ دین کے عُرس کی محافل قائم کرنا۔ اسی طرح

مسلمانوں کی خیر خواہی کا ہر وہ نیا انداز جو پہلے زمانے (یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے) میں موجود نہ تھا۔

(3) بدعت مباحہ:

جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزیں کثرت سے استعمال کرنا، وسیع مکان میں رہنا، اچھا لباس پہننا جبکہ یہ چیزیں حلال وجائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں نیز تکبر اور ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہوں۔ اسی طرح آٹا چھان کر استعمال کرنا اگرچہ عہدِ رسالت میں اَن چھنے آٹے کی روٹی استعمال ہوتی تھی۔

(4) بدعت مکروہہ:

وہ کام جس میں اسراف ہو جیسے شافعیوں کے نزدیک قران پاک کی جلد اور غلاف وغیرہ کی آرائش وزیبائش اور مساجد کو نقش ونگار سے مزیّن کرنا۔ حنفیوں کے نزدیک یہ سب کام بلا کراہت جائز ہیں۔

(5) بدعت محرّمہ:

جیسے اہلِ بدعت کے مذاہبِ باطلہ جو کہ کتاب وسنّت (اور اجماع) کے مخالف ہیں۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج۱، ص ۱۳۵ ومرقاۃ المفاتیح، ج۱، ص ۳۶۸)

بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی، یہ معنی بالکل فاسد ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص ۱۴۷) شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے رسائل کے مجموعے "نماز کے احکام" سے بدعتِ حسنہ کی بارہ مثالیں ملاحظہ ہوں:

(1) قرآنِ پاک پر نقطے اور اعراب حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں لگوائے۔

(2) اسی نے ختمِ آیات پر علامات کے طور پر نقطے لگوائے۔ (3) قرآن پاک کی چھپائی (4) مسجد کے وسط میں امام کے کھڑے رہنے کیلئے طاق نما محراب پہلے نہ تھی ولید مروانی کے دور میں سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایجاد کی، آج کوئی مسجد اس سے خالی نہیں۔ (5) چھ کلمے۔ (6) علمِ صرف ونحو۔ (7) علمِ حدیث اور احادیث کی اقسام۔ (8) درسِ نظامی۔ (9) زبان سے نماز کی نیت۔ (10) ہوائی جہاز کے ذریعے سفرِ حج۔ (11) شریعت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) و طریقت (قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی) کے چار سلسلے۔ (12) جدید سائنسی ہتھیاروں کے ذریعے جہاد۔ (نماز کے احکام، ص ۵۴)

حکیم الامت کے مدنی پھول

مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی کتاب علم القرآن میں لکھتے ہیں:

بدعت

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں دین میں نیا کام جو ثواب کیلئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہو تو حرام ہے اور اگر اس کے خلاف نہ ہو تو درست یہ دونوں معنی قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں۔

رب تعالٰی فرماتا ہے۔

(1) بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

وہ اللہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد فرمانے والا ہے۔ (پ 1، البقرۃ: 117)

(2) قُلۡ مَا کُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ

فرمادو کہ میں انوکھا رسول نہیں ہوں۔ (پ 26، الاحقاف: 9)

ان دونوں آیتوں میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی انوکھا نیا رب

تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ رَاْفَۃً وَّرَحْمَۃً وَرَھْبَانِیَّۃَ ابْتَدَعُوْھَا مَا
کَتَبْنٰھَا عَلَیْھِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰہِ فَمَا رَعَوْھَا حَقَّ رِعَایَتِھَا فَاٰتَیْنَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْھُمْ اَجْرَھُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کے دل میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھی اور ترک دنیا یہ بات جوانہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔ (پ 27، الحدید: 27)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے رہبانیت اور تارک الدنیا ہونا اپنی طرف سے ایجاد کیا۔ رب تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم نہ دیا۔ بدعت حسنہ کے طور پر انہوں نے یہ عبادت ایجاد کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدعت کا ثواب دیا مگر جو اسے نباہ نہ سکے یا جو ایمان سے پھر گئے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے معلوم ہوا کہ دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں ثواب کا باعث ہیں مگر انہیں ہمیشہ کرنا چاہیے جیسے چھ کلمے، نماز میں زبان سے نیت، قرآن کے رکوع وغیرہ، علم حدیث، محفل میلاد شریف، اور ختم بزرگان، کہ یہ دینی چیزیں اگر چہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایجاد ہوئیں مگر چونکہ دین کے خلاف نہیں اور ان سے دینی فائدہ ہے لہٰذا باعث ثواب ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے بہت ثواب ہوگا۔

(علم القرآن ۷۵)

حضرت علامہ غلام رسول سعدی شرح صحیح مسلم میں بدعت کے موضوع پر

یوں رقم طراز ہیں:

بدعت سیئہ کی تعریف

بدعت سیئہ محرمہ کی تعریف یہ ہے کہ جو نیا کام مزاج اسلام کے خلاف ہو اور دین کے کسی حکم کو تبدیل کر کے رکھ دے اس کو اس عقیدے کے ساتھ دین میں داخل کرلیا جائے کہ اس کام کا کرنا باعثِ ثواب ہو اور نہ کرنا موجب عذاب ہو۔

علامہ شامی نے بدعت سیئہ کی یہ تعریف کی ہے:

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان و جعل دینا قویما و صراطا مستقیما

وہ نئی چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ دین کے خلاف ہو۔ خواہ وہ علم ہو عمل ہو یا حال ہو اور اس کی بنیاد کسی شُبہ یا قیاس خفی پر ہو اور اس چیز کو دین قویم اور صراطِ مستقیم بنالیا جائے

علامہ شرنبلالی نے بھی بدعت سیئہ کی یہی تعریف کی ہے۔ (علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص/۱۸ مطبوعہ مصطفی البابی، مصر، الطبقہ الثالثہ ۱۳۵۶ھ)

علامہ طحطاوی نے اس تعریف کی شرح میں لکھا ہے کہ باعتبار علم کے بدعتی کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا منکر ہو اور بدعتی باعتبار عمل کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قبیلہ میں نیک کام کے لیے اذان دیتا ہو اور بدعتی باعتبار حال کے یہ ہے کہ کوئی شخص اس اعتقاد سے خاموش رہتا ہو کہ چپ رہنا عبادت ہے۔ (علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مصطفی البابی، مصر الطبقہ الثالثہ ۱۳۵۶ھ)

البدعة الشرعية هي الامر الحادث في الدين بعد القرون الثلثة المشهود لهم بالخير لم يدل عليه دليل من الكتاب والسنة ولم يدخل تحت عموم ما بل كان في خلاف ما امر الله به ورسوله وهي المراد في قوله كل بدعة ضلالة وقوله ما احدث قوم بدعة وقوله ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة وهي في رواية ما ابتدع قوم بدعة في دينهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يعيدها اليهم يوم القيامة.

(شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ، ہدیۃ المہدی ص ۱۱۶، مطبوعہ میور پریس دہلی ۱۳۲۵ھ)

بدعت شرعیہ وہ نیا کام ہے جو ان قرون ثلثہ کے بعد دین میں پیدا کیا گیا ہو جن کے خیر ہونے کی زبان رسالت نے گواہی دی ہے اس نئے کام پر نہ کتاب وسنت سے کوئی دلیل قائم ہو نہ وہ کتاب وسنت کے کسی عام حکم کے تحت داخل ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔ حسب ذیل احادیث میں جس بدعت کا ذکر ہے اس سے یہی بدعت مراد ہے۔ ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ جو قوم کسی بدعت کو پیدا کرتی ہے اس قوم سے اس بدعت کے بدلہ میں ایک سنت اٹھا لی جاتی ہے، جو قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے اللہ تعالیٰ اس بدعت کے بدلہ میں ان سے کوئی سنت اُٹھا لیتا ہے پھر قیامت تک ان میں وہ سنت واپس نہیں لاتا۔

بدعت کا شرعی معنی اور اقسام

علامہ ابن اثیر جذری بدعت کا شرعی معنی اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

البدعة بدعتان: بدعة هدى و بدعة ضلال فما كان في خلاف ما امر الله به ورسوله صلى الله عليه وسلم فهو في حيز الذم والانكار وما كان واقعا تحت عموم ما ندب الله اليه وحض عليه الله و رسوله فهو في حيز المدح ومالم يكن له مچال موجود كنوع من الجود والسخاء وفعل المعروف فهو من الافعال المحمودة والا يجوزان يكون ذلك في خلاف ما ورد الشرع به لان النبي صلى الله عليه وسلم قدجعل له في ذلك ثوابا فقال (من سن سنة حسنة كان له اجرها واجر من عمل بها) وقال في صندة ومن سن سنة سيئة كان عليه وزرها ووذمن عمل بها وذلك اذا كان في خلاف ما امر الله به ورسوله صلى الله عليه وسلم۔

(علامہ مجد الدین ابن اثیر جذری متوفی

بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام اور دوسرے نیک کام، وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی ملے گا اور جو برے کام کی ابتداء کرے اس کے بارہ میں فرمایا: جس شخص نے برے کام کی ابتداء کی اس پر اپنی برائی کا وبال بھی ہوگا اور جو اس

۶۰۶ھ، النہایہ ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ موسسہ اسماعیلیان قم الطبعہ الرابعہ ۱۳۶۴ھ)

برائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔

علامہ طاہر پٹنی نے بھی بدعت کی اسی طرح دو قسمیں بیان کی ہیں۔

(علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع نولکشور ہند)

علامہ ابن منظور افریقی نے علامہ ابن اثیر کی مذکورہ الصدر پوری عبارت نقل کی ہے اور علامہ ابن اثیر ہی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اس نئے کام سے مراد وہ کام ہے جو خلاف شریعت ہو، لکھتے ہیں:

وعلی هذا التاویل یحمل الحدیث الأخر کل محدثة بدعة انما یرید ما خالف اصول الشریعة ولم یوافق السنة۔

(علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع نولکشور ہند۔)

ان دلائل کی بناء پر حدیث ہر ”نیا کام بدعت ہے“ کی تاویل کی جائے گی اور اس نئے کام سے مراد وہ کام ہیں جو اصول شریعت کے مخالف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں۔

علامہ میر سیّد شریف نے بدعت کی دو تعریفیں لکھی ہیں:

(البدعة) هی الفعلة المخالفة للسنة سمیت البدعة لان قائلها ابتدعها من غیر مقال امام (البدعة) هی الامر المحدث الذی لم یکن علیه اصحابه

بدعت وہ کام ہے جو سنت کے مخالف ہو اور اس کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا قائل امام کے قول کے بغیر اس کی اختراع کرتا ہے۔ بدعت وہ نیا کام ہے جس کو صحابہ اور

والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي۔

تابعین نے نہ کیا ہو اور نہ وہ دلیل شرعی کا تقاضا ہو۔

(میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ کتاب التعریفات ص ۱۶ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ)

علامہ نووی نے بدعت پر انتہائی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

(بدع) البدعة يكسر الباع فی الشرع هی احداث مالم يكن فی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهی مقسمة الى حسنه و قبيحة۔ قال الشيخ الامام المجمع على امامته وجلالته و تمكنه فی انواع العلوم و براعته ابو محمد عبدالعزيز بن عبدالسلام و براعته ابو محمد عبدالعزيز بن عبد السلام رحمه الله و رضی الله عنه فی اخر كتاب القواعد البدعة منقسمة الى واجبة و محرمة ومندوبة و مكروهة و مباحة قال والطريق فی ذٰلك ان تعرض البدعة على قواعد الشريعة فان دخلت فی

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے ”وہ نیا کام کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ (سیئہ) شیخ امام ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے، انہوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا: بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کی اجائے اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہے تو مستحب

قواعد الیجاب فهی واجبة اولی قواعد التحریم فمحرمة اوالندب فمندوبة اوالمکروه فمکروهة اوالمباح فمباحة وللبدع الواجبة أمثلة منها الاشتغال بعلم النحوالذی یفهم به کلام الله تعالیٰ وکلام رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وذٰلك واجب لان حفظ الشریعة واجب ولایتاتی حفظها الابذلك ومالایتم الواجب الابه فهو واجب الثانی حفظ غریب الکتاب واللسنة من اللغة الثالث تدوین اصول الدین واصول الفقه الرابع الکلام فی الجرح والتعدیل و تمیز الصحیح من السقیم وقددلت قواعد الشریعة علی ان حفظ الشریعة فرض کفایة فیما زاد علی المتعین ولا یتأتی ذٰلك الابماذکرنا. وللبدع المحرمة

ہے اور اگر کراہیت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے، یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن اور حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہوسکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کے لیے علم لغت کا حاصل کرنا، تیسری مثال ہے دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا چوتھی مثال ہے سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہوسکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور الصدر علوم کے بغیر

امثلة منها مذاهب القدرية والجبرية والمرجئة والمجسة والرد على هؤلاء من البدع الواجبة وللبدع المندوبة امثلة منها احداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهد فى العصر الاول منها التراويح والكلام فى دقائق التصرف وفى الجدل ومنها جمع المحافل للاستدلال ان قصد بذلك وجه الله تعالى: وللبدع المكروهة امثلة كزخرفة المساجد وتزويق المصاحف وللبدع المباحة امثلة منها المصافحة عقب الصبح والعصر ومنها التوسع فى اللذيذ من الماكل والمشارب والملابس والمساكن ولبس الطيالسة وتوسيع الاكمام وقد يختلف فى بعض ذلك فيجعله بعض العلماء من البدع المكروهة ويجعله اخرون من

حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور الصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ، جبریہ، مرجبہ اور مجسمہ کے نظریات (آج کل پرویزی، چکڑالوی، بہائی، مرزائی، رافضی، اسماعیلی وغیرہ کے نظریات، سعیدی غفرلہ) اور ان لوگوں پر رد کرنا۔ بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔

بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: سرائے اور مدارس بنانا اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا (تمام رمضان میں) جماعت تراویح، تصوف کی دقیق ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ، اور اس مقصد کے لیے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو،

بدعات مکروہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: مساجد کی زیب و زینت، (متاخرین فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) مصحف قرآن کو مزین

السنن المفعولة فی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فما بعده وذلك كالاستعاذة فی الصلاة والبسملة هذا اخر كلامه وروی البیهقی باسناده فی مناقب الشافعی عن الشافعی رضی الله عنه قال المحدثات من الامور ضربان احدهما احدث مما یخالف كتابا اوسنة او اثر او اجماعا فهذه البدعة الضلالة والثانیة مااحدث من الخیر لاخلاف فیه لواحد من العلماء وهذه محدثة غیر مذمومة وقد قال عمر رضی الله عنه فی قیام شهر رمضان نعمت البدعة هذه یعنی انها محدثة لم تكن واذا كانت لیس فیها ردلما مضی هذا اخر كلام الشافعی رضی الله تعالی عنه۔

(علامہ ابو زکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱ ص ۲۲۔ ۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) بدعات مباح کی بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر (کی نماز کے) بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت کو اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا کھلی آستینوں کی قمیص پہننا۔ ان امور میں اختلاف ہے بعض علماء نے ان اُمور کو بدعات مکروہ میں داخل کیا ہے اور بعض علماء نے ان کو عہدِ رسالت اور عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے جیسے نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ جھراً پڑھنے میں سنت ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔ یہاں تک امام عبدالعزیز بن عبدالسلام کا کلام ہے اس کے بعد علامہ نووی فرماتے ہیں: امام بیہقی نے مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت اثر یا اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت سیئہ ہے دوسری

قسم وہ نئے کام ہیں جن میں خیر ہو، ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ بدعت غیر مذموم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں جماعت قائم کرا کر فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، یعنی یہ وہ کام ہے جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مکمل عبادت ہے۔

مُلّا علی قاری نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالے سے بدعات کی مذکورالصدر پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔[۱] اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔[۲] علامہ شامی نے بھی علامہ نووی کے مذکورہ حوالہ سے یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔[۳] اسی طرح علامہ آلوسی نے بھی علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔[۴] علامہ ابن حجر مکی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔[۵] علامہ دشتانی مالکی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام بیان کی ہیں۔[۶] علامہ سنوسی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔[۷] علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی علامہ نووی کے مذکورہ حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں۔[۸] شیخ عثمانی دیو بندی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔[۹]

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

اما البدعة اللغوية فهي

بہرحال باعتبار لغت کے بدعت

تنقسم الى مباحة و مكروهة و حسنة و سيئة قال الشيخ ولى الله من اصحابنا من البدعة بدعة حسنة كالاخذ بالنواجذ لما حث عليه النبى صلى الله عليه وسلم من غير عزم كالتراويح ومنها مباحة كعادات الناس فى الاكل والشرب واللباس وهى هنيئة قلت تدخل فى البدعات المباحة استعمال الورود والرياحين والازهار للعروس ومن الناس من منع عنها لاجل التشبه بالهنود الكفار قلنا اذالم ينوالتشبه اوجرى الامر المرسوم بين الكفار فى جماعة المسلمين من غير نكير فلايضر التشبه تكثير من الاقبيئة والالبسة التى جائت من قبل الكفار ثم شاعت بين المسلمين وقدلبس النبى صلى الله عليه وسلم جبة رومية ضيقة الكمين وقسم الاقبية التى جائتمن بلاد الكفار على

کی حسب ذیل اقسام ہیں: بدعت مباحہ، بدعت مکروہہ، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے بدعت حسنہ کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واجب کیے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے تراویح، بدعات میں سے ایک قسم بدعت مباحہ ہے جیسے لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے کے معمولات ہیں اور یہ آسان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دولہا، دلہن کے لیے کلیوں اور پھولوں کا استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعات مباحہ میں داخل ہے بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب اس سے منع کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تشبہ کی نیت نہ کرے یا کفار کی کوئی رسم مسلمانوں میں بغیر انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قباء اور دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں

اصحابه ومنها ماهی ترك المسلون وتحريف المشروع وهی الضلالة وقال السيد البدعة الضلالة المحرمة هی التی ترفع السنة مثلها والتی لا ترفع شيئا منها فليست هی من البدعة بل هی مباح الاصل۔

(شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ، ہدیۃ المہدی ص ۱۱۷ مطبوعہ میور پریس دہلی ۱۳۲۵ھ)

والا رومی جبہ پہنا ہے اور کفار کی طرف سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں تقسیم فرمایا ہے اور بدعات میں سے ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ (سیئہ) ہے۔ نواب صاحب (نواب صدیق حسن بھوپالی جو غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم تھے) نے کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہوجائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔

مشہور نجدی عالم شیخ کافی فتح الباری سے نقل کر کے اقسام بدعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

البدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق فی الشرع على مقابل السنة فتكون مذمومة والتحقيق انها ان كانت مما يندرج تحت مستحسن فی

لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرح میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر

الشرع فهی حسنة وان کانت مما يندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة والا فهی من قسم المباح وقد تنقسم الی الاحکام الخمسة۔

کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے۔ تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلاشبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰، نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ طبعہ جدیدہ ۱۳۹۸ھ)

بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ

علامہ ابو اسحاق شاطبی رحمہ اللہ بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الباب يضطر الی الكلام فيه عند النظر فيما هو بدعة وما ليس ببدعة فان كثيراً من الناس عدوا اكثر المصالح المرسلة بدعا ونسبوها الی الصحابه والتابعين وجعلوها حجة فيما ذهبوا اليه من اختراع العبادات و قوم جعلوا البدع تنقسم باقسام احكام الشريعة فقالوا ان منها ماهو واجب و مندوب و عدوا من الواجب

اس بات میں یہ بحث کرنا ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے اور کیا چیز بدعت نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر لوگوں نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب کیا ہے اور ان سے اپنی من گھٹ عبادات پر استدلال کیا ہے۔ اور ایک قوم نے بدعات کی احکام شرعیہ کے مطابق تقسیم کی ہے اور انہوں نے کہا کہ بعض بدعات واجب ہیں اور بعض مستحب

كتب المصحف وغيره ومن المندوب الاجتماع فى قيام رمضان على قارئ واحد وايضا فان المصالح المرسلة يرجع معناها الى اعتبار المناسب الذى لا يشهد له اصل معين فليس له على هذا شاهد شرعى على الخصوص ولا كونه قياسا بحيث اذا عرض على العقول تلقته بالقبول وهذا بعينه موجود فى البدع المستحسنة فانها راجعة الى امور فى الدين مصلحية فى زعم واضعها فى الشرع على الخصوص واذا ثبت هذا فان كان اعتبار المصالح المرسلة حقا فاعتبار البدع المستحسنة حق لأنهما يجريان من واد واحد وان لم يكن اعتبار البدع حقا لم يصح اعتبار المصالح المرسلة۔

ہیں، انہوں نے بدعات واجبہ میں قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ تراویح کے اجتماع کو شامل کی اہے۔ مصالح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار مناسب کی طرف ہوتا ہے جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی اس لحاظ سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی ایسے قیاس سے ثابت ہے کہ جب اسے عقل پر پیش کی اجائے تو وہ اسے قبول کر لے اور یہ چیز بعینہٖ بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ بدعات حسنہ کے ایجاد کرنے والوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور بالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو صالحہ مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہوگا۔

(علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ اوران کی اتباع میں علامہ نووی ودیگر اکابر علمانے جن امور کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے علامہ شاطبی رحمہ اللہ انہی امور کو مصالح مرسلہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دونوں کا مآل ایک ہے کیونکہ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ دونوں کی علت ایک ہے اور وہ شریعت اور دین کی ایسی مصلحت ہے جس کی وجہ سے شریعت کا تحفظ ہو سکے یا اس پر عمل آسان ہو تاکہ عام مسلمانوں کے لیے شریعت پر عمل کرنا دشوار نہ ہو اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بدعت کی یہ اقسام مجتہدین کے دائرہ کار میں داخل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو پہلے قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کیا اور پھر صرف لغت قریش کو باقی رکھا اور باقی تمام لغات میں لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا، ان کا یہ اقدام محض شریعت کے تحفظ کی وجہ سے تھا۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اتفقوا على جمع المصحف وليس ثم نص على جمعه و كتبه ايضا الى قوله: حتى اذا نسخوا الصحف فى المصاحف بعث عثمان فى كل افق بمصحف من تلك المصاحف التى نسخوها ثم امر بما سوى ذلك من القراءة فى كل صحيفة او مصحف ان يحرق ولم يرد نص عن النبو صلى الله	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا حتیٰ کہ جب انہوں نے (لغت قریش پر) صحائف لکھ لیے تو حضرت عثمان نے تمام شہروں میں ان مصاحف کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف

عليه وسلم بما صنعوا من ذلك ولكنهم رأوه مصلحة تناسب تصرفات الشرع قطعا فان ذلك راجع الى حفظ الشريعة والامر بحفظها معلوم والى منع الذريعة للاختلاف فى اصلها الذى هو القرآن وقد علم النهى عن الاختلاف فى ذلك بما لا مزيد عليه۔ واذا استقام هذا الاصل فاحمل عليه كتب العلم من السنن وغيرها إذا خيف عليها الاندراس زيادة على ماجاء فى الاحاديث من الامر بكتب العلم۔

(علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی غرناطی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۷۔۱۱۵ ملخصا مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کو جلا دیا جائے، حالانکہ اس معاملہ میں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انہوں نے اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو تصرفات شرعیہ کے بالکل مناسب تھی کیونکہ قرآن کریم کو مصحف واحد میں جمع کرنا شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا اور یہ بات مسلم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور ایک لغت پر قرآن کریم کو جمع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب نہ کریں اور ان میں اختلاف نہ پیدا ہو اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ شریعت محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت ہے۔

بدعت حسنہ کی وجہ اختراور بدعت سیئہ کا مصداق

علامہ شاطبی کی اس عبارت سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی کہ صرف ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کی بنا پر بدعات حسنہ کا ارتکاب جائز بلکہ مستحسن اور بعض صورتوں میں واجب ہے اور اگر کوئی شخص بغیر کسی ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کے خود ساختہ اور من گھڑت عبادات کے ارتکاب کے لیے بدعات حسنہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر واضح نکیر فرمائی ہے۔

اما الشرع ففيه مايدل على خلاف ذلك لان رسول الله صلى الله عليه وسلم رد على من قال: اما انا فاقوم الليل ولا انام، وقال الأخر: اما انا فلا انكح النساء الى اخرما قالوا، فرد عليهم ذلك صلى الله عليه وسلم وقال: "من رغب عن سنتي فليس مني." وهذه العبارة اشد شئ فى الانكار ولم يكن ما التزموا الافعل مندوب او ترك مندوب الى فعل مندوب آخر و كذالك مافى الحديث انه عليه السلام

بہر حال شریعت میں اس امر کے خلاف دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ پر رد فرمایا جن میں سے ایک نے کہا تھا میں تمام رات قیام کروں گا اور نیند نہیں کروں گا اور دوسرے نے کہا تھا میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا الحدیث (تیسرے صحابی نے کہا تھا کہ میں تمام عمر روزے رکھوں گا۔ سعیدی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کر کے فرمایا ”جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرا پیروکار نہیں ہے۔“ اور آپ کے اس فرمان میں ان کے اس نظریے کا بہت شدید ردّ ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے ایک مستحب فعل

رای رجلا قائما فی الشمس فقال ما بال هذا؟ قیل نذر ان لا یستظل ولا یتکلم ولا یجلس ویصوم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم مره فلیجلس ولیتکلم ولیستظل ولیتم صومه- قال مالك امره ان یتم ما کان لله علیه فیه طاعة، ویترك ما کان علیه فیه معصیة ویعضد هذا الذی قاله مالك فی البخاری عن قیس بن ابی حازم، قال دخل علی مراة من قیس یقال لها زینب فراها لا تتکلم، فقال مالها- فقال حجة مصمتة قال لها: "تکلمی" فان هذا لا یحل، هذا من عمل الجاهلیة فتکلمت الحدیث.....الخ

(علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۵۲۔۵۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کی طرف منتقل ہونے کا التزام کیا تھا!

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو فرمایا یہ کیوں کھڑا ہے؟ بتایا گیا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ سایہ میں رہے گا نہ کسی سے بات کرے گا نہ بیٹھے گا اور روزے رکھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ بیٹھے، بات کرے، سایہ میں رہے اور اپنے روزے پورے کرے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اس کی نذر میں جو عبادت کا پہلو تھا اس کو پورا کرنے کا حکم دیا اور جس میں معصیت تھی اس کے ترک کا حکم دیا۔ امام مالک کے اس قول کی بخاری کی اس روایت سے تقویت ہوتی ہے:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس گئے جن کا نام زینب تھا آپ نے دیکھا کہ وہ بات

نہیں کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ بات کیوں نہیں کرتی آپ کو بتایا گیا کہ اس نے چپ کا حج کیا ہے، آپ نے اس سے فرمایا بات کرے، یہ جائز نہیں ہے، یہ زمانہ جاہلیت کے اعمال سے ہے پھر وہ عورت بات کرنے لگی۔

علامہ شاطبی نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں بعض وہ چیزیں ہیں جن میں عبث، لایعنی اور افعال جاہلیت کو بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایسے افعال کو بطور عبادت کرنا حرام ہے اور بعض وہ چیزیں ہیں جن میں امور مستحبہ کو دوام اور التزام کے ساتھ بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ یہ التزام فرض سمجھ کر کرتا ہے تو یہ افعال حرام ہیں اور صرف دوام کے ساتھ مکروہ تنزیہی ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مذکور الصدر دلائل کے پیش نظر عبادات میں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جو عبادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ سے جس طرح منقول ہے اس عبادت کو اسی طرح ادا کیا جائے اور اس میں اپنی طرف سے کسی سابقہ لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے اور کسی امر مستحب کو دوام اور التزام کے ساتھ نہ کیا جائے اور نہ انفرادی نفلی عبادات کو اجتماعی شعائر کا درجہ دیا جائے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

ومن اجل ذٰلك قال حذيفة رضى الله عنه: "كل عبادة لم يتعبدها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدوها

اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ علیہ عنہ نے فرمایا "ہر وہ عبادت جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی اس عبادت کو مت کرو، کیونکہ

فان الاول لم یدع للاخر مقالا فاتقوا اللہ یا معشر القراء وخذوا بطریق من کان قبلکم" ونحوہ لابن مسعود ایضا وقد تقدم من ذٰلک کثیر۔

(علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ الاعتصام ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

پہلے لوگوں نے بعد کے لوگوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ اے قرآن پڑھنے والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صحابہ کے طریقہ پر عمل کرو۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے اور اس سے پہلے کافی دلائل گذر چکے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں غور وفکر کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احایث اور ارشاداتِ صحابہ سے جو بات صاف اور واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ عبادت کا صحیح طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور جس پر جماعت صحابہ گامزن رہی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:۲۱) "ہر گاہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔" اور یہ بات معروف ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے کوئی چیز بنوانے کے لیے نمونہ پیش کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بنانے والا اس نمونہ کے مطابق چیز بنائے اگر بنانے والے کی چیز اس نمونہ کے مطابق ہو تو وہ چیز مقبول ہوتی ہے ورنہ اس کے مزدور ہونے کا خطرہ ہے:

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فھی عامة فی کل انعاله صلی اللہ علیه وسلم اذالم یعلم انها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ آپ کے تمام افعال کو شامل ہے سو ان

من خصوصیاته کنکاح مافوق اربع نسوة اخرج ابن ماجة وابن ابی حاتم عن حفص بن عاصم قال: قلت لعبد الله بن عمر رضی الله عنهما رایتك فی السفر لا تصل قبل الصلوٰة ولا بعدها فقال یاابن اخی صحبت رسول الله صلی الله علیه وسلم کذا وکذا فلم اره یصلی قبل الصلوٰة ولا بعدها ویقول الله تعالیٰ: لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه۔

(علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۶۷، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

افعال کے جو آپ کی خصوصیت ہیں جیسے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا۔ ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حفص بن عاصم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ”میں نے دیکھا ہے کہ آپ سفر میں فرض سے پہلے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد۔“ آپ نے فرمایا: ”اے میرے بھتیجے! میں اتنا اتنا عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے آپ کو فرض سے پہلے کوئی نماز پڑھتے دیکھا اور نہ بعد میں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ہر گاہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔“

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن ماجہ اور امام ابن ابی حاتم کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اتباع اور آپ کی عبادات کے نمونہ ہونے کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کے فعل پر کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے اس وجہ سے آپ سفر میں فرض سے پہلے سنتیں پڑھتے تھے نہ فرض کے بعد، حالانکہ فی نفسہٖ

سنن اور نوافل پڑھنا اچھا کام ہے اور قرآن اور حدیث میں نفلی نمازوں کا ثبوت بھی ہے لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک سفر کے موقعہ پر آپ کا سنن اور نوافل پڑھنا ثابت نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے سفری میں سنتیں نہیں پڑھیں اور سنتیں پڑھنے کو انہوں نے آپ کے نمونہ کے خلاف سمجھا۔ اس لیے بے خطر اور سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ سنت رسول اور طریقِ صحابہ کو دانتوں سے پکڑ لیا جائے اور اس میں سرِ مو کمی بیشی نہ کی جائے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا کفن مسنون سے کچھ زیادہ چیزیں کفن میں رکھنا جائز ہیں اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

''مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے اور عورت کے لیے پانچ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت وممنوع ہے۔ سرمہ کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔'' (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۳، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، طبع دوم ۱۳۹۴ھ)

اس عبارت سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور کو منضبط کر دیا ہے ان میں کسی قسم کی زیادتی اور سابقہ ولاحقہ کا اضافہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ آپ کی بتائی ہوئی اور مقرر شدہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کا اضافہ فرض اور واجب سمجھ کر نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم یہ اضافہ آپ کی محبت میں کر رہے ہیں اور اس کو فرض نہیں سمجھتے اور اس خیال سے اس عمل کو دائما کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عبداللہ بن رواحۃ فی سریۃ فوافق ذلك یوم الجمعۃ فغدا اصحابه فقال اتخلف فاصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم الحقهم فلما صلی مع النبی صلی اللہ علیه وسلم راٰہ فقال له ما منعك ان تغدوا مع اصحابك فقال اردت ان اصلی معك ثم الحقهم فقال لو انفقت ما فی الارض ما ادرکت فضل غدوتهم۔

(امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔)

نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ دن جمعہ کا تھا حضرت عبداللہ بن رواحہ کے ساتھی علی الصباح چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھ کر بعد میں چلا جاؤں گا اور پھر اپنے ساتھیوں سے جاملوں گا۔ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے کہا میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر انہیں جاملوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم تمام روئے زمین کو بھی خرچ کر دو پھر بھی ان کے علی الصباح جانے کا ثواب نہیں پا سکتے!

دیکھئے جمعہ پڑھنے کا قرآن اور حدیث میں حکم موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھنا عظیم ترین فضیلت ہے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکر میں ساتھیوں کے ساتھ صبح کے وقت جانے پر جمعہ پڑھنے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہی کیا تھا اس کے باوجود رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور انہیں اپنے ساتھیوں کے اجر سے محروم ہونے کی خبر دی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے صرف ایک بار آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر یہ اضافہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کرنا پسند فرمایا، سوچئے اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کے اضافوں کو دائما اور شب و روز کا معمول بنالیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا کیا عالم ہوگا!!

قرون ثلٰثہ پر سنت و بدعت کا مدار

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

جو شئی بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی نہ موجود ہو وہ بدعت ہے۔ اب سنو کہ بوجود شرعی اصطلاح فقہ میں اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شئی کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہوگیا تو وہ شئی وجود شرعی میں آگئی، اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو اور معلوم رہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہیں کیونکہ حکم حلت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہیں ہوسکتا پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہوگیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہوگیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہوگیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہوگیا اور وجود اس کا مرتفع ہوگیا، پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج ہوا یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود رہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو

خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا ہو یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ کا شیوع بلانکیر دلیل جواز کے ہے اور نکیر ہونا اس پر دلیل عدم جواز کی ہے، علیٰ ہذا اس کی جنس پ نکیر ہونا دلیل اس کے عدم جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اس کے جواز کی ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن وحدیث ہی سے ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت کا حکم نہیں ہوتا پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب وسنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے۔ مؤلف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہیں سونگھی۔ اس عاجز ف کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورتاً لکھتا ہوں۔ (شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۲۹۔ ۲۸ مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور بند)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ (عہدِ رسالت، صحابہ وتابعین) میں ہو وہ سنت ہے اور جس چیز کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں نہیں ہے وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس قاعدے پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اب قرون ثلٰثہ کی وہ ہٹ نئے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہی ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجئے معنی کی نیا اس پار بہ گئی جب ان میں وجود سے سود نہ عدم سے زیادہ پھر ان کا قدم کیا درمیان خود کہتے ہو کہ وجود خارجی کا اعتبار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ وتابعین پر کوئی نئی شریعت اُترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نَو کا خیال، ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کے منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مظہر سے معدوم ومفقود پھر قرن دو قرن سے کیا کام رہا محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترکِ اولیٰ سے

حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف نہ کہہ دو شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے، چلو ـ نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے" پسینہ پوچھے اپنی جبیں اپنی جبیں سے طرفہ تریہ کہ جس کا جواز دلیل شرعی میں موجود وہ سب سنت جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت اب تیسری شق کی کونسی صورت تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تین حکم شرعی تو کافور ہو گئے اساتذہ جہابذہ نے سمجھائی تو اچھی کہ دونی اُلجھ گئی سلجھائی لچھی اس ہستی پر تازو غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں اہلِ حق کو معاف ہی رکھیں اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۵۹، ۴۵۸، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۴۰۰ھ)

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تو کسی چیز کے سنت اور بدعت ہونے کا مدار قرون ثلثہ پر نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر ہے جس کام کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ سنت کے مطابق ہے خواہ کسی دور میں ہو اور جس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو وہ خواہ کسی دور میں ہو سنت نہیں ہو گا ثانیاً یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جو کام سنت نہ ہو وہ بدعت ضلالہ ہے کیونکہ جو کام سنت نہ ہو وہ مستحب، مباح اور مکروہ تنزیہی بھی ہو سکتا ہے۔ بدعت ضلالہ کا مرتبہ مکروہ تنزیہی کے بعد ہے اس لیے احکام کا سنت اور بدعت ضلالہ میں حصر کرنا باطل ہے۔ نفلی عبادات کے ضمن میں ہم نے جو بدعت کی بحث شروع کی تھی اس کو یہاں ختم کرتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین۔

الحدیث السادس
شبہات سے پرہیز

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی الله عنهما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ الحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهما أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهن كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِه وعِرْضِه، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى يُوْشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيْه. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُه. أَلَا وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّه وإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّه أَلَا وَهِيَ القَلْبُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

(صحیح البخاري، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، ر:52، 1/ 33)(صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال وترک الشبہات، ر:1599، ص862)

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ شبہ کی چیزیں ہیں جنہیں بہت لوگ نہیں جانتے[2] تو جو شبہات سے بچے گا وہ اپنا دین اور اپنی آبرو بچالے گا اور جو شبہات میں پڑے گا وہ حرام میں واقع ہو جائے گا[3] جیسے جو چرواہا شاہی چراگاہ کے آس پاس چرائے تو قریب ہے کہ اس میں جانور چرلیں[4] آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی مقرر کردہ

چراگاہ اس کے محرمات ہیں، آگاہ رہو کہ جسم میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ دل ہے۔ ۵ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

۱ بُشَیر بروزن زُبَیر ہے، آپ بہت خورد سال صحابی ہیں، ہجرت سے چودہ ماہ بعد پیدا ہوئے، آپ انصار میں پہلے بچہ ہیں جو پیدا ہوئے جیسے مہاجرین میں اول حضرت عبداللہ ابن زبیر پہلے بچے ہیں، حضور کی وفات کے وقت آٹھ سال سات ماہ کے تھے، کوفہ میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے عراق کے حاکم تھے، جب حضرت امام حسین نے مسلم ابن عقیل کو کوفہ بھیجا تو آپ اس وقت یزید ابن معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے، آپ نے حضرت مسلم سے کوئی تعرض نہ کیا اس لیے یزید نے آپ کو معزول کر دیا اور عبید اللہ ابن زیاد کو مقرر کیا، جب سر مبارک امام حسین کو کوفہ سے شام بھیجا گیا اس وقت اہل بیت پر یہ ہی نعمان مقرر تھے، آپ نے راہ میں اہل بیت کی بہت خدمات انجام دیں اور اہل بیت اطہار نے آپ کو بہت دعائیں دیں، رضی اللہ عنہ۔ (اشعہ)

۲ یہ حدیث اصل اصول دین ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں: بالکل حلال جن کی حلت منصوص ہے، بالکل حرام جن کی حرمت منصوص ہے جیسے محرمات و فواحش اور مشتبہات جن میں حلت و حرمت کے دلائل متعارض ہیں یا حلت و حرمت کی دلیل نہیں، اصل حلال پر عمل کرو، اصل حرام سے ضرور بچو اور مشتبہات سے احتیاطًا پرہیز کرو کہ شاید حرام ہوں مگر جن میں حلت کی اصل موجود ہو وہ مشتبہ

نہیں، انہیں حرام سمجھنا محض باطل وہم ہے لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ میلاد شریف عرس بزرگانِ دین کو بعض علماء حرام بھی کہتے ہیں لہذا یہ مشتبہات سے ہے۔

(ازمرقات)

۳ یعنی جو شخص مشتبہات سے پرہیز نہ کریگا وہ آخر کار محرمات میں بھی پھنس جائیگا اس لئے مشتبہات سے بچو۔

۴ شاہی چراگاہ میں جانور چرانا سخت جرم ہوتا ہے ہوشیار چرواہے شاہی چراگاہ سے دور ہی رہتے ہیں تاکہ کوئی جانور بے قابو ہوکر اس چراگاہ میں نہ گھس جائے اور ہم مجرم ہوجائیں مگر بے احتیاط چرواہے وہاں قریب پہنچ جاتے ہیں اور آخر کار ان کا جانور وہاں گھس جاتا ہے اور یہ مجرم ہوکر پکڑے جاتے ہیں، ایسے ہی مشتبہات میں واقع ہونے والا کبھی حرام میں بھی گرفتار ہوجائے گا تم چرواہے ہو، نفس بے سمجھ جانور، محرمات شرعیہ شاہی چراگاہ ہے، مشتبہات اس چراگاہ کے متصل زمین۔

۵ یعنی دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا جیسے بادشاہ کے درست ہوجانے سے تمام ملک ٹھیک ہوجاتا ہے ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہوجاتا ہے، دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش کہ دل میں برے ارادے نہ پیدا ہوں اس لیے صوفیاء کرام دل کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کو اپنی منزلوں میں رکھو، اس کی منزل فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب مباح ہیں ان حدود میں رہا تو خیر ہے اگلی منزلیں خطرناک ہیں ادھر نہ جانے دو، اگلی منزلیں مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام وکفر ہیں، مکروہ تنزیہی سے بچاؤ تاکہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴ ص ۲۳۱)

دل کے لشکر

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لبابُ

الاحیاء صفحہ ۱۹۸ میں فرماتے ہیں

نبیِ مُکرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمانِ نصیحت نشان بھی دلالت کرتا ہے: ''بے شک انسانی بدن میں ایک لوتھڑا (یعنی گوشت کا ٹکڑا) ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، سُن لو! وہ دل ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبراء لدینہ، الحدیث ۵۲، ص۶) (مسند ابی داؤد الطیالسی، الجزء الثالث، النعمان بن بشیر، الحدیث ۷۸۸، ص۱۰۶۔۱۰۷)

دِل کو بادشاہ اور مخدوم ہونا چاہیے، نفس اور تمام اعضاء کو اس کے اَوامر ونواہی کا تابع ہونا چاہیے لیکن اگر تمام اعضاء دل کے مطیع نہ ہوں اور ان پر شہوت غالب ہو تو امیر (یعنی دل) مامور بن جاتا ہے اور معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے اور بادشاہ (یعنی دل) کسی کتے یا دشمن کے قبضہ میں قید شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب آدمی حرص یا شہوت کی پیروی کرتا ہے تو حالتِ نیند یا بیداری میں گویا اپنے آپ کو خنزیر یا گدھے کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور یہی جعلی صوفیاء کی حالت ہے اور اگر وہ غصہ کی پیروی کرتا ہے تو گویا اپنے آپ کو کتے کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ درحقیقت گدھے کی پیروی شہوت کی پیروی ہے اور خنزیر کی اطاعت حرص کی پیروی ہے اور جب آدمی اس حالت (یعنی خواہش وحرص کی پیروی) میں ہوتا ہے تو وہ اپنے اوپر مسلّط شیطان کا پیروکار بن جاتا ہے پس جب خواہشات کا تسلّط ان صفات کے ساتھ جو شیطان کے لشکر ہیں، دل پر طویل ہو جاتا ہے تو اس لشکر کو شکست دینے کے لئے دل کی مدد نہیں کی جاتی اور دل عرصۂ دراز تک مغلوب رہتا ہے اور وہ اس لطیفہ کی خاصیت کو ضائع کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ احادیث میں دل کی سیاہی سے یہی مراد ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ان فرامین:

(1) اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کردی۔

(پ26،محمد:16)

(2) كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

(پ30،المطففین:14)

میں مُہر اور زنگ سے یہی مراد ہے اور دل کی مثال آئینہ کی سی ہے۔ جب تک وہ زنگ اور گرد و غبار سے صاف رہتا ہے، اس میں اشیاء دکھائی دیتی ہیں لیکن جب اس پر زنگ غالب آجاتا ہے تو اسے صاف کرنا اور اس سے زنگ کو دور کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ وہ زنگ اس پر غالب آچکا ہوتا ہے اور اس پر اس کی تہہ جم چکی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ضائع ہوجاتا ہے اور اس کی حالت یہ ہوجاتی ہے کہ کوئی بھی صاف کرنے والا اسے صاف اور درست نہیں کرسکتا، مُہر اور زنگ سے یہی مراد ہے۔

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''بے شک دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔'' عرض کی گئی: ''اس کی صفائی کیسے ہوگی؟'' فرمایا: ''موت کو یاد کرنے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے۔''

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ادمان تلاوتہ، الحدیث ۲۰۱۴، ج ۲، ص ۳۵۲)

جب دل کی حکمرانی مکمل طور پر ختم ہوجاتی ہے تو شیطان حاکم بن جاتا ہے اور اچھی صفات بُری صفات سے بدل جاتی ہیں۔

نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''دل چار اقسام کے ہیں: (۱) وہ دل جو صاف ہے اور اس میں چراغ روشن ہوتا ہے، یہ مؤمن کا دل ہے (۲) وہ دل جو سیاہ اوندھا

ہوتا ہے، یہ کافر کا دل ہے (۳) وہ دل جس پر غلاف چڑھا ہوتا ہے اور اس کا غلاف بندھا ہوتا ہے، یہ منافق کا دل ہے (۴) وہ دل جس میں ایمان اور نفاق کی آمیزش ہوتی ہے، اس میں ایمان اس سبزی کی مثل ہے جسے اچھا پانی نشوونما دیتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال اس زخم کی طرح ہے جسے پیپ بڑھاتی ہے، پس اس پر جو مادّہ غالب آجاتا ہے اسی کا حکم اس پر لگایا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دل کو وہی (غالب آنے والا) مادہ لے جاتا ہے۔"

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۱۲۹، ج ۴، ص ۳۶ بتغیر)

دِل کی اِصلاح کی ضرورت

حُجَّۃُ الاِسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لکھتے ہیں: تم پر دل کی حفاظت، اس کی اِصلاح اور اسے دُرُست رکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ دل کا معاملہ باقی اَعضاء سے زیادہ خطرناک ہے، اور اس کا اثر باقی اعضاء سے زیادہ ہے۔ (مزید لکھتے ہیں) ظاہری اَعمال کا باطنی اَوصاف کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ اگر باطن خراب ہو تو ظاہری اَعمال بھی خراب ہوں گے اور اگر باطن حَسَد، رِیا اور تکبُّر وغیرہ عیوب سے پاک ہو تو ظاہری اعمال بھی دُرُست ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے اَعمال صالحہ کو رب تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھے تو ٹھیک ہے اور اگر انہیں اپنا ذاتی کمال تَصَوُّر کرے تو خُودستائی (خُد۔ سِتا۔ ای) کے باعث وہ اَعمال برباد ہوجاتے ہیں، اس لیے جب تک باطنی اُمور کا ظاہری اعمال سے تعلق، باطنی اوصاف کی ظاہری اعمال میں تاثیر اور اوصاف باطنی کے ذریعہ ظاہری اعمال کی حفاظت کی کیفیت وغیرہ کا پتہ نہ چلے، ظاہری اَعمال بھی دُرُست نہیں ہوسکتے۔

(منہاج العابدین، ص ۶۷، ۱۳)

☆☆☆☆☆

الحدیث السابع

دین خیر خواہی ہے

عَنْ أَبِیْ رُقَیَّةَ تَمِیْمِ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِیِّ رضی الله عنه أَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ ۔ قُلْنَا: لِمَنْ یَا رَسُوْلَ الله؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِکِتَابِهٖ، وَلِرَسُوْلِهٖ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَعَامَّتِهِمْ۔ رواه مسلم۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انّ الدین النصیحۃ، ر: 55، ص 47)

روایت ہے حضرت تمیم داری سے [1] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے [2] ہم نے عرض کیا کہ کس کی فرمایا اللہ کی [3] اس کی کتاب کی [4] اور اس کے رسول کی [5] اور مسلمانوں کے اماموں کی [6] اور عوام کی [7] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

[1] آپ کا نام تمیم ابن اوس ابن دار ہے، آپ عیسائی تھے 9 ہجری میں ایمان لائے، آپ سے کل اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے صرف یہ ایک حدیث صحیحین میں ہے، آپ شب کو نوافل میں ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور کبھی ایک آیت صبح تک بار بار پڑھتے اور روتے رہتے تھے، اولاً مدینہ منورہ میں رہے، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام چلے گئے وہاں ہی وفات پائی، مسجد نبوی میں سب سے پہلے چراغ آپ نے ہی روشن کیے۔ (مر [illegible] اغ کیا۔

۲ نصیحۃ بنا ہے نصح سے بمعنی خالص ہونا عرب کہتے ہیں نصحت العسل عن الشمع میں نے شہد کو موم سے خالص کرلیا۔ اصطلاح میں کسی کی خالص خیر خواہی کرنا جس میں بدخواہی کا شائبہ نہ ہو یا خلوص دل سے کسی کا بھلا چاہنا نصیحت ہے۔ یہ بھی جامع کلمات میں سے ہے کہ اس ایک لفظ میں لاکھوں چیزیں شامل ہیں حتی کہ اعتقاد کو کفر سے خالص کرنا، عبادات کو ریا سے پاک و صاف کرنا، معاملات کو خرابیوں سے بچانا سب ہی نصیحت میں داخل ہیں۔

۳ اللہ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کے متعلق خالص اسلامی عقیدہ رکھنا، خلوص دل سے اس کی عبادت کرنا، اس کے محبوبوں سے محبت دشمنوں سے عداوت رکھنا، اس کے متعلق اپنے عقیدے خالص رکھنا اس کی شرح بہت وسیع ہے۔ (مرقات)

۴ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی نصیحت یہ ہے کہ اس کے کتاب اللہ ہونے پر ایمان رکھنا اس کی تلاوت کرنا، اس میں بقدر طاقت غور کرنا، اس پر صحیح عمل کرنا، اس پر سے مخالفین کے اعتراضات دفع کرنا غلط تاویلوں تحریفوں کی تردید کرنا۔

۵ اللہ کے رسول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ انہیں تمام نبیوں کا سردار ماننا ان کے تمام صفات کا اعتراف کرنا جان و مال و اولاد سے زیادہ انہیں پیارا رکھنا انکی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ان کا ذکر بلند کرنا۔

۶ اماموں سے مراد یا تو اسلامی بادشاہ اسلامی حکام ہیں یا علماء دین مجتہدین کاملین اولیاء واصلین ہیں۔ ان کی نصیحت یہ ہے کہ انکے ہر جائز حکم کی بقدر طاقت تعمیل کرنا، لوگوں کو ان کی اطاعت جائزہ کی طرف رغبت دینا، آئمہ مجتہدین کی تقلید کرنا، ان کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ (مرقات) علماء کا ادب کرنا۔

۷ عام مسلمانوں کی نصیحت یہ ہے کہ بقدر طاقت ان کی خدمت کرنا، ان سے

دینی و دنیا مصیبتیں دور کرنا، ان سے محبت کرنا، ان میں علم دین پھیلانا، اعمال نیک کی رغبت دینا، جو چیز اپنے لیے پسند نہ کرے ان کے لیے پسند نہ کرنا یہ حدیث بہت ہی جامع ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج٦ ص٥٩٦)

خیر خواہی

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ الولی مسلم شریف کی شرح میں اس کا مفہوم بیان فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے: ''اللہ عزوجل کے لئے خیر خواہی سے مراد ''اللہ عزوجل پر ایمان لانا، شرک سے بچنا، اس کی اطاعت کرنا وغیرہ، کتاب اللہ کی خیر خواہی سے مراد اس بات پر ایمان لانا کہ یہ ''اللہ عزوجل کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے اور یہ مخلوق کے کلام کے مشابہ بالکل نہیں، اللہ عزوجل کے رسول کی خیر خواہی سے مراد ان کی رسالت کی تصدیق کرنا اور ان کے لائے ہوئے احکام پر ایمان لانا، ائمہ مسلمین یعنی علماء دین کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ حق پر ان کی معاونت واطاعت کرنا اور انہیں ان کی غفلتوں سے بچانے کی کوشش کرنا اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ ان کی دنیا وآخرت کی بہتری کے لئے انہیں نصیحت کرنا نیز ان کے ساتھ ہر طرح کی ہمدردی کرنا۔ (ماخوذ از شرح مسلم للنووی، ج١، ص٥٤)

خیر خواہی کا انوکھا انداز

جاننا چاہے! بعض اوقات بعض لوگوں کے ایسے احوال ہوتے ہیں کہ ان کے لئے سوال کرنا سوال نہ کرنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت سیِّدُنا ابو الحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی جگہ ہاتھ پھیلا کر لوگوں سے مانگتے ہوئے دیکھا، راوی فرماتے ہیں: مجھے یہ بات گراں گزری، پس میں نے حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی سے یہ بات ذکر کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''یہ بات تجھے ناگوار نہ ہو، بے شک حضرت سیِّدُنا نوری رحمۃ

اللہ تعالٰی علیہ انہی لوگوں کو دینے کے لئے ان سے سوال کرتے ہیں، وہ اُن سے اس لئے سوال کرتے ہیں تاکہ انہیں آخرت میں ثواب ملے اور وہ بغیر کسی کمی کے اجر پائیں گویا انہوں نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے اس فرمان کی طرف اشارہ فرمایا: ''یَدُ الْمُعْطِیْ ھِیَ الْعُلْیَا ترجمہ: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۳۸۴، ج۲، ص۸۵)

☆☆☆☆☆

الحدیث الثامن

قتال کی حد

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهما أَنَّ رَسُوْلَ الله قَالَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهدوا أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ الله وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ الله وَیُقِیْمُوْا الصَّلاةَ وَیُؤْتُوا الزَّکَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّی دِمَاءَهم وَأَمْوَالَهم إِلاَّ بِحَقِّ الإِسْلاَمِ وَحِسَابُهم عَلَی الله تَعَالَی۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ۔

(صحیح البخاري، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلاة، ر:25، 20/1) (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا۔۔۔ الخ، ر:22، ص33)

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے جنگ کروں تاکہ گواہی دیں[1] کہ رب کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں زکوۃ دیں[2] جب یہ کرلیں گے تو مجھ سے اپنے خون و مال بچالیں گے[3] سواء اسلامی حق کے[4] اُن کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

[1] یہاں حتّٰی بمعنی کہ ہے جیسے "اسلمتُ حتی ادخل الجنة" یعنی مجھے حکم الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے

کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنیہ کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لاویں یا قتل وقید وعبدیت وغیرہ۔ رب فرماتا ہے: ”وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ“ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل وقید وغیرہ رب فرماتا ہے: ”حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ“ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے: ”تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ“۔ باغیوں کے لیے یا قتل یا بغاوت سے توبہ، رب فرماتا ہے: ”فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ“ لہٰذا آیات و احادیث متفق ہیں۔

۲ چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے، اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز وزکوۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی۔

۳ چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے، کلمہ، نماز و زکوۃ ایمان کی علامت تھی، اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان و مال محفوظ ہے، اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہی حکم ہے۔

۴ یعنی اگر اسلام لا کر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔

۵ یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز وزکوۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد

منافقوں پر نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱ص۱۰)

حقیقتِ توحید اور اس کے درجات کا بیان

توحید توکُّل کی اصل ہے

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لبابُ الاحیاء میں فرماتے ہیں۔

جاننا چاہیے! توحید کے معنی کی وضاحت ''لَآاِلٰہَ اِلَّااللہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں)'' سے ہوتی ہے اور قدرت پر ایمان کی ترجمانی ''لَہُ الْمُلْكُ (یعنی اسی کی بادشاہت ہے)'' سے ہوتی ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے جود وحکمت پر ''وَلَہُ الْحَمْدُ (یعنی اسی کی لئے تمام خوبیاں ہیں)'' دلالت کرتا ہے پس جس شخص کے دل پر اس جملہ کا معنی غالب ہو تو وہ مُتَوَکِّل بن جاتا ہے۔ ان تمام کی اصل توحید ہے۔

مراتبِ توحید:

توحید کے چار مراتب ہیں، اخروٹ کی طرح اس کے چار حصے ہیں[١]، جیسے (۱) مغز (۲) مغز کا مغز (۳) چھلکا اور (۴) چھلکے کا چھلکا۔

پہلا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان چھلکے کے چھلکے کی طرح صرف اپنی زبان سے ''لَآاِلٰہَ اِلَّااللہ'' کہے، یہ منافقین کا ایمان ہے، ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

دوسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان دل سے کلمہ کے معنی کی تصدیق کرے اور یہ عام مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تیسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان کشف کے ذریعے ایمان کا مشاہدہ کرے اور یہ مقربین کا مقام ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کثرتِ اسباب دیکھے لیکن ان سب کو خدائے واحد عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے سمجھے۔

چوتھا مرتبہ: یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی جستجو میں رہے، یہ صدیقین کا مشاہدہ ہے، صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اسے فَنَا فِی التَّوحِیۡد کہتے ہیں اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ باطن کے توحید میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا، حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے فرمان کہ ''مجھے اپنی یاد بھلادی گئی'' سے یہی مراد ہے۔

ان مراتب کی تفصیل

پہلا مرتبہ صرف زبان سے توحید کا اقرار کرنے والے کا ہے اور اس کا مقصد تلواروں سے بچنا اور جان و مال کی حفاظت کا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ نبیِّ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَآئَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ ترجمہ: جب وہ زبان سے اس (کلمہ) کا اقرار کرلیں گے، تو وہ اپنی جان اور مال مجھ سے محفوظ کرلیں گے۔''

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الغاشیۃ، الحدیث ۳۳۴۱، ص ۱۹۹۵)

دوسرا مرتبہ اس مُوَحِّد کا ہے جو دِل سے کلمہ کے معنی کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس میں شک نہیں کرتا لیکن اس کا باطن کشادہ نہیں۔ اگر وہ اس حالت پر فوت ہوجائے اور گناہوں پر مواظبت کی وجہ سے اس کیفیت میں کمزوری پیدا نہ ہوئی ہو، تو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا اور بدعتی کا مکر (لوگوں کے دلوں پر لگی) عقیدہ توحید کی گرہ کو کھولنا ہے جبکہ (علمِ کلام کے ذریعے بدعتی کے مکروفریب سے بچانے والے) متکلم کی تدبیر دل کی گرِہ کو مضبوط کرکے باندھنا ہے۔

تیسرا مرتبہ اس مُوَحِّد کا ہے، جس کا سینہ اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے اور وہ کثرتِ اسباب کے باوجود ایک ہی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے اور جانتا ہے کہ ان اسباب کا صدور اسی وحدہ، لاشریک سے ہی ہے۔

چوتھا مرتبہ اس مُوَحِّد کا ہے جس کے سامنے اور دل میں صرف ایک ذات ہوتی ہے، وہ تمام واسطوں اور اپنے آپ سے بے نیاز ہوتا ہے اور یہی حالت سب سے اعلیٰ ہے، یہ اخروٹ کے مغز سے نکلنے والے تیل کی طرح ہے۔

چوتھے مرتبے کے بارے میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہمارا کلام تو تیسرے میں ہے اور یہ وہ مُوَحِّد ہے جو ایک ہی ذات کو دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ ہر شئے کا صدور اسی ذاتِ واحد سے ہے، پس اس وقت اس کا دل اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نور سے چمکنے لگتا ہے، جیسا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ ذیشان ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ (پ23، الزمر:22) (لباب الاحیاء، ۳۳۵-۳۳۶)

مسائلِ فقہیہ

مسئلہ ۱: مسلمانوں پر ضرور ہے کہ کافروں کو دین اسلام کی طرف بلائیں اگر دین حق کو قبول کرلیں زہے نصیب حدیث میں فرمایا ''اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو یہ اوس سے بہتر ہے جس پر آفتاب نے طلوع کیا۔'' یعنی جہاں سے جہاں تک آفتاب طلوع کرتا ہے یہ سب تمہیں مل جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ تمھاری وجہ سے کسی کو ہدایت ہوجائے اور اگر کافروں نے دین حق کو قبول نہ کیا تو بادشاہ اسلام اون پر جزیہ مقرر کردے کہ وہ ادا کرتے رہیں اور ایسے کافر کو ذمی کہتے ہیں اور جو اس سے بھی انکار کریں تو جہاد کا حکم ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الجہاد، ج۶، ص ۱۹۳، وغیرہ)

مسئلہ ۲: مجاہد صرف وہی نہیں جو قتال کرے بلکہ وہ بھی ہے جو اس راہ میں اپنا مال صرف (خرچ) کرے یا نیک مشورہ سے شرکت دے یا خود شریک ہوکر مسلمانوں

کی تعداد بڑھ جائے یا زخمیوں کا علاج کرے یا کھانے پینے کا انتظام کرے۔ اور اسی کے توابع سے رباط ہے یعنی بلاد اسلامیہ کی حفاظت کی غرض سے سرحد پر گھوڑا باندھنا یعنی وہاں مقیم رہنا اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے کہ اس کی نماز پانسو نماز کی برابر ہے اور اس کا ایک درم خرچ کرنا سات سو درم سے بڑھ کر ہے اور مرجائے گا تو روز مرہ رباط کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج ہوگا اور رزق بدستور ملتا رہے گا اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن شہید اوٹھایا جائے گا اور فزع اکبر سے مامون رہے گا۔ (الدر المختار، و، رد المحتار، کتاب الجہاد، ج ۶، ص ۱۹۳۔۱۹۵)

مسئلہ ۳: جہاد ابتدائی فرض کفایہ ہے کہ ایک جماعت نے کرلیا تو سب بری الذمہ ہیں اور سب نے چھوڑ دیا تو سب گنہگار ہیں اور اگر کفار کسی شہر پر ہجوم کریں (اچانک حملہ کریں) تو وہاں والے مقابلہ کریں اور اون میں اتنی طاقت نہ ہو تو وہاں سے قریب والے مسلمان اعانت کریں اور ان کی طاقت سے بھی باہر ہو تو جو ان سے قریب ہیں وہ بھی شریک ہوجائیں وعلیٰ ہذا القیاس۔

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الجھاد، ج ۶، ص ۱۹۶۔۱۹۸)

مسئلہ ۴: بچوں اور عورتوں پر اور غلام پر فرض نہیں۔ یوہیں بالغ کے ماں باپ اجازت نہ دیں تو نہ جائے۔ یوہیں اندھے اور اپاہج اور لنگڑے اور جس کے ہاتھ کٹے ہوں ان پر فرض نہیں اور مدیون کے پاس مال ہو تو دین ادا کرے اور جائے ورنہ بغیر قرض خواہ بلکہ بغیر کفیل کی اجازت کے نہیں جاسکتا۔ اور اگر دین میعادی ہو اور جانتا ہے کہ میعاد پوری ہونے سے پہلے واپس آجائے گا تو جانا جائز ہے۔ اور شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو وہ بھی نہ جائے۔ یوہیں اگر اوس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں اور وہ لوگ موجود نہیں ہیں تو کسی دوسرے شخص سے کہہ دے کہ جن کی جن کی امانت ہے دیدینا تو اب جاسکتا ہے۔

(''البحرالرائق''، کتاب السیر، ج۵، ص۱۲۱ و''الدرالمختار''، کتاب الجہاد، ج۶، ص۲۰۱)

مسئلہ ۵: اگر کفار ہجوم کر آئیں تو اس وقت فرض عین ہے یہاں تک کہ عورت اور غلام پر بھی فرض ہے اور اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ عورت اپنے شوہر سے اور غلام اپنے مولیٰ سے اجازت لے بلکہ اجازت نہ دینے کی صورت میں بھی جائیں اور شوہر و مولیٰ (آقا) پر منع کرنے کا گناہ ہوا۔ یوہیں ماں باپ سے بھی اجازت لینے کی اور مدیون کو دائن سے اجازت کی حاجت نہیں نہیں بلکہ مریض بھی جائے ہاں پورانا مریض کہ جانے پر قادر نہ ہو اوسے معافی ہے۔ (''البحرالرائق'' کتاب السیر، ج۵، ص۱۲۲)

مسئلہ ۶: جہاد واجب ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اسلحہ اور لڑنے پر قدرت ہو اور کھانے پینے کے سامان اور سواری کا مالک ہو نیز اس کا غالب گمان ہو کہ مسلمانوں کی شوکت بڑھے گی۔ اور اگر اس کی امید نہ ہو تو جائز نہیں کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ (''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب السیر، الباب الأول فی تفسیرہ ...الخ، ج۲، ص۱۸۸)
(و''الدرالمختار''، کتاب الجہاد، ج۶، ص۲۰۳)

☆☆☆☆☆

الحدیث التاسع
بلاضرورت سوال نہ کریں

عَنْ أَبِي هريرَة عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ الله تَعَالَى عَنْه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْه فَاجْتَنِبُوْه وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِه فَأْتُوْا مِنْه مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنَّمَا أَهلكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ۔ رَوَاه الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

(صحیح البخاري، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ر:7288، 4/502، بتغیر ما) (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وترک إکثار سؤالہ... إلخ، ر:1337، ص1282)

یہ مکمل حدیث مسلم شریف اور مشکوۃ المصابیح میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا[1] تو فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا لہٰذا حج کرو[2] ایک شخص نے عرض کیا[3] یارسول اللہ کیا ہر سال حضور خاموش رہے حتی کہ اس شخص نے تین بار کہا[4] تو فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم نہ کرسکتے[5] پھر فرمایا مجھے چھوڑے رہو جس میں میں تم کو آزادی دوں[6] کیونکہ تم سے اگلے لوگ اپنے نبیوں سے زیادہ پوچھ گچھ اور زیادہ جھگڑنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے[7] لہٰذا جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک ہوسکے کرگزرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑدو۔[8] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

۱ یہ خطبہ حج فرض ہونے کے سال مدینہ منورہ میں تھا، ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو بعض لوگوں نے حج کیا، ۹ھ سنہ میں حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ھ سنہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ سنہ یا ۶ھ سنہ یا ۹ھ سنہ میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا۔ حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بھی دو یا تین حج کیے ہیں جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ و حاکم نے حضرت جابر وغیرہم سے روایت کی۔ (مرقات)

۲ اگر حج کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے ۵ھ سنہ یا ۶ھ سنہ میں ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تمہیں مکہ معظمہ پہنچنا میسر ہو جائے تو حج کرنا، فرض تو ابھی ہو گیا ہے مگر اس کی ادا جب لازم ہو گی اور اگر فتح مکہ کے بعد ۹ھ سنہ میں فرض ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال ہی حج کرو۔

۳ یہ عرض کرنے والے حضرت اقرع ابن حابس تھے، وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں تو چاہیے کہ بقرعید میں حج فرض ہو کہ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہوگی کیونکہ روزے تو اپنے گھر میں ہی رکھ لیے جاتے ہیں مگر حج کے لیے مکہ معظمہ جانا پڑتا ہے اور اطراف عالم سے ہر سال بیت اللہ شریف پہنچنا بہت مشکل ہوگا اس لیے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تا کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

۴ اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس لیے تھی کہ سائل سوال

سے باز آجائے تاکہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ سمجھ سکا۔

۵ یعنی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی"۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "سلطنت مصطفٰی" میں ملاحظہ فرمائیے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

۶ یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرما دیں گے۔ (لمعات)

۷ اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کرسکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔

۸ یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مردار کھا لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت و ممانعت کے لیے نہی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا"۔ بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا

ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴ص ۱۲۱)

امام اہل سنت کے مدنی پھول

اعلیحضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

پھر فرمایا: ذرونی ماترکتم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبیائهم فاذا امرتكم بشيئ فاتوا منه مااستطعتم واذا نهيتكم عن شيئ فدعوه۔ (رواہ ابن ماجہ۔ مفردا)

مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمہیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہو سکے بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑ دو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ ت)

(صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۲) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲ /۱) (سنن ابن ماجۃ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲)

یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح وبلاحرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا اور رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا اور رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے

کاموں کو منع کرتے ہو اللہ ورسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک وقیام وفاتحہ وسوم وغیرہا مسائل بدعت وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اس کا بیان اعلیٰ درجہ کا روشن فرمایا ہے۔ فنور اللہ منزلہ واکرم عندہ نزلہ امین۔ امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنیٰ فرمادیتے۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۲۸۹)

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا: من الاحکام وغیرھا۔ کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الرابع دارالمعرفۃ بیروت ۵ /۳۲۲)

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص الکبریٰ شریف میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔ (الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲ /۲۶۲)

باب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

امام قسطلانی نے اس کی نظیر میں پانچ واقعے ذکر کئے اور امام سیوطی نے دس، پانچ وہ اور پانچ اور۔ فقیر نے ان زیادات سے تین واقعے ترک کردئے اور پندرہ اور بڑھائے، اور ان کی احادیث بتوفیق اللہ تعالیٰ جمع کیں کہ جملہ بائیس واقعے ہوئے وللہ الحمد ان کی تفصیل اور ہر واقعے پر حدیث سے دلیل سنئے:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار

حدیث ۱: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان کے ماموں ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی تھی جب معلوم ہوا یہ کافی نہیں عرض کی: یارسول اللہ وہ تو میں کرچکا اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔

فرمایا: **اجعلها مكانها ولن تجزي عن احد بعدك۔**

اس کی جگہ اسے کردو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمھارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔ (صحیح البخاری کتاب العیدین باب الخطبۃ بعد العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۳۲) (صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۵۴)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے:

خصوصية له لا تكون لغيره اذ كان له صلى الله تعالى عليه وسلم ان يخص من شاء بما شاء من الاحكام۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خصوصیت ابو بردہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العیدین حدیث ۹۶۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲ / ۶۵۷)

نیز حدیث صحیحین میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور سید عالم صلی

اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو قربانی کے لئے جانور عطا فرمائے ان کے حصے میں ششماہہ بکری آئی حضور سے حال عرض کیا۔ فرمایا: ضح بھا۔

تم اسی کی قربانی کردو۔

(صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب قسمۃ الاضاحی بین الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۳۲)(صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب سن الاضحیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۵۵)

سنن بیہقی میں بسند صحیح اتنا اور زائد ہے:

ولا رخصۃ فیہا لاحد بعدك۔

تمہارے بعد اور کسی کے لیے اس میں رخصت نہیں۔

(السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الضحایا باب لایجزی الجذع الخ دار صادر بیروت ۹ /۲۷۰)(کنز العمال حدیث ۱۲۲۵۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵ /۱۰۵)

شیخ محقق اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

احکام مفوض بود بوے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برقول صحیح۔

قول صحیح کے مطابق احکام حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد تھے۔ (ت) (اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱ /۶۰۹)

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی اجازتِ خاص

حدیث صحیح مسلم میں ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب بیعت زنان کی آیت اتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ لایعصینك فی معروف، اور مردے پر بین کرکے رونا چیخنا بھی گناہ تھا میں نے عرض کی:

یا رسول اللہ الا اٰل فلان فانہم کانوا اسعدونی فی الجاھلیۃ فلا بدلی من ان اسعدھم۔

یارسول اللہ! فلاں گھر والوں کو استثناء فرمادیجئے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ال فلان۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا وہ مستثنیٰ کردے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نہی النساء عن النیاحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۳۰۴)

اور سنن نسائی میں ارشاد فرمایا:

اذہبی فاسعدیہا۔ جا ان کا ساتھ دے آ۔

یہ گئیں اور وہاں نوحہ کرکے پھر واپس آکر بیعت کی۔

(سنن النسائی کتاب البیعۃ باب بیعۃ النساء نور محمد کارخانہ کراچی ۲ / ۱۸۳)

ترمذی کی روایت میں ہے: **فاذن لہا۔**

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نوحہ کی اجازت دے دی۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۶۰ / ۱۲ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵ / ۲۰۲)

مسند احمد میں ہے، فرمایا:

اذہبی فکافیہم۔

جاؤ ان کا بدلہ اتار آؤ۔

(مسند احمد بن حنبل ۶ / ۴۰۷ و ۴۰۸ والدر المنثور تحت الآیۃ ۶۰ / ۱۲ بیروت ۸ / ۱۳۳)

امام نووی اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یہ حضور نے خاص رخصت ام عطیہ کو دے دی تھی خاص آل فلاں کے بارے میں **وللشارع ان یخص من العموم ماشاء۔**

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہے خاص فرما

دیں۔ (شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نہی النساء عن النیاحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴)

یہی مضمون حدیث ۱۲ ابن مردویہ میں عبداللہ ابن عباس سے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے ہے: انہا قالت یارسول اللہ کان ابی واخی ماتافی الجاھلیۃ وان فلانۃ اسعدتنی وقدمات اخوھا الحدیث۔

اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، زمانہ جاہلیت میں میرا باپ اور بھائی فوت ہوئے تو فلاں عورت نے میرا ساتھ دیا تھا اور اب اس کا بھائی فوت ہوا ہے۔

حدیث ۱۳: ترمذی میں اسماء بنت یزید انصاری رضی اللہ عنہا سے ہے انہوں نے بھی ایک نوحے کا بدلہ اتارنے کی اجازت مانگی حضور نے انکار فرمایا، قالت فراجعتہ مرارا فاذن لی ثم لم انح بعد ذٰلک۔

میں نے کئی بار حضور سے عرض کی، آخر حضور نے اجازت دے دی۔ پھر میں نے کہیں نوحہ نہ کیا۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الممتحنۃ حدیث ۳۳۱۸ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۰۲)

حدیث ۱۴: احمد طبرانی میں مصعب بن نوح سے ہے ایک بڑی بی (عہ) نے وقت بیعت نوحے کا بدلہ اتارنے کا اذن چاہا، فرمایا:

اذھبی فکافیھم۔

جاؤ عوض کر آؤ۔

(الدرالمنثور بحوالہ احمد وغیرہ الآیۃ ۶۰/ ۱۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۱۳۳)

اقول: فظاھر ان کلا رخصۃ تختص بصاحبتھا لاشرکۃ فیھا لغیرھا فلاینکر بما ذکرنا علی قول النووی ان ھذا محمول علی الترخیص لام

عطية في ال فلان خاصة وبمثله يندفع ما استشكلوا من التعارض في حديثي التضحية لابي بردة وعقبة لاسيما مع زيادة البيهقي المذكورة فانه حكم لاخبر ولاشك ان الشارع اذا خص ابابردة كان كل من سواه داخلاً في عموم عدم الاجزاء وكذا حين خص عقبة فصدق في كل مرة لن تجزي احدًا بعد فافهم فقد خفي على كثير من الاعلام۔

میں کہتا ہوں ظاہر ہے کہ ہر رخصت صاحت رخصت کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ چنانچہ جو ہم نے ذکر کیا اس کی وجہ سے امام نووی کے قول کا انکار نہیں ہوتا کہ بیشک یہ بطور خاص آل فلاں کے بارے میں ام عطیہ کو رخصت دینے پر محمول ہے۔ اور اسکی مثل سے قربانی کے بارے میں ابو بردہ اور عقبہ کی حدیثوں میں واقع تعارض کا اشکال بھی مندفع ہوجاتا ہے خصوصا اس زیادتی کے ساتھ جو بیہقی میں مذکور ہے کہ بیشک یہ حکم ہے خبر نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ شارع علیہ السلام نے جب ابو بردہ کو مختص فرمایا تو ان کے ماسوا ہر ایک عدم اجزاء کے عموم میں داخل ہوگیا۔ اسی طرح جب عقبہ کو خاص فرمادیا تو ہر مرتبہ یہ بات صادق آئی کہ تیرے بعد ہرگز یہ کسی کے لیے کفایت نہیں کرے گا، تو سمجھ لے، تحقیق بہت سے علماء پر یہ بات مخفی رہی۔

تین دن کی عدت

حدیث ۱۵: طبقات ابن سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے جب ان کے شوہر اول جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

تسلبي ثلثاً ثم اصنعي ماشئت۔

تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

(الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴ /۴۱)(کنز العمال حدیث ۲۷۸۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹ /۶۵۰)

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو اس حکم عام سے استثناء فرمادیا کہ عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے۔

تعلیم قرآن بطور مہر

حدیث ۱۶: ابن السکن میں ابو نعمان ازدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مہر دو۔ عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا:

اما تحسن سورۃ من القراٰن فاصدقها السورۃ ولایکون لاحدٍ بعدك مهرًا۔

رواہ سعید بن منصور مختصرًا۔

کیا تجھے قرآن عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورۃ سکھانا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ (اس کو سعید بن منصور نے مختصراً روایت کیا۔)

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۱۰۶۳۹ ابو النعمان الازدی دار الفکر بیروت ۶ /۲۶۷)

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرعی امور میں تصرف

حدیث ۱۷: ابی داود ونسائی وطحاوی وابن ماجہ وخزیمہ میں عم عمارہ بن خزیمہ بن ثابت انصاری اور

حدیث ۱۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ وتاریخ بخاری ومسند ابی یعلٰی وصحیح ابن خزیمہ ومعجم کبیر طبرانی میں حضرت خزیمہ اور حدیث ۱۹ حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ خرابی ہو تیرے

لئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر بارگاہ ہوئے گفتگو سن کر بولے: انا اشھد انك قد بایعته میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم موجود تو تھے ہی نہیں تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی: بتصدیقك یارسول الله[1] (وفی الثانی) صدقتك بما جئت به وعلمت انك لاتقو ل الا حقا[2] (وفی الثالث) انا اصدقك علی خبر السماء والارض الا اصدقك علی الاعرابی۔[3]

یارسول اللہ! میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا ہوں اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے میں آسمان وزمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتا ہوں کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں۔

اس کے انعام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا:

من شھد له خزیمة او شھد علیه فحسبه۔[4]

خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی شہادت بس ہے۔

([1] سنن ابی داود کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۱۵۲) (شرح معانی الآثار کتاب القضاء والشہادات حدیث کفایۃ شہادۃ خزیمہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۳۱۰) ([2] کنز العمال بحوالہ ع حدیث ۳۷۰۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳ / ۳۷۹) (المعجم الکبیر حدیث ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴ / ۸۷) (اسد الغابۃ ترجمہ ۱۴۴۶ خزیمۃ بن ثابت دار الفکر بیروت ۱ / ۶۹۷) ([3] کنز العمال حدیث ۳۷۰۳۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳ / ۳۸۰)

([3] المعجم الکبیر عن خزیمہ حدیث ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴ / ۸۷)(کنز العمال بحوالہ مسند ابی یعلٰی وغیرہ حدیث ۳۷۰۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳ / ۳۸۰)(التاریخ الکبیر حدیث ۲۳۸ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۱ / ۸۷)

ان احادیث سے ثابت کہ حضور نے قرآن عظیم کے حکم عام واشھدوا ذوی عدل منکم۔

(اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ت) سے خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔ (القرآن الکریم ۶۵ / ۲)

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عنایت خاص

حدیث ۲۰: صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی۔ فرمایا: غلام آزاد کرسکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاسکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ اتنے میں خرمے خدمت اقدس میں لائے گئے حضور نے فرمایا: انہیں خیرات کردے۔ عرض کی: اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔

فضحك النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی بدت نواجذہ وقال اذهب فاطعمه اهلك۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے، اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلادے۔

([1] صحیح البخاری کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۲۵۹)(صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب اذا وھب ھبۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۳۵۴)(صحیح مسلم کتاب الصیام

باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۰)(سنن الترمذی کتاب الصوم باب ما جاء فی کفارۃ الفطر فی رمضان حدیث ۷۲۴ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۷۵)(سنن ابی داود کتاب الصیام باب کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۵)(سنن ابن ماجہ ابواب ما جاء فی الصیام باب ما جاء فی کفارۃ من افطر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۲۱)(مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۴۱ و۲۸۱)(مسند الدارمی کتاب الصیام باب الذی یقع علی امرأتہ فی شہر رمضان دارالمحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۱/ ۳۴۳ و۳۴۴)(سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب القبلۃ للصائم حدیث ۲۲۷۱/ ۳۹ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۱۰ و۲۰۹)(سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب القبلۃ للصائم حدیث ۲۳۴۳/ ۲۲ تا ۲۳۶۸/ ۲۷ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳۶ تا ۲۴۱)(السنن الکبری کتاب الصیام باب کفارۃ من اتی اہلہ فی نہار رمضان دارصادر بیروت ۴/ ۲۲۱و۲۲۲)

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے بھی نہ سنا ہوگا سوا دو من خرمے سرکار سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھالو، کفارہ ہوگیا۔ واللہ! یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے، ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ **فاولٰئك یبدل اللہ سیاٰتہم حسنٰت.** (القرآن الکریم ۲۵/ ۷۰)

(تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ ت) کی خلافت کبرٰی ہے،

ان کی ایک نگاہ کرم کبائر کو حسنات کر دیتی ہے جب تو ارحم الراحمین جل جلالہ نے گناہگاروں، خطاواروں، تباہ کاروں کو ان کا دروازہ بتایا کہ: **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك الاٰیة** ۔ (القرآن الکریم ۴/ ۶۴)

گناہگار تیرے دربار میں حاضر ہوکر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین ۔

یہی مضمون حدیث ۲۱: مسلم میں ام المومنین صدیقہ [۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حدیث ۲۲: مسند بزار ومعجم اوسط طبرانی میں عبداللہ بن عمر [۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔ ([۲] صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۵) ([۳] مجمع الزوائد بحوالہ ابویعلٰی کتاب الصیام باب فی من افطر الخ دارالکتاب بیروت ۳/ ۱۶۷و۱۶۸)

حدیث ۲۳: دارقطنی میں مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے، ارشاد فرمایا:

کل انت وعیالك فقد کفر اللہ عنك۔

تو اور تیرے اہل وعیال یہ ٹکڑے کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفارہ ادا کردیا۔ (سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب السواک للصائم حدیث ۲۳۶۱ / ۲۱ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۴۳۸)

ہدایہ میں ہے، فرمایا: **کل انت ویالك تجزئك ولا تجزئی احدا بعدك۔**

تو اور تیرے بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔ [۱]

([۱] الہدایۃ کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۲۰۰)

سنن ابی داود میں امام شہاب زہری تابعی سے ہے:

انما کان ھذہ رخصۃ لہ خاصۃ ولو ان رجلا فعل ذٰلك الیوم لم یکن لہ بد من التکفیر۔

یہ خاص اسی شخص کے لئے رخصت تھی آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ نہیں۔ (سنن ابی داود کتاب الصیام باب من اتی اہلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۵)

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گنا وفی الحدیث وجوہ اخر۔

نبی کریم ﷺ کی رخصتِ خاص

حدیث ۲۴: صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ و مسند امام احمد میں زینت بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا ابوحذیفہ کی بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عرض کی: یارسول اللہ! سالم (غلام آزاد کردہ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما) میرے سامنے آتا جاتا ہے اور وہ جوان ہے ابوحذیفہ کو یہ ناگوار ہے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ارضعیہ حتی یدخل علیک تم اسے دودھ پلادو کہ بے پردہ تمہارے پاس آنا جائز ہوجائے۔ ام المومنین ام سلمہ وغیرہا باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن نے فرمایا:

ما نری ھٰذہٖ الا رخصۃ ارخصھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسالم خاصۃ۔

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خاص سالم کے لیے فرمادی تھی۔

(صحیح مسلم کتاب الرضاع فصل رضاعۃ الکبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۹)(سنن النسائی کتاب النکاح باب رضاع الکبیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۸۳)(سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب رضاع الکبیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۱)(مسند احمد بن حنبل عن عائشۃ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۹و ۱۷۴و ۲۴۹)(مسند احمد بن حنبل حدیث سہلۃ امراۃ حذیفہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۵۶)

حدیث ۲۵: ابن سعد و حاکم میں بطریق عمرہ بنت عبدالرحمن خود سہلہ زوجہ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مضمون مذکور، مروی کہ انہوں نے جب حال سالم عرض کیا فامرھا ان ترضعیہ[2] حضور نے دودھ پلادینے کا حکم فرمایا، انہوں نے دودھ پلادیا اور سالم اس وقت مرد جوان تھے جنگ بدر میں شریک ہوچکے تھے۔ جوان آدمی

کو اول تو عورت کا دودھ پینا ہی کب حلال ہے پئے تو اس سے پسر رضاعی نہیں ہوسکتا مگر حضور نے ان حکموں سے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

(الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر سالم مولٰی ابی حذیفہ دار صادر بیروت ۳/ ۸۶ و ۸۷)

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ الرضاع فی الکبیر الخ دار الفکر بیروت ۴ /۶۱)

ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت

حدیث ۲۶: صحاح ستہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رخص لعبد الرحمن بن عوف والزبیر فی لبس الحریر لحکمۃ کانت بھما۔

یعنی عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بدن میں خشک خارش تھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب مارخص للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۶۸)(صحیح مسلم کتاب اللباس باب اباحۃ لبس الحریر للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۹۳)(سنن ابی داود کتاب اللباس باب لبس الحریر لعذر آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۰۵)(سنن ابن ماجۃ کتاب اللباس باب من رخص لہ فی لبس الحریر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۵)(سنن النسائی کتاب الزینۃ باب الرخصۃ فی لبس الحریر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲ /۲۹۷)(مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۹۲، ۲۱۵، ۲۵۲، ۲۵۵)

حدیث ۲۷: ترمذی وابویعلٰی وبیہقی میں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے فرمایا:

یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرك۔

اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحال جنابت

داخل ہو۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابی طالب دارالفکر بیروت ۵ /۴۰۸)(مسند ابن یعلٰی عن ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۳۸ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲ /۱۳)(السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب دخولہ المسجد جنبا دار صادر بیروت ۷ /۶۶)

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۷۴۸ دارالفکر بیروت ۵ /۴۰۹)

حضرت علی پر کرم خاص

حدیث ۲۸ : مستدرک حاکم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: علی کو تین باتیں وہ دی گئیں کہ ان میں سے میرے لئے ایک ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی۔ (سرخ اونٹ عزیز ترین اموال عرب ہیں) کسی نے کہا: امیر المومنین! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: دختر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شادی وسکناہ المسجد مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحل لہ ما یحل لہ اور ان کا مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ رہنا کہ انہیں مسجد میں روا تھا جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو روا تھا (یعنی بحالت جنابت رہنا) اور روز[1] خیبر کا نشان۔

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ سدو اعدہ الابواب الا باب علی دارالفکر بیروت ۳ /۱۲۵)

حدیث ۲۹ : معجم کبیر طبرانی وسنن بیہقی وتاریخ ابن عساکر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا ان ھذا المسجد لایحل لجنب ولالحائض الا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وازواجہ وفاطمۃ بنت محمد وعلی الا بینت لکم ان تضلوا۔ ھذا روایۃ الطبرانی۔

سن لو یہ مسجد کسی جنب کو حلال نہیں ہے نہ کسی حائض کو، مگر سید عالم صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات وحضرت بتول زہرا اور مولا علی کو، صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم وسلم۔ سن لو میں نے تم سے صاف بیان فرمادیا کہ کہیں بہک نہ جاؤ (یہ طبرانی کی روایت ہے۔ ت)

(المعجم الکبیر عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا حدیث ۸۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳ / ۳۷۴) (السنن الکبیر کتاب النکاح باب دخول المسجد جنبا دار صادر بیروت ۷ / ۶۵) (تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۰۲۹ علی ابن ابی طالب داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۵ / ۱۰۸)

حضرت براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عطائے خاص

حدیث ۳۰: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نہانا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن خاتم الذہب۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

(۱ صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذہب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۸۸) (صحیح البخاری کتاب اللباس باب خواتیم الذہب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۸۷۱)

بایں ہمہ خود براء رضی اللہ تعالٰی عنہ انگشتری طلائی پہنتے۔ ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابواسحٰق اسفرائنی سے روایت کی:

قال رأیت علی البراء خاتما من ذہب۔ وروی نحوہ البغوی فی الجعدیات عن شعبۃ عن ابی اسحٰق۔ فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ (ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انہوں نے ابی اسحٰق سے روایت کیا۔)

(المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب اللباس الخ نمبر ۶۲ حدیث ۲۵۱۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵ / ۱۹۵)

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابو عبدالرحمٰن ثنا ابورجاء ثنا محمد بن مالک قال رأیت

علی البراء خاتماً من ذھب وکان الناس یقولون له لم تختم بالذھب وقد نھی عنه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وبین یدیه غنیمة یقسمھا سبی وخرثی قال فقسمھا حتی بقی ھذا الخاتم فرفع طرفه فنظر الی اصحابه ثم خفض ثم رفع طرفه ثم خفض ثم طرفه۔ فنظر الیھم قال ای براء فجئته حتی قعدت بین یدیه فاخذ الخاتم فقبض علی کرسوعی ثم قال خذ البس ما کساك اللہ ورسوله۔

یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے حضور تقسیم فرمارہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہ گئی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء! میں حاضر ہوکر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ ورسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴ / ۲۹۴)

براء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ ورسول نے پہنایا، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غیبی خبر

حدیث ۳۱: دلائل النبوۃ بیہقی میں بطریق الحسن مروی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

کیف بک اذا لبست سواری کسرٰی۔

وہ وقت تیرا کیسا وقت ہوگا جب تجھے کسرٰی بادشاہ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

جب ایران زمانہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فتح ہوا اور کسرٰی کے کنگن، کمربند، تاج خدمت وفاروقی میں حاضر کئے گئے امیر المومنین نے انہیں پہنائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا:

اللہ اکبر الحمد للہ الذی سلبھما کسرٰی بن ھرمز والبسھما سراقۃ الاعرابی۔

اللہ بہت بڑا ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسرٰی بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دہقانی کو پہنائے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی باب قول اللہ عزوجل وعداللہ الذین امنوا الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۲۵، ۳۲۶)

قال العلامۃ الزرقانی لیس فی ھذا استعمال الذھب وھو حرام لانہ انما فعلہ تحقیقا لمعجزۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یقرھما فانہ روی انہ امرہ فنزعھما وجعلھما فی الغنیمۃ ومثل ھذا لایعد استعمالاً۔ علامہ زرقانی نے فرمایا اس سے سونے کو استعمال کرنا لازم نہیں آیا حالانکہ وہ حرام ہے، کیونکہ امیر المومنین کا یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ کی تحقیق کے لئے تھا، اس فعل کو برقرار نہیں رکھا۔ مروی ہے کہ آپ نے سراقہ کو حکم دیا انہوں نے وہ کنگن اتار دیئے اور آپ نے انہیں مال غنیمت میں شامل فرما دیا

اور اس کو استعمال شمار نہیں کیا جاتا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب المقصد الثامن الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۸)

اقول: رحمك الله من فاضل كبير الشان انما المعجزة اخباره صلى الله تعالى عليه وسلم بانه سوارى كسرى فانما تحققها بلبسه وانما حرام اللبس ومن شرط الحرمة اللبث فالواضح ما جنحت اليه من ان هذا ترخيص وتخصيص من النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لسراقة ولم يكن فى الحديث مايدل على التمليك ففعل امير المومنين ما ارشد اليه الحديث ثم ردهما مردّهما۔ میں کہتا ہوں اے فاضل کبیر الشان، اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، معجزہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس بات کی خبر دینا ہے کہ سراقہ کسرٰی کے کنگن پہنے گا۔ چنانچہ اس کا تحقق تو ان کے کنگن پہننے سے ہوگیا، اور بے شک حرام پہننا ہے اور حرمت کی شرط لبث ہے۔ پس واضح ہے کہ یہ سراقہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف رخصت وتخصیص ہے۔ اور حدیث میں تملیک پر دلالت نہیں چنانچہ امیر المومنین نے وہ کام کای جس کی طرف حدیث نے راہنمائی فرمائی، پھر ان کنگنوں کو ان کی جگہ کی طرف لوٹا دیا۔

حدیث ۳۲: طبقات ابن سعد میں منذر ثوری سے ہے امیر المومنین علی وحضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا آپ نے (اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ ابو القاسم) کا نام بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پر رکھا اور کنیت (عہ) بھی حضور کی، حالانکہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے ایک جماعت قریش کو بلا کر گواہی دلوائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا تھا:

سرکار ﷺ کا علم غیب

سیولد لک بعدی غلام فقد نحلته اسمی و کنیتی ولا تحل لاحد من امتی بعده۔

عنقریب میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا ہوگا میں نے اسے اپنے نام وکنیت دونوں عطا فرمادئے اور اس کے بعد میرے کسی اور امتی کو حلال نہیں۔

شیخ محقق کے مدنی پھول

عہ: شیخ محقق اشعۃ للمعات میں فرماتے ہیں:

علماء رادریں مسئلہ اقوال ست وقول صواب ازیں مقالات آنست کہ تسمیہ بنام شریف وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز بلکہ مستحب ست وتکنی بکنیت وے اگرچہ بعد از زمان قوی تروسخت تر بود وہمچنیں جمع کردن میان نام وکنیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممنوع بطریق اولیٰ وآنکہ علی مرتضی کرد مخصوص بود بوے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیر اورا جائز نبود[1] اھ لکن فی التنویر من کان اسمہ محمد لاباس بان یکنی اباالقاسم اھ[2] وعللہ فی الدر[3] بنسخ النھی محتجا بفعل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، درست قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر نام رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور آپ کی کنیت کے ساتھ کنیت رکھنا اگرچہ آپ کے وصال کے بعد ہو سخت منع ہے اور اسی طرح آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا بطریق اولیٰ ممنوع ہے۔ اور وہ جو حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے وہ انکی خصوصیت ہے، انکے غیر کو ایسا کرنا جائز نہیں اھ۔ لیکن تنویر میں ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں اھ اور در میں نسخ نہی کے ساتھ اسکی علت بیان کی گئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے۔

([1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴ / ۴۴،۴۵) ([2] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۲۵۲) (

[3] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۲۵۲)

اقول و کیف یفید النسخ مع نص الحدیث نفسه ان ذٰلك کان رخصة من النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لعلی کرم الله تعالٰی وجهه کما سیأتی والمرام یحتاج الی زیادة تحری لایرخص فیه غرابة المقام والله تعالٰی اعلم ۱۲منه۔

میں کہتا ہوں کہ کیسے مفید ہے نسخ خود نص حدیث کے ہوتے ہوئے کہ بیشک یہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے رخصت ہے جیسا کہ عنقریب آئیگا۔ اگرچہ مقصود زیادہ تفصیل کا مقتضی ہے مگر غرابت اس مقام کی اجازت نہیں دیتی۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں:

قلت یارسول الله ان ولد لی ولد بعد أسمّیه باسم واکنیه بکنتك فقال نعم۔ فکانت رخصة من رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لعلی [1]۔ احمد وابوداود [2] والترمذی وصحح وابو یعلی والحاکم فی الکنی والطحاوی والحاکم فی المستدرك والبیهقی فی السنن والضیاء فی المختارة عنه رضی الله تعالٰی عنه۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کے بعد اگر میرے کوئی لڑکا پیدا ہوا تو میں حضور کا نام پاک اس کا نام رکھوں اور حضور کی کنیت اس کی کنیت۔ فرمایا: ہاں۔ یہ مولٰی علی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رخصت تھی۔ (امام احمد وابوداود وترمذی نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی۔ اور ابو یعلٰی وحاکم نے کنٰی میں

اور طحاوی اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

([1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ومن ھذہ الطبقۃ ممن روی عن عثمان وعلی الخ دار صادر بیروت ۵/ ۹۱و۹۲) ([2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۵) (سنن ابی داود کتاب الادب باب فی الرخصۃ فی الجمع بینھما آفتاب عالم پریس ۲/ ۳۲۳) (سنن الترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی کراھیۃ الجمع بین الاسم النبی وکنیہ حدیث ۲۸۵۲ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۴) (المستدرک للحاکم کتاب الادب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تسموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی دار الفکر بیروت ۴/ ۲۷۸) (السنن الکبرٰی کتاب الضحایا باب ماجاء من الرخصۃ الخ دار صادر بیروت ۹/ ۳۰۹) (شرح معانی الآثار کتاب الکراھیۃ باب الکنی بابی القاسم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۳۲) (مسند ابویعلٰی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۲۹۸ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/ ۱۸۴) (الضیاء المختارۃ ۲/ ۳۴۳)

امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر کرم خاص

حدیث ۳۳: صحیح بخاری و ترمذی و مسند احمد بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے غزوہ بدر میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زوجہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما بیمار تھیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ میں شاہزادی کی تیمارداری کے لیے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ان لك اجر رجل من شھد بدرًا وسھمہ۔

بیشک تمہارے لئے حاضران بدر کے برابر ثواب اور حاضری کے مثل غنیمت کا حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مناقب عثمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۳) (سنن الترمذی کتاب المناقب باب عثمان بن عفان حدیث ۳۷۲۶ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۹۵) (مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۰۱)

یہ خصوصیت حضرت عثمان کو عطا فرمادی حالانکہ جو حاضر جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں۔

سنن ابوداود میں انہیں سے ہے:

فضرب له رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بسهم ولم یضرب لاحدٍ غاب غیره۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر فرمایا اور ان کے سوا کسی غیر حاضر کو حصہ نہ دیا۔

(سنن ابی داود کتاب الجہاد باب فی من جاء بعد الغنیمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۱۸)

حدیث آئندہ کتاب الفتوح میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبہ دار کر کے بھیجا ان سے ارشاد فرمایا: میں نے تمہارے لئے رعایا کے ہدایا طیب کر دئے اگر کوئی چیز تمہیں ہدیہ دی جائے قبول کرلو۔ عبید بن صخر کہتے ہیں جب معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ واپس آئے تیس غلام لائے کہ انہیں ہدیہ دیے گئے، حالانکہ عاملوں کو رعایا سے ہدیہ لینا حرام ہے۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ سیف فی الفتوح، ترجمہ ۸۰۳۷ معاذ بن جبل دارالفکر بیروت ۵ / ۱۵۴)

مسند ابویعلٰی میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

هدايا العمال حرام كلها۔

عاملوں کے سب ہدئے حرام ہیں۔

(کنز العمال بحوالہ عن عن حذیفہ حدیث ۱۵۰۶۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۱۱۲)

مسند احمد و سنن بیہقی میں اب وحمدی ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: هدايا العمال غلول۔

عاملوں کے ہدیے خیانت ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث ابی حمید الساعدی المکتب الاسلامی بیروت ۵ / ۴۲۴) (السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب آداب القاضی باب لایقبل منہ ہدیۃ دارصادر بیروت ۱۰ / ۱۳۸) (کنزالعمال حدیث ۱۵۰۶۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۱۱۱)

دھوکے سے نجات

حدیث ۳۴: صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ ایک شخص (یعنی حبان بن منقذ بن عمرو انصاری یا ان کے والد منقذ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں فریب کھا جاتا ہوں (یعنی لوگ مجھ سے زیادہ قیمت لے لیتے ہیں) فرمایا:

من بایعت فقل لاخلابة[2]۔ زاد الحمیدی فی مسندہ ثم انت بالخیار ثلثا۔[3]

جس سے خریداری کرو کہہ دیا کرو فریب کی نہیں سہی۔ حمیدی نے اپنی مسند میں اتنا اضافہ کیا: پھر تمہیں تین دن تک اختیار ہے (اگر ناموافق پاؤ بیع رد کردو)

([2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب مایکرہ الخداع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۲۸۴) (صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب ماینہی عن اضاعۃ المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۳۲۴) (صحیح البخاری فی الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف العقل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۳۲۵) (صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۷) (کنزالعمال عن عبداللہ بن عمر حدیث ۹۹۶۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴ / ۱۵۵) ([3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الرد علی ابی حنیفہ حدیث ۳۷۳۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷ / ۳۰۵) (مسند حمیدی ۲ / ۷۴)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر کرم خاص

یہی مضمون حدیث ۳۵ سنن اربعہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے وذکر قصۃ ولم یذکر الزیادۃ (قصے کا ذکر کیا گیا اور زیادتی کا ذکر نہ کیا گیا۔)

امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ وامام شافعی اور روایت اصح میں امام مالک وغیرہم ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک غبن باعث خیار نہیں کتنا ہی غبن کھائے بیع کو رد نہیں کرسکتا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حکم سے خاص انہیں کو نوازا تھا اوروں کے لیے نہیں، یہی قول صحیح ہے۔

(شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷)

حدیث ۳۶: مشہور میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد نماز سے ممانعت فرمائی۔ فیہ عن عمر وعن ابی ھریرۃ وعن ابی سعید ن الخدری کلھا فی الصحیحین وعن معاویۃ فی صحیح البخاری۲ وعن عمرو بن عنبسۃ فی صحیح مسلم ۳؎ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اس بارے میں حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری سے صحیحین میں مروی ہے اور حضرت معاویہ سے صحیح بخاری میں اور حضرت عمرو بن عنبسہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)۔

(۱؎ صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۲)(صحیح
البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب لاتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱
/ ۸۲)(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب من یکرہ الصلوٰۃ الا بعد العصر والفجر قدیمی کتب خانہ
کراچی ۱/ ۸۳)(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ
کراچی ۱/ ۲۷۵)(۲؎ صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب لاتحری الصلوٰۃ بعد غروب الشمس
قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۳)(۳؎ صحیح مسلم کتاب المسافرین باب الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ
قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۶)

خود ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی اس ممانعت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں رواہ ابو داود فی سننہ ۴؎ (ابوداود نے اپنی سنن

میں اس کو روایت کیا۔)

([2] سنن ابی داود کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ بعد العصر آفتاب عالم پریس لاہور ا / ۱۸۱)

باینہمہ ام المومنین عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتیں:

رواہ الشیخان عن کریب عن ابن عباس وعبدالرحمن بن ازھر والمسوّر بن مخرمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم انھم ارسلوہ الی عائشۃ زوج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالوا اقرء علیھا السلام منا جمیعا وسلھا عن الرکعتین بعد العصر وقل لھا بلغنا انک تصلینھما وان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عنھما۔

اس کو بخاری ومسلم نے بحوالہ کریب حضرت ابن عباس بن عبدالرحمن بن ازھر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا، ان تینوں نے کریب کو ام المومنین زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس بھیجا کہ انہیں ہمارا سلام کہیں اور ان سے نماز عصر کے بعد والی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھو اور ان سے عرض کرو کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ وہ پڑھتی ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے۔

([1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب اذا کلم وھو یصلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ا / ۱۶۴ و ۱۶۵)(صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب الاوقات ان انہی عن الصلوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ا / ۲۷۷)(مشکوۃ المصابیح بحوالہ متفق علیہ کتاب الصلوۃ باب اوقات النہی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۹۴)

علماء فرماتے ہیں یہ ام المومنین کی خصوصیت تھی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے جائز کردیا تھا۔

قالہ الامام الجلیل خاتم الحفاظ السیوطی فی انموزج اللبیب ثم الزرقانی فی شرح المواھب۔

امام جلیل خاتم الحفاظ سیوطی علیہ الرحمۃ نے انموذج اللبیب میں پھر زرقانی نے شرح المواھب میں بیان کیا۔ ([۱] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة)

چچازاد بہن ضباعہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے لیے اجازت خاصہ

حدیث ۳۷: صحیحین ومسند احمد وسنن نسائی وصحیح ابن حبان میں ام المومنین صدیقہ [۳] اور حدیث ۳۸ احمد ومسلم وابوداود وترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباس [۴] اور حدیث ۳۹ احمد وابن ماجہ وابن خزیمہ وابونعیم وبیہقی میں ضباعہ [۱] بنت زبیر اور حدیث ۴۰ بیہقی وابن مندہ میں بطریق ھشام عن ابی الزبیر حضرت جابر بن عبداللہ [۲] اور حدیث ۴۱ احمد وابن ماجہ وطبرانی میں جدہ [۳] ابی بکر بن عبداللہ بن زبیر یعنی اسماء بنت صدیق یا سعدی بنت عوف اور حدیث طبرانی میں حضرت عبداللہ [۴] بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: حج کا ارادہ ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! واللہ میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں (یعنی گمان ہے کہ مرض کے باعث ارکان ادا نہ کرسکوں پھر احرام سے کیونکر باہر آؤں گی)۔ فرمایا: اھلّی واشترطی ان محلی حیث حبستنی۔ احرام باندھ اور نیت میں یہ شرط لگالے کہ جہاں تو مجھے روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔

([۳] صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۷۶۲)(صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۳۸۵)(مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶ / ۲۰۲)(سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲ / ۱۹)(موارد الظمآن کتاب الحج باب الاشتراط فی الاحرام حدیث ۹۷۳ المطبعة السلفیہ ص ۲۴۲)([۴] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۳۳۷)(صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۳۸۵)(سنن الترمذی کتاب الحج حدیث

۹۴۹ دارالفکر بیروت ۲/۲۷۸) (سنن ابی داود کتاب المناسک باب الاشتراط فی الحج آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۴۷) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۹) (سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷) ([1] مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۶۰ و ۴۲۰) (سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷) (صحیح ابن خزیمہ کتاب المناسک باب اشتراط من بہ علۃ الحج المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۶۴) (السنن الکبریٰ کتاب الحج باب استثناء فی الحج دارصادر بیروت ۵/۲۲۱ و ۲۲۲) (کنز العمال بحوالہ م، د، ت، ن حب حدیث ۱۲۳۲۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۱۲۲) ([2] السنن الکبریٰ کتاب الحج باب الاستثناء فی الحج دارصادر بیروت ۵/۲۲۲) ([3] مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۴۹) (سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷) (المعجم الکبیر عن اسماء بنت ابی بکر حدیث ۲۳۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/۸۷) ([4] المعجم الکبیر عن ضباعۃ بنت الزبیر المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/۳۳۲ تا ۳۳۷) (مجمع الزوائد بحوالہ ابن عمر کتاب الحج باب الاشتراط فی الحج دارالکتاب بیروت ۳/۲۱۸)

نسائی نے زائد کیا: فان لك علی ربك ما استثنیت[5]۔

تمہارا یہ استثناء تمہارے رب کے یہاں مقبول رہے گا۔

([5] سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۹)

ضباعہ نے زائد کیا کہ فرمایا:

فان حبست او مرضت فقد حللت من ذلك بشرطك علی ربك عزوجل۔

اب اگر تم حج سے روکی گئیں یا بیمار پڑیں تو اس شرط کے سبب جو تم نے اپنے رب عزوجل پر لگائی ہے احرام سے باہر ہو جاؤ گی۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۴۲۰)

ہمارے آئمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں: یہ ایک اجازت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمادی ورنہ نیت میں ایسی شرط اصلاً مقبول ومعتبر نہیں۔ بل وافقنا علی اختصاصہ بھا بعض الشافعیۃ کالخطابی ثم الرویانی کما فی عمدۃ القاری [2] للامام العینی من باب الاحصار۔ بلکہ اس حکم کے اس صحابہ کے ساتھ مختص ہونے پر بعض شوافع بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں، مثلاً خطابی پھر رویانی جیسا کہ عمدۃ القاری نے باب الاحصار میں امام عینی نے ذکر فرمایا۔ ([2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الاحصار فی الحج تحت الحدیث ۱۸۰۱/ ۳۸۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/ ۲۰۸)

حتی کہ حدیث ۴۳ مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال صحیح مسلم ہے:

حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم عن رجل منھم رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاسلم علی انہ لایصلی الا صلوتین فقبل ذٰلك منہ۔ [3]

یعنی ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ ([3] مسند احمد بن حنبل حدیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۵ و ۳۶۳)

ان کے سوا امام جلیل جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب [4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، میں ایک مجمل فہرست میں نو واقعوں کے اور پتے دئے ہیں کہ فقیر نے ان تین کی طرح یہ بھی ترک کردئے لوجوہ یطول ایرادھا وللہ الحمد علی تواتر الائہ۔ (بعض ایسی وجوہ کی بنا پر کہ انکا ذکر طوالت کا باعث ہے اور اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں اسکی متواتر نعمتوں پر)

۴۳ حدیثیں یہ اور ۸ حدیثیں دربارہ تحریم مدینہ طیبہ جملہ اکاون احادیث ہیں جن میں

بہت ازروئے اسناد بھی خاص مقصود رسالہ کے مناسب تھیں اور بحیثیت تذلیل وہابیہ وتضلیل وتجہیل امام الوہابیہ تو سب ہی مقصود عالم رسالہ کے ملائم ہیں انہیں بھی گنئے تو شمار احادیث یہاں تک ایک سو چھیانوے ہو۔

(۳؎ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

مگر ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلٰوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللہ کتب الاحسان علی کل شیئ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحۃ۔ احمد؎۱ والستۃ الا البخاری عن شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک اللہ تعالٰی نے ہر چیز پر احسان کرنا مقرر فرمادیا ہے تو جب تم کسی کو قتل کرو توقتل میں بھی احسان برتو اور ذبح کرو تو ذبح میں بھی احسان برتو۔ (احمد اور صحاح ستہ نے (علاوہ بخاری کے) شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

(؎۱ صحیح مسلم کتاب الصید باب الامر باحسان الذبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۵۲) (سنن النسائی کتاب الضحایا باب حسن الذبح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲ /۲۰۹) (سنن الترمذی کتاب الدیات حدیث ۱۴۱۴ دارالفکر بیروت ۳ /۱۰۵) (سنن ابن ماجۃ ابواب الذبائح باب اذاذبحتم فاحسنوا الذبح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۳۶) (سنن ابی داود کتاب الضحایا باب فی الرفق بالذبیحۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۳۳) (مسند احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۱۲۳تا۱۲۵)

۔ ولہٰذا میرا خامہ تیغبار نجدی شکار اپنے مقتولین مخذولین مذبوحین مقبوحین حضرات وہابیہ پر احسان کے لیے یہ بچا سا شمار سے الگ رکھتا اور بتوفیق اللہ تعالٰی آگے صرف وہ بعض احادیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف جلائل احکام تشریعیہ کی

صریح اسنادوں پر مشتمل اور وہ کہ ان دلائل تفویض احکام بحضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی مؤید و مکمل ہیں لکھتا ہے ان میں مؤیدات تفویض کی تقویم کیجئے کہ اس مبحث کا سلسلہ مسلسل رہے وباللہ التوفیق۔

حدیث (۴۴) ۱۴۶: حدیث صحیح جلیل سنن ابی داود وسنن ابن ماجہ ومسند امام طحاوی ومعجم طبرانی ومعرفت بیہقی کلہم بطریق منصور بن المعتمر عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبداللہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت الا ابن ماجہ فعن سفیان عن ابیہ عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میموف عن خزیمۃ کہ حضرت ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للمسافر ثلثاً ولو مضی السائل علی مسألتہ لجعلھا خمساً[1]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی، اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں کردیتے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ([1] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۲)

اور روایت ابی داود اور ایک روایت معانی الآثار ابی جعفر اور ایک روایت بیہقی میں ہے: فرمایا:

ولو استزدناہ لزادنا[2]۔

اور اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھادیتے۔

([2] سنن ابی داود کتاب الطہارۃ باب التوقیت فی المسح آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۱) (شرح معانی الآثار کتاب الطہار باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱ /۶۱) (السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ماورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱ /۲۷۷)

دوسری روایت طحاوی میں ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ جعل المسح علی الخفین للمسافر ثلثۃ ایام ولیالیھن وللمقیم یوماً ولیلۃً ولو اطنب لہ السائل فی مسألتہ لزادہ۔ ۳؎

بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسح موزہ کی مدت مسافر کے لیے تین رات دن اور مقیم کے لیے ایک رات دن کردی، اور اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور افور زیادہ مدت عطا فرماتے۔

(۳؎ شرح معانی الآثار کتاب الطہارباب المسح علی الخفین الخ ایچ یم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۱)

بیہقی کی روایت اخرٰی یوں ہے:

وایم اللہ لو مضی السائل فی مسألتہ لجعلھا خمساً۔ ۴؎

اگر سائل عرض کئے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کردیتے۔

(۴؎ السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ماورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/ ۲۷۷)

یہ حدیث بلاشبہہ صحیح السند ہے اس کے سب رواۃ اجلہ ثقات ہیں۔ لاجرم امام ترمذی نے اسے روایت کرکے فرمایا: ھذا حدیث حسن صحیح۔ ۱؎

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۱؎ سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الخفین حدیث ۹۵ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۵۲)

نیز امام الشان یحیٰی بن معین سے نقل کیا کہ حدیث صحیح ہے۔ وھو ان لم یذکر الزیادۃ فانما المخرج المخرج والطریق الطریق حیث قال حدثنا قتیبۃ نا ابو عوانۃ عن سعید بن مسروق عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبداللہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ۲؎

امام ترمذی نے اگرچہ زیادت کو ذکر نہیں کیا مگر مخرج بھی وہی ہے اور طریق بھی وہی ہے، اس لئے کہ فرمایا ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ نے انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی ابوعوانہ سے انہوں نے سعید بن مسروق سے انہوں نے ابراہیم تیمی سے انہوں نے عمرو بن میمون سے انہوں نے ابوعبداللہ جدلی سے انہوں نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔

([2] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الخفین حدیث ۹۵ دارالفکر بیروت ۱ / ۱۵۲)

وقد اطال الامام ابن دقیق العید الکلام فی تقویۃ ھذا الحدیث والذات (عہ) عنہ فی کتابہ الامام واثرہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ[1] فراجعہ ان شئت۔ امام ابن دقیق العید نے اس حدیث کی تقویت میں اپنی کتاب الامام میں خوب لمبی گفتگو فرمائی ہے، اور امام زیلعی نے نصب الرایہ میں ان کی پیروی کی ہے۔ (ت) ([1] نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین المکتبۃ النوریۃ رضویہ پبلشنگ لاہور ۱ / ۱۸۲ تا ۱۸۵)

اقول: یہ حدیث صحیح حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تفویض واختیار میں نص صریح ہے ورنہ یہ کہنا اور کہنا بھی کیسا مؤکد بقسم کہ واللہ سائل مانگے جاتا تو حضور پانچ دن کر دیتے اصلاً گنجائش نہ رکھتا تھا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور یہاں جزم خصوص بے جزم عموم نہ ہوگا کہ اس خاص کی نسبت کوئی خبر خاص تخییر ارشاد نہ ہوئی تھی تو جزم کا منشاء وہی کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ احکام سپرد اختیار حضور سید الانام ہیں علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام۔

امت پر شفقت

حدیث ۱۴۷: مالک واحمد وبخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواك عند کل صلوۃ۔[1]

([1] صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۲و۲۵۹)(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۸)(سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۶)(سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵)(مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۴۵، ۲۵۰، ۲۵۹، ۲۸۷، ۳۹۹، ۴۰۰)(مؤطا امام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰)

اگر مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرمادیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے قالہ، فی التیسیر وغیرہ (تیسیر[2] وغیرہ میں اسے بیان کیا گیا۔ ت) ([2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث لولا ان اشق علی امتی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۱۴)

احمد ونسائی نے انہیں سے بسند صحیح یوں روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم عند کل صلوۃ بوضوء او مع کل وضوء بسواك۔[3]

امت پر دشواری کا لحاظ نہ ہو تو میں ان پر فرض کردوں کہ ہر نماز کے وقت وضو کریں اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔

([3] سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۶)
(مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۹)

اقول: امر دوم دو قسم ہے حتمی جس کا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت،

وذٰلک قولہ تعالٰی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ۔[1] اور وہ اللہ تعالٰی کا ارشاد کہ اللہ تعالٰی کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔ (ت)

([1] القرآن الکریم ۲۴ / ۶۳)

دوسرا ندبی جس کا حاصل ترغیب اور اس کے ترک میں وسعت، وذٰلک قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرت بالسواک حتی خشیت ان یکتب علی احمد بن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسنٍ۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ مجھے مسواک کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ ہوجائے۔ اس کو امام احمد نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

(مسند احمد بن حنبل حدیث واثلہ بن الاسقع المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۴۹۰)

امر ندبی تو یہاں قطعاً حاصل ہے تو ضروری نفی حتمی کی ہے، امر حتمی بھی دو قسم ہے ظنی جس کا مفاد وجوب اور قطعی جس کا مقتضٰی فرضیت، ظنیت خواہ من جہۃ الرؤیۃ یا من جہۃ الدلالۃ ہمارے حق میں ہوتی ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جن کے سراپردہ عزت کے گرد ظنوں کو اصلاً بار نہیں تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں وہاں یا فرض ہے یا مندوب، نص علیہ الامام المحقق حیث اطلق فی الفتح (اس پر محقق امام علیہ الرحمہ نے فتح میں نص فرمائی ہے۔ (ت)

اب واضح ہوگیا کہ ان ارشادات کریمہ کے قطعاً یہی معنی ہے کہ میں چاہتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے لیے تازہ وضو اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض فرمادیتا مگر ان کی مشقت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کیے اور اختیار احکام کے کیا معنی ہیں۔ وللہ الحمد۔

حدیث (۴۶) ۱۴۸: مالک وشافعی وبیہقی ان سے اور طبرانی اوسط میں امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بسند حسن راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواك مع كل وضوء۔**[1] مشقت امت کا پاس ہے ورنہ میں ہر وضو کے ساتھ مسواک ان پر فرض کردوں۔

([1] مؤطا الامام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰) (السنن الکبرٰی کتاب الطہارۃ باب الدلیل علی ان السواک سنۃ دار صادر بیروت ۱ / ۳۵) (کنز العمال بحوالہ والشافعی حدیث ۲۶۱۹۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹ / ۳۱۵) (المعجم الاوسط، حدیث ۱۲۶۰ مکتبۃ المعارف ریاض ۲ / ۱۳۸)

حدیث (۴۷) ۱۴۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ مسواک کرو مسواک منہ کو پاکیزہ اور رب عزوجل کو راضی کرتی ہے، جبریل جب میرے پاس حاضر ہوئے مجھے مسواک کی وصیت کی۔ **حتی لقد خشیت ان یفرضہ علی وعلی امتی ولولا انی اخاف ان اشق علی امتی لفرضتہ علیھم** ابن ماجہ[1] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ جبریل مجھ پر اور میری امت پر فرض کردیں گے اور اگر مشقت امت کا خوف نہ ہوتا تو ان پر فرض کردیں گے۔ (ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

([1] سنن ابن ماجۃ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵)

یہاں جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی طرف بھی فرض کردینے کی اسناد ہے۔

حدیث (۴۸) ۱۵۰: طبرانی وبزار ودارقطنی وحاکم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیھم السواك عند كل صلوة[2] **(زاد غیر الدارقطنی) كما فرضت علیھم الوضوء۔**[3]

مشقتِ امت کا لحاظ نہ ہوتو میں ہر نماز کے وقت مسواک ان پر فرض کردوں جس طرح میں نے وضوان پر فرض کردیا ہے۔

(۲ کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹ /۳۱۲) (۳ المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ لولاان اشق علی امتی دارالفکر بیروت ۱ /۱۴۶) (البحرالزخار عن ابن عباس حدیث ۱۳۰۲ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۴ /۱۳۰) (مجمع الزوائد بحوالہ العباس کتاب الطہارۃ باب فی السواک دارالکتاب بیروت ۱ /۲۲۱) (مجمع الزوائد کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی السواک دارالکتاب بیروت ۲ /۹۷)

یہاں وضو کو بھی فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت پر فرض کردیا۔

حدیث (۴۹، ۵۰)، ۱۵۱، ۱۵۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولاان اشق علی امتی لامرتھم بالسواك واطیب عند کل صلوۃ۔ ابو نعیم فی کتاب السواك ۴ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنھما بسندٍ حسنٍ وسعید بن منصور فی سننہٖ عن مکحول مرسلاً۔

مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اور خوشبو لگانا فرض کردوں۔ (ابونعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مکحول سے مرسلا روایت کیا۔ت) (۴ کنز العمال بحوالہ ص عن مکحول مرسلا حدیث ۲۶۱۹۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹ /۳۱۶)

یہاں خوشبو کی فرصت بھی زائد فرمادی۔

حدیث (۵۱) ۱۵۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولاان اشق علی امتی لامرتھم ان یستاکوا بالاسحار۔ ابو نعیم فی السواك ۱ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنھما۔

مشقتِ امت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرمادیتا کہ ہر سحر پہلے پہر اٹھ کر مسواک کریں (ابو نعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث (۵۲، ۵۳) ۱۵۴ و ۱۵۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ ولاخرت العشاء الی ثلث اللیل۔

مشقت امت کا خیال نہ ہوتو میں ہر نماز کے وقت ان پر مسواک فرض کردوں اور نمازِ عشاء کو تہائی رات تک ہٹادوں۔ احمد[2] والترمذی والضیاء عن زید بن خالد الجھنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ صحیح والبزار عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ، وروٰی عن زید احمد وابو داود والنسائی کحدیث ابی ہریرۃ الاول بالاقتصار علی السطر الاول والحاکم والبیھقی بسندٍ صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کحدیث زیدٍ ھذا وفیہ لفرضت علیھم السواک[3] مع الوضوء ولاخرت صلوٰۃ العشاء الاٰخرۃ الی نصف اللیل۔

یعنی میں وضو میں مسواک کرنا فرض کردیتا اور نماز عشاء آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

---

[1] کنزالعمال بحوالہ ابی نعیم فی کتاب السواک حدیث ۲۶۱۹۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹ /۳۱۲) (الدرالمنثور بحوالہ ابی نعیم تحت الآیۃ ۲ / ۱۲۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۲۵۲)

[2] مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴ / ۱۱۴) (سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی السواک حدیث ۲۳ دارالفکر بیروت ۱ / ۱۰۰) (کنزالعمال بحوالہ حم، ت والضیاء حدیث ۲۶۱۹۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹ / ۳۱۵) (البحر الزخار عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۸۷۴ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۲ / ۱۲۱) (مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد المکتب الاسلامی بیروت ۴ / ۱۱۶)

(سنن ابی داود کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۷) ([3] المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ فضیلۃ السواک دارالفکر بیروت ۱/ ۱۴۶) (السنن الکبرٰی کتاب الطہارۃ باب الدلیل علی ان السواک السنۃ الخ دار صادر بیروت ۱/ ۳۶) (کنز العمال بحوالہ ک وھق عن ابی ہریرۃ حدیث ۲۶۱۹۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۶)

وللنسائی عن ابی هریرة بلفظ الامر تهم تاخیر العشاء بالسواك عند كل صلوة[1]۔

نسائی نے ابوہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: میں ان پر فرض کردیتا کہ عشاء دیر کرکے پڑھیں اور نماز کے وقت مسواک کریں۔ ([1] سنن النسائی کتاب المواقیت باب ما یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۲ و ۹۳)

حدیث (۵۴) ۱۵۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علی امتی لامرتهم ان یصلوها هٰكذا يعنى العشاء نصف الليل۔ احمد[2] والبخاری ومسلم والنسائی عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔

امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں ان پر فرض کردیتا کہ عشاء آدھی رات کو پڑھیں۔ (احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

([2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۶۶) (صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب النوم قبل العشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۱) (صحیح مسلم کتاب المساجد باب وقت العشاء وتاخیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۹) (سنن النسائی کتاب المواقیت باب ما یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۹۲)

حدیث (۵۵) ۱۵۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لامرت بهٰذه الصلوة ان

توخر الی شطر اللیل۔ النسائی[۳] عن ابی سعدن الخدری رضی اللہ تعالٰی ومرت روایة احمد وابی داود وابن ماجة وابی حاتم بلالفظ الامر۔

اگر ناتواں اور بیماروں کا لحاظ نہ ہوتا تو میں فرض کردیتا کہ یہ نماز آدھی رات تک مؤخر کریں (اس کو نسائی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ احمد، ابو داود، ابن ماجہ اور ابوحاتم کی روایت گزر چکی ہے جو لفظ امر کے بغیر ہے۔ (ت)

[۳] سنن النسائی کتاب المواقیت باب یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۹۳)

عشاء کی نماز اور رحمتِ خاص

حدیث (۵۶) ۱۵۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: **لولا ان اشق علی امتی لامرتھم ان یؤخروا (عہ) العشاء الی ثلث اللیل اونصفہ۔ احمد[۱] والترمذی وصححہ وابن ماجة عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ ومرت اخری لابن ماجة کاحمد وابی داود ومحمد بن نصر خالیة عن الامر۔**

مشقت امت کا اندیشہ نہ ہوتو میں ان پر فرض کردوں کہ عشاء میں تہائی یا آدھی رات تک تاخیر کریں (اس کو امام احمد وترمذی نے اسکو صحیح قرار دیا۔ اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور دوسری روایت ابن ماجہ کی احمد وابوداود ومحمد بن نسر کی طرح گزر چکی ہے جو امر سے خالی ہے۔ (ت)

[۱] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۴۳۳و۵۰۹)
(سنن الترمذی ابواب الصلٰوة باب ماجاء فی تاخیر صلٰوة العشاء الخ حدیث ۱۶۷ دارالفکر بیروت ۱ / ۲۱۴)
(سنن ابن ماجة کتاب الصلٰوة باب وقت صلٰوة العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵) (کنزالعمال عن ابی ہریرة حدیث ۱۹۴۶۴ موسسة الرسالہ بیروت ۷ /۳۹۵)

عہ: سبب ھذا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخر ذات لیلة صلٰوة العشاء حتی ابھار اللیل او ذھب عامة اللیل ونام النساء والصبیان

فجاء فصلی وذکره کما ورد مبینا فی احادیث ابن عباس وابی سعید وابن عمرو انس وغیرهم رضی الله تعالیٰ عنهم، وسبب حدیث السواك ایتان ناس عنده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قلحا فقال استاکوا استاکوا لاتاتونی قلحا لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیهم السواك عند کل صلوٰة کما بینه الدارقطنی ۱ـ من حدیث العباس رضی الله تعالیٰ عنه فهما حدیثان ربما افرزهما ابو هریرة وربما جمع وکذلك غیره رضی الله تعالیٰ عنهم وان اتفق ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هو الذی قال مرة هکذا اواخریٰ هکذا و تارة جمع فالتعدد اظهر واکثر، ولاله تعالیٰ اعلم ۱۲ منه دامت فیوضه۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز مؤخر فرمادی یہاں تک کہ آدھی رات یا زیدہ گزر گئی۔ عورتیں اور بچے سو گئے تو آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی، جیسا کہ ابن عباس، ابوسعید، ابن عمر اور انس وغیرہ کی احادیث میں واضح طور پر وارد ہوا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حدیث سواک کا سبب یہ ہے کہ لوگ میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا مسواک کیا کرو اور میرے پاس میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ مت آیا کرو، اگر مجھے امت کی مشقت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ان پر ہر ناز کے وقت فرض کردیتا۔ جیسا کہ اس کو دارقطنی نے بحوالہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی الگ الگ بیان فرمایا ہے اور کبھی دونوں کو جمع کیا ہے، یونہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر نے کیا ہے، اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اس طرح بیان فرمایا ہے اور کبھی اس طرح اور کبھی دونوں کو جمع فرمایا۔ چنانچہ تعدد اظہر

واکثر ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

([1] کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹ / ۳۱۲)

حدیث (۵۷) ۱۵۹: صحیح بخاری میں زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک آیت سورہ احزاب کی نسبت ہے: وجدتھا مع خزیمۃ[2] الذی جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھادتہ بشھادتین۔

وہ میں نے لکھی ہوئی خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پائی جن کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر فرمائی۔

([2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی من المومنین رجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۳۹۴) (صحیح کتاب التفسیر سورۃ احزاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۷۰۵)

حدیث (۵۸) ۱۶۰: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبیدار بنا کر بھیجتے وقت ان سے ارشاد فرمایا:

قد عرفت بلاء ك فی الدین والذی قد ركبك من الدین وقد طیبت لك الهدیة فان اهدی لك شئی فاقبل۔ سیف فی کتاب الفتوح[1] عن عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مجھے معلوم ہے جو تمہاری آزمائشیں دین متین میں ہوچکیں اور جو کچھ دیون تم پر ہوگئے ہیں رعیت کے تحفے میں نے تمہارے لئے حلال طیب کردئے جو تمہیں کچھ تحفہ دے لے لو۔ (سیف نے کتاب الفتوح نے عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

([1] کنز العمال بحوالہ طب عن عبید بن صخر المکتب الاسلامی بیروت ۶ / ۱۱۵)

حدیث ۱۶۱ (عہ): عہ: یہاں تک اٹھاون حدیثیں تفویض امر کی مفیدات ومؤیدات مذکور ہوئیں آگے صرف اسنادات جلیلہ ہیں ۱۲۔

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قد عفوت عن الخیل والرقیق فھا توا صدقۃ الرقۃ من کل اربعین درھما درھم۔ احمد[۲] وابوداود والترمذی عن امیر المؤمنین المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تو میں نے معاف کردی روپوں کی زکوٰۃ دو ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم۔ (احمد اور ابوداود اور ترمذی نے امیر المومنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

([۲] سنن ابی داود کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ السائمۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱ /۲۲۱) (سنن الترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء فی زکوٰۃ الذھب الخ حدیث ۶۲۰ دارالفکر بیروت ۲ / ۱۲۳) (مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۹۲)

سواری کے گھوڑوں، خدمت کے غلاموں میں زکوٰۃ جو واجب نہ ہوئی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''یہ میں نے معاف فرمادی ہے۔'' ہاں کیوں نہ ہو کہ حکم ایک روف ورحیم کے ہاتھ میں ہے بحکم رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱۶۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا: ماتقولون فی الزنا، قالو احرام حرّمہ اللہ ورسولہ فھو حرام الی یوم القیٰمۃ۔ احمد[۱] بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط والکبیر عن المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ زنا کو کیسا سمجھتے ہو؟ عرض کی: حرام ہے اسے اللہ ورسول نے حرام کردیا تو وہ قیامت تک حرام ہے۔ (احمد نے بسند صحیح اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں مقداد بن اسود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

([۱] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث مقداد بن اسود المکتب الاسلامی بیروت ۶ /۸) (المعجم الکبیر عن

مقداد بن اسود حدیث ۶۰۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۲۵۶)

حدیث ۱۶۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انی احرم علیکم حق الضعیفین الیتیم والمرأة۔ الحاکم[۲] علی شرط مسلم والبیھقی فی الشعب واللفظ له عن ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه۔

میں تم پر حرام کرتا ہوں دو کمزوروں کی حق تلفی، یتیم اور عورت۔ (حاکم شرط مسلم پر اور بیہقی نے بحوالہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شعب الایمان میں اس کو روایت کیا ہے، اور لفظ بیہقی کے ہیں۔ (ت)

(۲ المستدرک للحاکم کتاب الایمان انی احرج علیکم حق الضعیفین دارالفکر بیروت ۱/ ۶۳) (کنز العمال بحوالہ ک، ھب عن ابی ہریرۃ حدیث ۶۰۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اختیار

حدیث ۱۶۴: صحیحین میں جابر بن عبداللہ تعالٰی عنہما سے ہے انہوں نے سال فتح میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

ان الله ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام۔[۳]

بیشک اللہ اور اس کے رسول نے حرام کردیا شراب اور مردار اور سوئر اور بتوں کا بیچنا۔ (۳ صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع المیتۃ والاصنام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۸) (صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم الخمر والمیتۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳)

حدیث ۱۶۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتشرب مسکراً فانی حرمت کل مسکرٍ۔ النسائی[۴] بسند حسن عن ابی موسٰی الاشعری رضی الله تعالٰی عنه۔

نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بیشک نشہ کی ہر شیئ میں حرام (عہ) کردی ہے۔ نسائی نے

بسند حسن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(ے سنن النسائی کتاب الاشربۃ تفسیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲ /۳۲۵)

عه : **فائدہ:** ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کی حدثنا ابن ابی عاصم ثنا عمر بن حفص ن الوصائی ثنا سعید بن موسٰی ثنا رباح بن زید عن معمر عن ازھری عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انی فرضت علی امتی قرأة یٰس کل لیلة فمن داوم علی قرأتها کل لیلة ثم مات شهیدا[1]

یعنی اس سند سے آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی امت پر یٰس شریف کی ہر رات تلاوت فرض کی جو ہمیشہ ہر شب اسے پڑھے پھر مرے شہید مرے۔ (ا تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱ /۲۹۷)

اقول : وسعید وان اتهم فالمحقق عند المحققین ان الوضع لایثبت بمجرد تفرد کذاب فضلاً عن متهم مالم ینضم الیه شئ من القرائن الحاکمة به کمخالفة نصٍ اواجماع قطعیین اوالحس اواقرار المواضع بوضعه الی غیر ذٰلك کما نص علیه السخاوی فی فتح المغیث واثبتنا علیه عرش التحقیق فی "منیرالعین فی حکم تقبیل الابهامین (ف۱) "واجمع العلماء ان اضعیف غیر الموضوع یعمل به فی الفضائل وقد بیناه فی "الهاد" (ف ۲)

میں کہتا ہوں سعید اگرچہ متہم ہے مگر محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ بیشک وضع حدیث محض ایک کذاب کے تفرد سے ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ متہم سے ثابت ہو جب تک اس کے ساتھ قرائن وضع منضم نہ ہوں، جیسے نص قطعی کی مخالفت

اور اجماع قطعی کی مخالفت اور حس کی مخالفت اور خود واضع کا اقرار وغیرہ، جیسا کہ امام سخاوی نے فتح المغیث میں اس پر نص فرمائی ہے، اور ہم نے ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' میں اس کی تحقیق کو حد کمال تک پہنچایا ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جو حدیث ضعیف موضوع نہ ہو وہ فضائل میں قابل عمل ہے اور ہم اس کو ''الہاد الکاف فی حکم الضعاف'' میں بیان کیا ہے۔

اس حدیث اور اس کی فرضیت کے متعلق فقیر کے پاس سوال آیا تھا جس کا جواب فتاوی فقیر العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کے مجلد پنجم کتاب مسائل شتّٰی میں مذکور واللہ الهادی الی معالی الامور ۱۲ منہ۔

ف ۱: رسالہ ''منیز العین فی حکم تقبیل الابھامین'' فتاوی رضویہ جلد پنجم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے صفحہ ۴۲۹ پر مرقوم ہے۔

ف ۲: اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ '''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' میں افادہ شانزدہم ۱۶ سے افادہ بست وسوم ۲۳ تک آٹھ افادات کا نام ''الہاد الکاف فی حکم الضعاف ۱۳۱۳ھ'' رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۷۷ تا ۵۳۷ ''الکاف فی حکم الضعاف''۔

چکڑالویوں کی نشاندہی

حدیث ۱۶۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: سن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لئے رہو جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو جو اس میں حرام ہے اسے حرام مانو، وان ماحرم رسول اللہ مثل ماحرم اللہ۔ احمد[1] والدارمی وابوداود والترمذی وابن ماجۃ عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ حسن۔ جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کی مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم۔ (احمد اور دارمی اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

(۱ سنن ابی داود کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۷۶)

یہاں صراحۃً حرام کی دو قسمیں فرمائیں ا: ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا اور دوسرا وہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرام کیا۔ اور فرمادیا کہ وہ دونوں برابر ویکساں ہیں۔

اقول: مراد واللہ اعلم نفس رحمت میں برابری ہے تو اس ارشاد کے منافی نہیں کہ خدا کا فرض رسول کے فرض سے اشد واقوٰی ہے۔ حدیث ۱۶۷: جہیش بن اویس نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مع اپنے چند اہل قبیلہ کے باریاب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے قصیدہ عرض کیا ازاں جملہ یہ اشعار ہیں۔

الا یا رسول اللہ انت مصدق
فبورکت مهدیا وبورکت هادیاً
شرعت لنا دین الحنیفة بعد ما
عبدنا کامثال الحمیر طواغیاً

یارسول اللہ! حضور تصدیق لئے گئے ہیں حضور اللہ عزوجل سے ہدایت پانے میں بھی مبارک اور خلق کو ہدایت عطا فرمانے میں بھی مبارک حضور ہمارے لئے دین اسلام کے شارع ہوئے بعد اس کے کہ ہم گدھوں کی طرح بتوں کو پوج رہے تھے۔

مندة [1] من طریق عمار بن عبدالجبار عن عبداللہ بن المبارك عن الازواعی عن یحیی بن ابی سلمة عن ابی هریرة رضی اللہ تعالی عنه حدیث طویل۔

مندہ نے عمار بن عبدالجبار کے طریقے سے عبداللہ بن مبارک سے انہوں نے

اوزاعی سے انہوں نے یحیٰی بن ابی سلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، حدیث لمبی ہے۔

([1] الاصابہ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ ابن مندۃ ترجمہ ۱۲۵۱ جہیش بن اویس دارالفکر بیروت ۱ / ۳۵۸)

یہاں صراحۃً تشریع کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے کہ شریعت اسلامی حضور کی مقرر کی ہوئی ہے ولہذا قدیم سے عرف علمائے کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

قداشتھر اطلاقه علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لانه شرع الدین والاحکام۔[2]

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور و معروف ہے اس لئے کہ حضور نے دین متین واحکام دین کی شریعت نکالی۔

([2] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۳ / ۱۳۴)

اسی قدر پر بس کیجئے کہ اس میں سب کچھ آگیا ایک لفظ شارع تمام احکام تشریعیہ کو جامع ہوا، میں نے یہاں وہ احادیث نقل نہ کیں جن میں حضور کی طرف امر ونہی وقضا وامثالہا کی اسناد ہے کہ:

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قضی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔ (ت)

اتنی حدیثوں میں وارد جن کے جمع کو ایک مجلد کبیر بھی کافی نہو، اور خود قرآن عظیم ہی نے جو ارشاد فرمایا:

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔[1]

جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو،

(۱؎ القرآن الکریم ۵۹/ ۷)

کہ امر ونہی وقضا اوروں کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ ۲؎

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

(۲؎ القرآن الکریم ۴/ ۵۹)

مجھے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور اقدس کو احکام شرعیہ سے فقط آگاہی وواقفیت کی نسبت نہیں جس طرح وہ سرکشی طاغی آخر تقویۃ الایمان میں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افتراء کر کے کہتا: "انہوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل"۔ ۳؎

(۳؎ تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۶)

مسلمانو! للہ انصاف، یہ اس کس دناکس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ وکمالات رفیعہ ودرجات منیعہ جن میں زید وعمر کی کیا گنتی انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا بھی حصہ نہیں سب یک لخت اڑا دئے سب لوگوں سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امتیاز صرف دربارہ احکام رکھا اور وہ بھی اتنا کہ حضور واقف ہیں اور لوگ غافل، تو انبیاء سے تو کچھ امتیاز رہا ہی نہیں کہ وہ بھی واقف ہیں غافل نہیں اور امتیوں سے بھی امتیاز اتنی ہی دیر تک ہے کہ وہ غافل رہیں واقف ہو جائیں تو کچھ امتیاز نہیں کہ اب وقوف وغفلت کا تفاوت نہ رہا اور امتیاز اس میں منحصر تھا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! دیکھا یہ حاصل ہے اس شخص کے دین کا، یہ پچھلا کلمہ ہے محمد رسول اللہ پر اس کے ایمان کا جس پر اس نے خاتمہ کیا، حالانکہ واللہ دربارہ احکام بی صرف اتنا

ہی امتیاز نہیں بلکہ حضور حاکم ہیں، صاحب فرمان ہیں، مالک افتراض ہیں، والی تحریم ہیں۔ سن او سرکش! احکام سے اپنے نزدیک واقف تو تُو بھی ہے پھر تجھے کوئی مسلمان کہے گا کہ شریعت کے فرائض تیرے فرض کئے ہوئے ہیں شرع کے محرمات تُو نے حرام کردئے ہیں جن پر زکوٰۃ نہیں انہیں تُو نے معاف کردیا ہے شریعت کا راستہ تیرا مقرر کیا ہے شرائع میں تیرے احکام بھی ہیں اور وہ احکام احکام خدا کے مثل مادی ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں یہ سب باتیں کہی جاتی ہیں خود محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمائی ہیں لہٰذا فقیر نے صرف اسی قسم احادیث پر اقتصار کیا اور بفضلہٖ تعالٰی اپنا نیزہ خارا گزار و آہن گزار ان گستاخان چشم بند و دہن باز کے دل وجگر کے پار کردیا وللہ الحمد۔ اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں علامہ شہاب خفاجی پر کہ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر:

نبینا الآمر الناھی فلا احد   ابر فی قول لا منه ولا نعم[1]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صاحب امر ونہی، تو ان سے زیادہ ہاں اور نہ کے فرمانے میں کوئی سچا نہیں۔

کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی نبینا الآمر الخ انه لا حاکم سواہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فھو حاکم غیر محکوم[2] الخ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صاحب امر ونہی ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ حضور حاکم ہیں حضور کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں، نہ وہ کسی کے محکوم، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ذکرہ، فی فصل جودہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس کو صاحب نسیم نے فصل فی وجودہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ذکر فرمایا ہے۔ ت)

([1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ الفصل الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ص ۲۱)

([2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما الجود والکرم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات

ہند ۲/۳۵)

الحمدللہ یہ تذییل جلیل اپنے باب میں فرد کامل ہوئی احادیث تحریم مدینہ طیبہ بھی اسی باب سے تھیں کہ امام الوہابیہ کے اس خاص حکم شرک کے سبب جدا شمار میں رہیں اگر کوئی چاہے انہیں اور اس بیان تذییل کو ملا کر احکام تشریعیہ کے بارے میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اقتدار واختیار کا ظاہر کرنے والا یک مستقل رسالہ بنائے اور بنام ''منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب ۱۳۱۱ھ'' موسوم ٹھہرائے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین۔

(فتاوی رضویہ، ج ۳۰، ص ۵۲۴۔۵۲۶)

☆☆☆☆☆

الحدیث العاشر
مال حرام کی نحوست

عَنْ أَبِي هريرة رَضِيَ الله تَعَالَى عَنْه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله: إِنَّ الله تَعَالَى طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّباً وَإِنَّ الله أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ:

﴿يٰأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾(1) الآية

وَقَالَ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾(2) الآية

ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُه حَرَامٌ، وَمَشْرَبُه حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

---

(1) المومنون: 51 (2) البقرة: 172 (۳) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب ، الطیب تربیتھا، ر: 1015، ص 506

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب ہی کو قبول فرماتا ہے[۱] اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم دیا جس کا انبیائے کرام کو حکم دیا[۲] فرمایا اے نبیو! طیب اور لذیذ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو[۳] اور رب تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو ہماری دی ہوئی طیب ولذیذ روزی کھاؤ[۴] پھر ذکر فرمایا کہ آدمی پراگندہ گرد آلود بال لمبے لمبے سفر کرتا ہے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہتا ہے اے رب اے

رب اور اس کا کھانا حرام اور پینا حرام لباس حرام اور حرام کی ہی غذا پاتا ہے[5] تو ان وجوہ سے دعا کیسے قبول ہو۔[6] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "

۱ یعنی رب تعالیٰ بے عیب ہے اور بے عیب صدقات اور نقصانات سے خالی عبادات کو قبول فرماتا ہے۔

۲ یعنی کسب حلال و طلب معاش ایسا مبارک مشغلہ ہے جس میں رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کو جمع فرما دیا ہے لہٰذا یہ حکم خداوندی بھی ہے سنت مصطفوی بھی اور سنت انبیاء بھی اس لیے کسب حلال سنت سمجھ کر کرنا چاہیے، اس میں دنیا کی عزت بھی ہے آخرت کی سرخروئی بھی۔

۳ یا تو میثاق کے دن رب تعالیٰ نے نبیوں سے یہ خطاب بیک وقت فرمایا تھا یا ہر نبی سے ان کے زمانہ میں یہ خطاب ہوا جو قرآن کریم میں نقل فرمایا گیا اور حضور انور کو سنایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ رہبانیت اور ترک دنیا نہ اسلام میں ہے نہ پہلے کسی نبی کے دین میں تھی۔ چنانچہ انبیائے کرام نے مختلف پیشے اختیار کیے کسی نے چندوں یا سوال پر زندگی نہ گزاری سوائے مرزا قادیانی کے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاً کپڑا سازی پھر کھیتی باڑی کرتے تھے، نوح علیہ السلام لکڑی کا پیشہ، ادریس علیہ السلام درزی گری، ہود و صالح علیہما السلام تجارت، ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، شعیب علیہ السلام جانور پالتے تھے، لوط علیہ السلام کھیتی باڑی، موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرانا، داؤد علیہ السلام زرہ بناتے، سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے ملک کے مالک ہو کر پنکھے اور زنبیلیں بنا کر گزارہ کرتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحی کرتے

تھے، ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً تجارت پھر جہاد کیے۔ (اسلامی زندگی)

۴ طیب خبیث کی ضد ہے، حلال، پاک، لطیف، پسندیدہ، شرعی چیز طیب ہے، اللہ تعالیٰ طیب ہے کہ خبیث چیزیں ناپسند کرتا ہے تمام صفات غیر کمالیہ سے بری و پاک ہے، مسلمانوں کو حکم دیا کہ ظاہری و باطنی نجاست سے دور رہیں نیک اعمال کریں، چیزیں انسان کے لیے ہیں اور انسان رحمان کے لیے۔

۵ یعنی بچپن سے ہی حرام میں پلا اور جوان ہو کر حرام کمائی ہی کی جس سے غذا لباس حرام کا رہا۔

۶ یہاں روئے سخن یا حرام خور حاجی یا غازی کی طرف ہے یعنی حرام کمائی سے حج یا غزوہ کرنے گیا، پراگندا حال پریشان حال رہا، کعبہ معظمہ یا میدان جہاد میں دعائیں مانگیں مگر قبول نہ ہوئیں کہ روزی حرام تھی جب ایسے حاجی و غازی کی دعا بھی قبول نہیں تو دوسروں کا کیا کہنا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعاء کے دو بازو یعنی پر ہیں: اکل حلال، صدق مقال اگر ان سے دعا خالی ہو تو قبول نہیں ہوتی۔ تقویٰ کی پہلی سیڑھی حلال روزی ہے، حرام سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے، شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ، ذریعۂ معصیت سے بچنا صدیقین کا تقویٰ اللہ نصیب کرے۔ جو محرمات میں پھنس جائے اور لاچار ہو جائے تو اھون پر کفایت کرے۔ چنانچہ بحالت اضطرار اگر مردار بکری بھی ہو گدھا بھی تو بکری کھا کر جان بچائے اور اگر کتا و سور ہی میسر ہو اور بھوک سے جان نکل رہی ہو تو کتے سے جان بچالے اور سور کو ہاتھ نہ لگائے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴ ص ۳۶۹)

دُعا قبول نہ ہونے کا سبب

حضرتِ سیِّدُنا عَبّاد خوّاص علیہ رحمۃ اللہ الرزّاق سے منقول ہے: ایک مرتبہ

حضرت سیِّدُ نا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کسی مقام سے گزرے تو دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ اٹھائے رو رو کر بڑے رِقّت انگیز انداز میں مصروفِ دعا تھا۔ حضرت سیِّدُ نا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام اسے دیکھتے رہے پھر بارگاہِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں عرض گزار ہوئے: ''اے میرے رحیم وکریم پروردگار عَزَّ وَجَلَّ! تو اپنے اس بندے کی دعا کیوں نہیں قبول کر رہا؟'' اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی: ''اے موسیٰ! اگر یہ شخص اتنا روئے، اتنا روئے کہ اس کا دم نکل جائے اور اپنے ہاتھ اتنے بلند کرلے کہ آسمان کو چھولیں تب بھی میں اس کی دُعا قبول نہ کروں گا۔'' حضرتِ سیِّدُ نا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام نے عرض کی: ''میرے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اس کی کیا وجہ ہے؟'' ارشاد ہوا: ''یہ حرام کھاتا اور حرام پہنتا ہے اور اس کے گھر میں حرام مال ہے۔'' (عیون الحکایات ص۱۹۷)

محنت تمہارے لئے مانگنے سے بہتر

ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کسی انصاری نے سوال کیا فرمایا: ''کیا تیرے گھر میں کچھ عرض (یعنی سامان) ہے؟'' عرض کیا: صرف ایک کمبل ہے جس کا آدھا بچھاتا ہوں، آدھا اوڑھتا ہوں اور ایک پیالہ جس سے پانی پیتا ہوں۔ فرمایا: وہ دونوں لے آ، وہ لے آیا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے مجمع سے خطاب کر کے فرمایا: اسے کون خریدتا ہے، ایک نے عرض کیا کہ میں ایک درہم سے لیتا ہوں پھر دو تین بار فرمایا کہ درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ دوسرے نے عرض کیا میں دو درہم (تو آنے) میں خریدتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے وہ دونوں انہیں کو عطا فرمادیں (نیلام کا ثبوت ہوا) اور یہ دو درہم ان سائل صاحب کو دے کر فرمایا کہ ایک کا غلہ خرید کر گھر میں ڈالو دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ پھر اس کلہاڑی میں اپنے دست مبارک سے دستہ ڈالا اور فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور

پندرہ روز تک میرے پاس نہ آنا۔ وہ انصاری پندرہ روز تک لکڑیاں کاٹتے اور بیچتے رہے پندرہ روز کے بعد جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس کھانے پینے کے بعد دس درہم یعنی پونے تین روپے بچے تھے۔ اس میں سے کچھ کا کپڑا خریدا کچھ کا غلہ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ محنت تمہارے لئے مانگنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، مشکوۃ کتاب الزکوۃ) (سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیہ المسالۃ، الحدیث ۱۶۴۱، ج ۲، ص ۱۶۸)

کمائی کے عقلی فوائد

(۱) حلال کمائی پیغمبروں کی سنت ہے (۲) کمائی سے مال بڑھتا ہے اور مال سے صدقہ، خیرات، حج، زکوۃ، مسجدوں کی تعمیر، خانقاہوں کی عمارت ہوسکتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال کے ذریعہ جنت خرید لی کہ ان کے لئے فرمایا گیا۔ اِفْعَلُوْا مَا شِئْتُمْ (یعنی تم جو چاہے کرو)۔

(۳) کمائی کھیل کود اور صدہا جرموں سے روک دیتی ہے چوری، ڈکیتی، بد معاشی چغلی غیبت لڑائی جھگڑے سے بیکاری کے نتیجے ہیں۔

(۴) کسب سے انسان کو محنت کی عادت پڑتی ہے اور دل سے غرور نکل جاتا ہے۔

(۵) کسب میں غربت وفقیری سے امن ہے اور غریبی دنیا برباد کر کے دونوں میں منہ کالا کرتی ہے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (۶) جو کوئی کمائی کے لئے نکلتا ہے تو اعمال لکھنے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیری اس حرکت میں برکت دے اور تیری کمائی کو جنت کا ذخیرہ بنائے اس دعا پر زمین وآسمان کے فرشتے آمین کہتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی پارہ دوم، روح البیان) (تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۱۳۷، روح البیان، پ ۲، البقرۃ، تحت ۱۶۹، ج ۱، ص ۱۷۳)

انبیاء کرام نے کیا پیشے اختیار کیے

کسی پیغمبر نے نہ سوال کیا، نہ ناجائز پیشے کیے، ہر نبی نے کوئی نہ کوئی حلال پیشہ ضرور کیا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے اولاً کپڑا بننے کا کام کیا اور بعد میں آپ کھیتی باڑی میں مشغول ہوگئے۔ ہر قسم کے بیج جنت سے ساتھ لائے تھے ان کی کاشت فرماتے تھے۔ ان کے سوا سارے پیشے کیے۔ نوح علیہ السلام کا ذریعہ معاش لکڑی کا کام تھا (بڑھئی پیشہ) ادریس علیہ السلام درزی گری فرماتے تھے۔ حضرت ہود اور صالح علیہما السلام تجارت کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشغلہ کھیتی باڑی تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام جانور پالتے اور ان کے دودھ سے معاش حاصل کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے چند سال بکریاں چرائیں، داؤد علیہ السلام زِرہ بناتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے بادشاہ ہوکر درختوں کے پتوں سے پنکھے اور زنبیلیں بنا کر گزر فرماتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام سیر وسیاحت میں رہے، نہ کہیں مکان بنایا، نہ نکاح کیا اور فرماتے تھے کہ جس نے مجھے ناشتہ دیا ہے وہ ہی شام کا کھانا بھی دے گا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں بھی چرائی ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال کی تجارت بھی فرمائی، غرض ہر قسم کی حلال کمائیاں سنت انبیاء ہے اس کو عار جاننا نادانی ہے (تفسیر نعیمی، تفسیر عزیزی)

بہتر پیشہ

افضل پیشہ جہاد، پھر تجارت، پھر کھیتی باڑی، پھر صنعت وحرفت ہے، علمائے کرام نے فرمایا کہ جائز پیشوں میں ترتیب ہے کہ بعض سے بعض اعلیٰ ہیں۔

جن پیشوں سے دین ودنیا کی بقا ہے دوسرے پیشوں سے افضل ہیں چنانچہ بہتر صنعت دینی تصنیف اور کتابت ہے کہ اس سے قرآن وحدیث اور سارے دینی علوم کی بقا ہے۔ پھر آٹے کی پسائی اور چاول کی صاف کرائی کہ اس سے نفس انسان کی

بقا ہے۔ پھر روئی دھنائی، سوت کتائی اور کپڑا بننا ہے کہ اس سے ستر پوشی ہے پھر درزی گری کا پیشہ بھی کہ اس کا بھی یہی فائدہ ہے۔ پھر روشنی کا سامان بنانا کہ دنیا کو اس کی بھی ضرورت ہے۔ پھر معماری، اینٹ بنانا (بھٹہ) اور چونے کی تیاری ہے کہ اس سے شہر کی آبادی ہے۔ رہی زرگری، نقاشی، کارچوبی، حلوہ سازی، عطر بنانا یہ پیشے جائز ہیں مگر ان کا کوئی خاص درجہ نہیں کیونکہ فقط زینت کے سامان ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیکار رہنا بڑا جرم ہے اور ناجائز پیشے کرنا اس سے بڑھ کر جرم، رب تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں وغیرہ برتنے کے لئے دیئے ہیں نہ کہ بیکار چھوڑنے کے لئے۔

(تفسیر نعیمی، تفسیر عزیزی) اسلامی زندگی ص ۱۳۹۔ ۱۴۰

* * * * *

الحدیث الحادی عشر
شبہات سے پرہیز

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الحَسَنِ بنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ سِبْطِ رَسُولِ الله صلى الله عليه وسلم وَرَيْحَانَتِه رَضِيَ الله عَنْهما قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وسلم: دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لاَ يَرِيْبُكَ۔ رَوَاه التِّرْمَذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح۔

(سنن الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ر: 2526، 4/232) (سنن النسائي، كتاب الاشربة، باب الحث على ترك الشبهات، 8/327)

روایت ہے حضرت حسن ابن علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہ بات یاد کی ہے [1] کہ اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے ادھر رجوع کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے [2] کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ تردد ہے [3] (احمد، ترمذی، نسائی) اور راوی نے پہلی چیز روایت فرمائی۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "

[1] ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بلاواسطہ حضور سے یہ سنا اور یاد کیا کیونکہ حضور انور کی زندگی شریف میں امام حسن علیہ السلام قدرے سمجھدار تھے، بچوں کا حدیث سننا معتبر ہے جب کہ کچھ سمجھدار ہوں اور ہوسکتا ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے سنا ہو، چونکہ یہ

قول رسول تھا اس لیے اسے حضور کی طرف نسبت فرمادیا جیسے ہم کہہ دیتے ہیں کہ حضور نے یہ فرمایا یا ہمیں حضور کا یہ فرمان یاد ہے۔

۲؎ یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرت حسن جیسی قوت قدسیہ و علم لدنی والے ہوں جن کا فیصلہ قلب کتاب و سنت کے مطابق ہو، عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں۔ (مرقات واشعہ) بعض لاپرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام و مشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے، لہذا احدیثیں واضح ہے۔

۳؎ یعنی مؤمن کامل کا دل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں لمعات میں فرمایا گیا کہ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور حدیثیں بھی متعارض نظر آئیں تو اقوال علماء کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ (لمعات مختصرًا) اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو، نیکیوں سے دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ یہ ہی حال عقل کا ہے۔

عقل زیر حکم دل یزدانی است   جوز دل آزاد شد شیطانی است

اللہ تعالٰی دل کو نفس و عقل پر غالب رکھے۔ آمین!

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴ ص ۳۸۲)

کپڑوں کی قیمت صدقہ کردی

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرشبہ والی چیز سے مکمل اجتناب فرماتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شریکِ تجارت حضرت سیِّدُنا حفص بن عبدالرحمن علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ساتھ تجارت کرتے تھے اور مجھے مالِ تجارت بھیجتے ہوئے فرمایا کرتے: ''اے حفص! فلاں کپڑے میں کچھ عیب ہے۔ جب تم اسے فروخت کرو تو عیب بیان کر دینا۔ حضرت سیِّدُنا حفص نے ایک مرتبہ مالِ تجارت فروخت کیا اور بیچتے ہوئے عیب بتانا بھول گئے۔ جب امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام کپڑوں کی قیمت صدقہ کردی۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفہ، ج ۱۳، ص ۳۵۶ بتغیر)

حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ کی ایک اور مثال یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک بکری چوری ہوگئی تو اندازاً جتنا عرصہ وہ بکری زندہ رہ سکتی تھی اس مدّت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی بکری کا گوشت نہ کھایا۔

منقول ہے کہ خلیفۂ وقت (ابوجعفر منصور) نے حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیِّدُنا ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کچھ مال بھیجا تو حضرت سیِّدُنا ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''میں خلیفہ کے لئے اس مال پر راضی نہیں تو اپنے لئے کیسے راضی ہوجاؤں؟'' اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اگر مجھے مارا جائے کہ ان میں سے ایک درہم کو صرف ہاتھ لگا دو پھر بھی مَیں اسے نہ چھوؤں گا۔'' (مناقب الامام الاعظم للامام البزازی الکردری، الفصل الخامس، جمع المنصور مالکا وابن ابی ذئب والامام ومقالتھم لہ، ج ۲، ص ۱۶)

الحدیث الثانی عشر
اسلام کی خوبی

عَنْ أَبِیْ ھریرۃ رَضِیَ اللہ عَنْہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہ مَا لاَ یَعْنِیْہِ۔ حدیثٌ حسنٌ، رَوَاہ التِّرْمَذِیُّ (1)۔ وغیرہ ھکذا (2)۔

(سنن الترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء من تكلم بالكلمة ليضحك الناس، ر:2324، 142/4)(

سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان في الفتنۃ، ر:3976، 344/4)

حضرت ابوھریرہ سے اـہ روایت ہے، فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک چھوڑ دینا ہے اس کا جو اسے نفع نہ دے۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ''

یعنی کامل مسلمان وہ ہے جو ایسے کلام ایسے کام ایسی حرکات و سکنات سے بچے جو اس کے لیے دین یا دنیا میں مفید نہ ہوں، وہ کام یا کلام کرے جو اسے یا دنیا میں مفید ہو یا آخرت میں۔ سبحان اللہ! ان دو کلموں میں دونوں جہان کی بھلائی وابستہ ہے۔ ایک بزرگ کسی محل پر گزرے مالک سے پوچھا کہ تو نے یہ مکان کب بنایا ہے فوراً بولے کہ میں نے یہ کلام بے فائدہ کیا اس کے کفارہ میں ایک سال روزے

رکھے۔ اپنے نفس کا حساب کرو تا کہ قیامت کا حساب آسان ہو۔

(مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ٦ ص ٦٧٤)

امام اہل سنت کے مدنی پھول

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه رواه الترمذی ▪ وابن ماجة والبیهقی فی الشعب عن ابی هریرة والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق وفی تاریخه عن علی المرتضی واحمد والطبرانی فی الکبیر عن سید ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن هشام رضی الله تعالی عنهم عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم حسنه النووی وصححه ابن عبد البر والهیثمی۔

انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لایعنی بات ترک کرے

(اس کو ترمذی وابن ماجہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت ابوھریرہ سے، اور حاکم نے کُنیٰ میں حضرت ابوبکر صدیق سے اور اپنی تاریخ میں حضرت علی مرتضی سے، اور امام احمد نے اور معجم کبیر میں طبرانی نے سید ابن سید حضرت حسین بن علی سے، اور شیرازی نے القاب میں حضرت ابوذر سے، اور معجم صغیر میں طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے، اور ابن عساکر نے حضرت حارث بن ھشام سے، ان حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ امام نووی نے اسے حسن اور ابن عبدالبر وھیثمی نے صحیح کہا۔ (ت)

(۱؎ سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۲۴ دارالفکر بیروت ۴ / ۱۴۲ سنن الترمذی کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵ مجمع الزوائد کتاب الادب باب من حسن اسلام المرء الخ دارالکتب بیروت ۸ / ۱۸)

اقول: اس کا مفاد بھی اس قدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی، نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی، ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اعم ہے، تو سوا مہمات کے سب زیر نہی آکر مباحات سراسر مرتفع ہوجائیں گے۔ لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں: الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ مما یشبعہ من جوع ویرویہ من عطش ویستر عورتہ ویعف فرجہ ونحوہ ذلک مما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ واستمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ۔ [1]

انسان کے لئے مہم امور وہ ہیں جو اس کی حیات ومعاش کی ضرورت سے وابستہ ہوں اس قدر خوراک جو اس کی بھوک دور کر کے سیری حاصل کرائے اور پانی اس کی پیاس دور کر کے سیراب کردے اور کپڑا جس سے اس کی ستر پوشی ہو اور وہ جس سے اس کی پارسائی کی حفاظت اور عفت ہو، اور اسی طرح کے امور جن سے اس کی ضرورت دفع ہو، اور جس میں اس کے معاد وآخرت کی سلامتی ہو وہ نہیں جس میں صرف لطف ولذت اندوزی اور کثرت طلبی ہو۔ (ت)

(۱؎ شرح اربعین لامام ابن حجر مکی)

ابن عطیہ مالکی کی شرح اربعین میں ہے: مالا یعنیہ ہو مالا تدعو الحاجۃ الیہ مما لایعود علیہ منہ نفع اخروی، والذی یعنیہ مایدفع الضرورۃ دون مافیہ تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر مالایعنیہ ہو مایخاف فیہ فوات الاجر والذی یعنیہ ہو الذی لایخاف فیہ فوات ذلک [1] اھ مختصراً۔

لایعنی وغیر مہم امور وہ ہیں جن کی کوئی حاجت نہ ہو، جن سے کوئی اُخروی فائدہ نہ ہو۔ اور مہم امور وہ ہیں جن سے ضرورت دفع ہو نہ وہ جن میں لذت اندوزی وآسائش طلبی ہو۔ اور شیخ یوسف بن عمر نے فرمایا: لایعنی امور وہ ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور یعنی ومہم امور وہ ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اھ مختصرا۔ (ت) ([1] شرح اربعین للامام ابن عطیۃ مالکی)

علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے:

الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاته فی معاشه وسلامته فی معادہ ومما لایعنیه التوسع فی الدنیا وطلب المناصب والریاسة[2] اھ ملخصا۔

انسان کے لئے مہم وہ امور ہیں جو اس کی معاشی زندگی اور اُخروی سلامتی کی ضرورت سے متعلق ہوں اور لایعنی وغیر مہم امور دنیا کی وسعت اور منصب وریاست کی طلب ہے اھ ملخصاً۔ ([2] المجالس السنیہ فی الکلام علی اربعین للنوویہ المجلس الثانی عشر الخ داراحیاء الکتب العربیہ مصر ص ۳۶ و ۳۷)

تیسیر میں ہے:

الذی یعنیه ما تعلق بضرورۃ حیاته فی معاشه دون ما زاد وقال الغزالی حدما لایعنی ھوالذی لو ترك لم یفت به ثواب ولم ینجزبه ضرر۔[1]

مہم امر وہ ہے جو اس کی معاشی زندگی کی ضرورت سے وابستہ ہو وہ نہیں جو زیادہ ہو۔ اور امام غزالی نے فرمایا: لایعنی کی تعریف یہ ہے کہ اگر اسے ترک کردے تو اس سے کوئی ثواب فوت نہ ہو اور اس سے کوئی ضرر عائد نہ ہو۔ ([1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من حسن اسلام المرء الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۸۱)

مرقاۃ میں ہے:

حقیقة مالا یعنیه مالا یحتاج الیه فی ضرورة دینه ودنیاه ولا ینفعه فی مرضاة مولاه بان یکون عیشه بدونه ممکنا وهو فی استقامة حاله بغیره متمکنا قال الغزالی وحد مالا یعنیك ان تتکلم بکل مالو سکت عنه لم تأثم ولم تتضرر فی حال ولا مآل ومثاله ان تجلس مع قوم فتحکی معهم اسفارك ومارایت فیها من جبال وانهار وما وقع لك من الوقائع وما استحسنته من الاطعمة والثیاب وما تعجبت منه من مشائخ البلاد ووقائعهم فهذه امور لوسکت عنها لم تأثم ولم تتضرر واذا بالغت فی الاجتهاد حتی لم یمتزج بحکایتك زیادة ولا نقصان ولا تزکیة نفس من حیث التفاخر بمشاهدة الاحوال العظیمة، ولا اغتیاب لشخص ولا مذمة لشیئ مما خلقه الله تعالی فانت مع ذلك کله مضیع زمانك ومحاسب علی عمل لسانك اذ تستبدل الذی هو ادنی بالذی هو خیر، لانك لو صرفت زمان الکلام فی الذکر والفکر ربما ینفتح، لکن من نفحات رحمة الله تعالی ما یعظم جدواه ولو سبحت الله تعالی بنی لك بها قصر فی الجنة ومن قدر علی ان یاخذ کنزا من الکنوز فاخذ بدله عـه مدرة لاینتفع بها کان خاسرا خسرانا مبینا وهذا علی فرض السلامة من الوقوع فی کلام المعصیة وانی تسلم من الافات التی ذکرناها۔ [1]

لا یعنی کی حقیقت یہ ہے کہ دین ودنیا کی ضرورت میں اس سے کام نہ ہو اور رضائے مولا میں وہ نفع بخش نہ ہو اس طرح کہ وہ اس کے بغیر زندگی گزار سکتا ہو اور وہ نہ ہو تو بھی وہ اپنی حالت درست رکھ سکتا ہو۔ امام غزالی نے فرمایا: لایعنی کی حد یہ ہے

کہ تم ایسی بات بولو جو نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے نہ حال و مآل میں اس سے تمہیں کوئی ضرر ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بیٹھ کر لوگوں سے تم اپنے سفروں کا قصہ بیان کرو اور یہ کہ میں نے اتنے پہاڑ اتنے دریا دیکھے اور یہ یہ واقعات پیش آئے اتنے عمدہ کھانوں اور کپڑوں سے سابقہ پڑا، اور ایسے ایسے مشائخ بلاد سے ملاقات ہوئی ان کے واقعات یہ ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو تم نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے، نہ ان سے تمہیں کوئی ضرر ہوتا۔ اور جب تمہاری پوری کوشش یہ ہو کہ تمہاری حکایت میں نہ کسی کی بیشی کی آمیزش ہو، نہ ان عظیم احوال کے مشاہدہ پر تفاخر کے اعتبار سے خودستائی کا شائبہ ہو، نہ کسی انسان کی غیبت ہو، نہ خدائے تعالٰی کی مخلوقات میں سے کسی شیئ کی مذمت ہو تو ان ساری احتیاطوں کے بعد بھی تم اپنا وقت برباد کرنے والے ہو اور تم سے اپنی زبان کے عمل پر حساب ہوگا اس لئے کہ تم خیر کے عوض اسے لے رہے ہو جو ادنٰی و کمتر ہے، کیونکہ گفتگو کا یہ وقت اگر تم ذکر و فکر میں صرف کرتے تو رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تم پر وہ در فیض کشادہ ہوتا جس کا نفع عظیم ہوتا، اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح کرتے تو اس کے بدلے تمہارے لئے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا۔ جو ایک خزانہ لے سکتا ہو مگر اسے چھوڑ کر ایک بے کار کا ڈھیلا اٹھا لے تو وہ کھلے ہوئے خسارہ اور صریح نقصان کا شکار اور یہ اس مفروضہ پر ہے کہ معصیت کی بات میں پڑنے سے سلامت رہ جاؤ، اور ان آفتوں سے سلامتی کہاں جو ہم نے ذکر کیں۔

(عہ) وقع فی نسخۃ المرقاۃ المطبوعۃ بمصر بدرۃ بالباء وھو تصحیف اھ منہ (م)

مرقاۃ مطبوعہ مصر کے نسخہ میں مدرہ کی جگہ باء سے بدرہ چھپا ہوا ہے یہ تصحیف ہے اھ منہ (۱؎ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان تحت الحدیث ۴۸۴۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸ / ۵۸۵، ۵۸۶)

خلاصہ ف ۱ ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا پارسائی حاصل کرنا اُسی قدر امر مہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب ریاستیں غرض جملہ افعال واقوال واحوال جن کے بغیر زندگانی ممکن ہو اور ان کے ترک میں نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی وقابلِ ترک مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کہ اتنے عہ ۱ اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے عہ ۲ یہ یہ معاملے پیش آئے عہ ۳ فلاں فلاں کھانے اور لباس عمدہ پائے عہ ۴ ایسے ایسے مشائخ سے ملنا ہوا۔ یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر عہ ۱ ہوتا اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں واقعیت سے کچھ کمی عہ ۲ بیشی نہ ہونے پائے نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہم نے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے نہ اُس عہ ۳ میں کسی شخص کی غیبت ہو۔ نہ اللہ تعالیٰ کی پیدا عہ ۴ کی ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی احتیاطوں کے بعد بھی اُس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تُو نے اتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اُس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنیٰ بات اختیار کر رہا ہے اس لئے کہ جتنی دیر تُو نے یہ باتیں کیں اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اس کی نعمتوں صنعتوں کی فکر میں صرف کرتا تو غالباً رحمتِ الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیح الٰہی کرتا تو تیرے لئے جنت میں عہ ۱ محل چُنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک نکما ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیاں کار ہو اور یہ سب بھی اُس تقدیر پر ہے کہ کلامِ معصیت سے بچ جائے اور وہ آفتیں جو ہم نے ذکر کیں اُن سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲ ص ۱۰۲۲۔۱۰۲۰)

☆☆☆☆☆

الحدیث الثالث عشر

مسلمان بھائی کے ساتھ برتاؤ

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ الله تَعَالَى عَنْهُ خَادِمِ رَسُوْلِ الله صلى الله عليه وسلم عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

(صحیح البخاري، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لاخیہ... الخ، ر:13، 1/16) (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من خصال الایمان... الخ، ر:45، ص43)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بندہ مؤمن نہیں ہوتا حتی کہ اپنے بھائی کے لیے وہ ہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے[1] (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ:

[1] یہ فرمان عالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات سے ہے ان چند لفظوں میں دونوں جہان کی خوبیاں جمع ہیں یعنی کوئی شخص مؤمن کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے دینی و دنیاوی وہ چیز نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اسی کا ترجمہ ہے کہ آنچہ برخود نہ پسندی بہ دیگراں پسند۔ خیال رہے کہ یہاں خیر مراد ہے ہر مسلمان کے لیے دنیا و آخرت کی خیر چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو۔ اس خیر کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے کسی کے لیے دولت مندی خیر ہے، کسی کے لیے

فقیری خیر، کسی کے لیے خلوت خیر ہے، کسی کے لیے جلوت خیر لہذا اگر خلوت نشین مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے جلوت چاہے جسے جلوت بہتر ہو تو اس فرمان کے خلاف نہیں۔ تمام مسلمانوں میں پاور ایک ہی ہے مگر پاور کے اثرات مختلف ہیں جیسے پاور ہیٹر میں پہنچے تو گرمی دیتا ہے فریج میں پہنچے تو ٹھنڈک۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص۷۹۱)

امام غزالی کے مدنی پھول

حضرت سیّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اپنی مشہور زمانہ تصنیف لبابُ الاحیاء میں فرماتے ہیں:

مسلمان کے حقوق

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبرعَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اُلفت نشان ہے: "تم پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں: نیکی کرنے والے کی مدد کرو، ان کے گناہ گاروں کے لئے بخشش مانگو، پیٹھ پھیرنے والے کے لئے دعا مانگو، اور توبہ کرنے والے سے محبت کرو۔"

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۱۵۰۲، ج ا، ص ۲۱۵)

اور مسلمان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی مسلمان کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ، الحدیث ۱۰، ص ۳)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان

ہے:

(کامل) مؤمن وہ ہے جس سے اہل ایمان اپنے نفسوں اور مالوں کو محفوظ و مامون سمجھیں۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج ۲، ص ۶۵۴)

نبیِّ کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

مہاجر وہ ہے جو برائی چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۴۲، ج ۲، ص ۶۵۴)

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ O

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ (پ9، الاعراف: 199)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام

لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کرسکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنتی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''آپس میں صلح کروانا۔''

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث ۴۹۱۹، ص ۱۵۸۴)

اور وہ مسلمانوں کے عیبوں کو چھپائے۔ ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تہمت کی جگہوں سے بچے اور ہر حاجت مند مسلمان کے لئے اس شخص کے پاس سفارش کرے جو اس کی عزت کرتا ہے اور گفتگو کرنے سے پہلے سلام کرے، جہاں تک ممکن ہو مسلمان بھائی کی عزت اور مال کو دوسرے کے ظلم سے بچائے۔

ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ جب کسی شریر سے واسطہ پڑے تو اسے برداشت کرے اور اس سے بچے اور ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کے مُردوں کے لئے دعا مانگے۔ (لباب الاحیاء ۱۶۰)۔

مفتی شریف الحق امجدی دامت برکاتہم العالیہ ''نزھۃ القاری'' میں اس حدیث کی شرح یوں کرتے ہیں۔

انس بن مالک انصاری

نجاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی والدہ مشہور صحابیہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ

عنہا ہیں یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں۔ دس سال تک خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت انس دس سال کے تھے۔ ان کی والدہ نے خدمت میں لاکر پیش کردیا۔ پھر وصال کے بعد ہی ساتھ چھوڑا۔ غزوۂ بدر جیسے خطرناک موقع پر بھی ساتھ ساتھ تھے مگر لڑنے کے لائق نہ تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ فرمایا میں کہاں رہتا ساتھ ہی تھا۔ خدمت کرتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابوحمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ساگ ہے جسے فارسی میں ترہ تیزک اور اردو میں چنسر کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا دوسرا نام جرجیز ہے جو انہیں مرغوب تھا یہ چن چن کر لایا کرتے۔ ایک دفعہ ذوالاذنین کہہ کے نوازا۔

ایک بار کنواں کھدوایا پانی کھاری تھا خدمت اقدس میں عرض کیا۔ سرکار تشریف لے گئے۔ اس کنویں میں لعاب دہن ڈالا اس کنوئیں کا پانی مدینے کے تمام کنوؤں سے زیادہ میٹھا ہوگیا۔ ان سے بے پناہ محبت فرماتے۔ احادیث میں بڑے دلچسپ قصے مذکور ہیں۔

ایک دفعہ ام سلیم حاضر ہوئیں عرض کیا یارسول اللہ! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لیے دعا فرمائیں۔ یہ دعا کی اے اللہ! اس کے مال اس کی اولاد میں برکت دے۔ اس کی عمر دراز فرما۔ اسے بخش دے۔ اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ فرماتے ہیں میں نے اپنی صلبی اولاد دو کم دوسو کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا ہے۔ صرف ان کی اسی بلکہ اس سے بھی زائد اولاد ہوئی جن میں دو بیٹیاں بقیہ سب بیٹے۔

ان کا باغ ہر سال دو بار پھل دیتا۔ ایک پھول کا درخت تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ سو سال سے زائد عمر پائی خود فرماتے ہیں کہ زندگی سے اُکتا گیا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ غزوات میں جنگ کی۔ وصال کے بعد زمانے تک جہاد کرتے رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ آئے تاکہ یہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ بصرہ کے ساکن صحابہ کرام میں سب کے بعد ان کا وصال ہوا محمد بن سیرین نے غسل دیا۔ ۹۳ میں واصل بحق ہوئے۔ بصرہ کے قریب اپنے محل میں جو طف میں تھا دفن ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک پاس تھا وصیت فرما گئے تھے کہ اسے میرے زبان کے نیچے رکھ دینا۔ ایسا ہی کیا گیا۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی۔ ایک سو اڑسٹھ متفق علیہ ہیں اور تراسی افراد بخاری سے اور اکانوے افراد مسلم سے ہیں۔ اس پائے کے صحابی ہیں کہ حضرت ابوہیرہ جیسے کنزالاحادیث نے بھی ان سے حدیث اخذ کی ہے۔

مومن کامل

اس حدیث میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ محبت کسی کی طرف دل کے میلان کو کہتے ہیں یہاں محبت سے مراد پسندیدگی ہے مراد یہ ہے کہ کامل مومن وہی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسندیدے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ جو بات اپنے لیے ناگوار جانے وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند کرے۔ یعنی آدمی یہ چاہتا ہے کہ ہم آرام، اعزاز کے ساتھ خوش وخرم رہیں۔ کوئی ہماری توہین وتذلیل نہ کرے کوئی ہمیں ایذا نہ پہنچائے۔ کوئی ہمارا حق غصب نہ کرے اسی طرح یہ بھی چاہے کہ میرا بھائی اعزاز و اکرام کے ساتھ خوش وخرم رہے۔ نہ اس کی توہین وتذلیل ہو نہ اس کا حق غصب کیا جائے۔

اس سے بطور لزوم یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ہر شخص اگر اس کا عادی ہوجائے تو معاشرہ صاف ستھرا رہے گا اور زندگی چین واطمینان سے گزرے گی۔ ظاہر ہے کہ لڑائی

جھگڑا کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ انسان تنگدلی سے یہ چاہنے لگتا ہے کہ سب کچھ ہمیں میسر ہو دوسرے محروم رہیں۔ اس حدیث میں تواضع مروّت، امداد باہمی ایک دوسرے کے کام آنے اور دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بلیغ ترین ترغیب ہے۔ حسد کینہ عداوت، بغض ایذارسانی حق تلفی تفوق ترفع تحقیر وتذلیل سے دور رہنے کی انتہائی دلنشین پیرائے میں تلقین ہے۔ اسی لیے علماء نے اس حدیث کو بھی جوامع الکلم اور ام الاحادیث میں سے شمار فرمایا ہے۔

☆☆☆☆☆

الحدیث الرابع عشر
خون مسلم کی حرمت

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہ: لا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلاَّ بِإِحْدَى ثَلاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

(صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب قولہ تعالی أن النفس بالنفس... الخ، ر: 6878، 361/4)(صحیح مسلم، کتاب القسامۃ... الخ، باب مایباح بہ دم المسلم، ر: 1676، ص 919)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی اس مسلمان کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں[1] مگر تین حرفوں میں سے ایک سے، جان جان کے بدلے[2] شادی شدہ زانی[3] اور اپنے دین سے نکل جانے والا جماعت کو چھوڑنے والا[4] (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[1] یہاں **امرءٌ** سے مراد مطلق انسان ہے مرد ہو یا عورت، صرف مرد مراد نہیں کیونکہ یہ احکام عورت پر بھی جاری ہیں۔ کلمہ طیبہ کا ذکر فرما کر اشارۃً فرمایا کہ ظاہری کلمہ گو جس میں علامت کفر موجود نہ ہو اس کا یہی حکم ہے، مراد کلمہ سے سارے عقائد

اسلامیہ کا اقرار کرنا ہے۔

۲؎ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کو عمداً قتل کر دے تو مقتول کا ولی اسے قصاصاً قتل کرا سکتا ہے۔

۳؎ آزاد مسلمان مرد جو ایک بار حلال صحبت کر چکا ہو اسے محصن کہتے ہیں اگر ایسا شخص زنا کر لے تو اس کو رجم یعنی سنگسار کیا جائے گا۔

۴؎ دین سے نکل جانے کی دو صورتیں ہیں: یا تو اسلام کو چھوڑ کر یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ دوسری ملت میں داخل ہو جائے یا کلمہ گو تو رہے مگر کوئی کفریہ عقیدہ اختیار کرے جیسے مرزائی، خارجی، رافضی وغیرہ بن جائے وہ بھی اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔ (از مرقات وغیرہ) مگر یہ قتل اور رجم حاکم اسلام کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کے عوض اور آزاد غلام کے عوض، عورت مرد کے عوض اور مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا، یہ ہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے یہی امام اعظم کی دلیل ہے۔ مارق مرق سے بنا بمعنی نکلنا، اسی واسطے شوربے کو مرق کہتے ہیں کہ وہ گوشت سے نکلتا ہے۔ تارک الجماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اجماع مسلمین کے خلاف عقیدہ اختیار کرنا کفر ہے، قرآن کریم کے وہ معنی کرنا جو اجماع کے خلاف ہوں کفر ہے، سب کا اجماع ہے کہ اقیموا الصلوۃ میں صلوۃ سے مراد موجودہ اسلامی نماز ہے اور خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے جو صلوۃ سے مراد صرف اشاروں سے دعا مانگنا کرے اور خاتم النبیین کے معنے کرے اصلی نبی اور پھر حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش مانے وہ کافر ہے اسے حاکم اسلام قتل کرے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵ ص۳۶۱)

زنا کا انجام

یاد رکھو کہ زنا کبیرہ گناہ ہے اور زانی دنیا و آخرت میں بد بخت ہے اللہ عزوجل

نے اپنی پاک کتاب میں متعدد مقامات پر اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ،

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا O

ترجمہ کنز الایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔ (پ15، بنی اسرائیل:32)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ O اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ O فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ O

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

(پ18، المومنون: 5۔6۔7)

زنا کار مومن نہیں رہتا

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے: ''زانی جب زنا کرتا ہے تو مومن نہیں رہتا۔'' یعنی زانی اللہ عزوجل کی رحمت سے دور اور اس کے عذاب کا حقدار ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان..... الخ، رقم ۵۷، ص ۴۸)

زِنا کی اِجازت مانگنے والا نوجوان

ایک نوجوان نے رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، شفیع المذنبین، اَنیس الغریبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دیتے ہیں؟'' اس پر وہاں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس نوجوان کو ڈانٹا تو حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔'' پھر اس نوجوان سے فرمایا: ''میرے قریب آجاؤ۔'' تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب حاضر ہوگیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری ماں کے ساتھ ایسا کام کرے؟'' اس نے عرض کیا: ''میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان جاؤں یقیناً میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسی طرح لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی ماں کے ساتھ کوئی ایسا کام کرے۔'' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ بات پسند کرتے ہو؟'' اس نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے معاملہ میں یہ بات پسند نہیں کرتے۔'' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بہن، خالہ اور پھوپھی کے بارے میں بھی سوال کیا تو وہ انکار کرتا رہا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے: ''اسی طرح لوگ بھی یہ بات پسند نہیں کرتے۔''

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس نوجوان کے سینے پر رکھ کر دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبَہٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ یعنی اے اللہ عزوجل! اس کے دل کو پاک فرما، اس کا گناہ معاف فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔'' اس کے بعد یہ نوجوان زنا کو سخت ناپسند کرنے لگ گیا۔'' (المعجم الکبیر، رقم ۷۶۷۹، ج۸، ص ۱۶۲۔ ۱۶۳)

شیطان کا لشکر

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنزّہ عن العُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب عورت کو پیدا کیا گیا تو ابلیس نے اس سے کہا: ’’تو میرا آدھا لشکر ہے، تو میری رازگاہ ہے، تو میرا ایسا تیر ہے کہ جسے میں جب بھی چلاؤں گا نشانے پر لگے گا۔‘‘

(اتحاف السادۃ المتقین، کتاب کسر الشھوتین، باب القول فی شھوۃ الفرج، ج۹، ص ۹۲)

اس لئے پیارے بھائی! (اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے) شیطان کے تیروں سے بچتے رہو۔

زانی پر لعنت برستی ہے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: ’’زنا کبیرہ گناہوں میں سے بہت بڑا گناہ ہے اور زانی پر قیامت تک اللہ عزوجل، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت برستی رہے گی اور اگر وہ توبہ کرے تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔‘‘ (رواہ النسائی طرفہ الاخیر فی السنن، کتاب قطع السارق، باب تعظیم السرقۃ، رقم ۴۸۷۶، ص ۲۴۰۳۔)

مومن اور منافق کی پہچان

سرکارِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ، شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’مومن کی علامت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نماز اور روزے میں اس کا دل لگادے اور منافق کی علامت یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس کے پیٹ اور شرمگاہ کی تسکین کو اس کی خواہش بنادے۔‘‘

تنگدستی کا سبب

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عنِ العُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا: ”زنا تنگدستی پیدا کرتا ہے اور چہرے کا نور ختم کردیتا ہے۔“ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں زانی کو تنگدست کردوں گا اگرچہ کچھ عرصہ بعد سہی۔“ (کنزالعمال، کتاب الحدود، الباب الثانی فی انواع الحدود، رقم ۱۳۰۱۸، ج۵، ص۱۲۶)

یقیناً زنا مال کو ختم کردیتا ہے اور چہرے کا نور مٹا دیتا ہے اور زانی کو ہمیشہ کے لئے جہنم کا حقدار بنا دیتا ہے۔

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرتِ سَیِّدُنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ”جب بندہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو شرک کے بعد اس کا کوئی گناہ زنا سے بڑھ کر نہ ہوگا اور اسی طرح وہ شخص جو اپنے نطفے کو حرام رحم میں رکھتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہے۔ قیامت کے دن زانی کی شرمگاہ سے ایسی پیپ نکلے گی کہ اگر اس میں سے ایک قطرہ سطح زمین پر ڈال دیا جائے تو اس کی بو کی وجہ سے ساری دنیا والوں کا جینا دوبھر ہوجائے۔“

(کنزالعمال، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الوداع الحدود، رقم ۱۲۹۹۰، ج۵، ص۱۲۵، بتصرف ما

ذنب بعد الورك اعظم عند الله من نطفة وضعها رجل فی رحم لا يحل له)

جہنم میں جلنے کا سبب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دوجہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: ”زنا سے بچتے رہو کیونکہ یہ جسم کی تازگی کو ختم کرتا ہے اور طویل محتاجی کا سبب ہے اور آخرت میں اللہ عزوجل کی ناراضگی، حساب کی سختی اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنے کا سبب ہے۔“

(شعب الایمان، باب فی تحریم الفروج، رقم ۵۴۷۵، ج۴، ص۳۷۹)

چند اشعار

يَامَنْ عَصَى اللهَ فِي الشَّبَابِ وَقَدْ   اَدْرَكَهُ الشَّيْبُ رَاقِبِ اللهَ
صُحُفُكَ بِالسَّيِّئَاتِ قَدْ مُلِئَتْ   بِاَيِّ وَجْهٍ تَرَاكَ تَقْرَأُهَا
اَعِدْ جَوَابًا اِذَا سُئِلْتَ غَدًا   وَقَرَّبَ النَّارَ مِنْكَ مَوْلَاهَا
يَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ كَمْ رَجُلٍ   تَلُوْمُهُ النَّارُ حِيْنَ يَصْلَاهَا

ترجمہ: (۱) اے اللہ عزوجل کی نافرمانی میں جوانی گزارنے والے ، تیرا بڑھاپا آچکا اب تو اللہ عزوجل کے حقوق کی پاسداری کرلے۔

(۲) تیرا اِعمال نامہ گناہوں سے بھر چکا ہے اس گناہوں سے بھرے نامۂ اعمال کو کیسے پڑھے گا۔

(۳) کل قیامت میں جب سوال کئے جائیں گے اور مولیٰ (قہار) عزوجل جہنم کو تجھ سے قریب کردے گا (اس وقت کے لئے) جوابات کی تیاری کرلے۔

(۴) اے گروہِ مسلمین! بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جب جہنم میں داخل ہوں گے تو وہ انہیں ملامت کرتی ہوگی۔

جہنمی تابوت

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ، شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''اپنے بندے یا بندی کو زنا کرتے دیکھ کر اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ غیرت آتی ہے۔ خدا عزوجل کی قسم! اگر تم وہ باتیں جان لو جنہیں میں جانتا ہوں تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ گے، سن لو! کہ جہنم میں آگ کے تابوت میں کچھ لوگ قید ہوں گے کہ جب وہ راحت مانگیں گے تو ان کے لئے تابوت کھول دیئے جائیں گے اور جب ان کے شعلے جہنمیوں تک پہنچیں گے تو وہ بیک زبان فریاد کرتے ہوئے کہیں گے: ''یا اللہ عزوجل! ان تابوت والوں پر

لعنت فرمایہ وہ لوگ ہیں جو عورتوں کی شرمگاہوں پر حرام طریقے سے قبضہ کرتے تھے۔“ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، رقم ۵۲۲۱، ج ۳، ص ۴۶۹، مختصراً)

جنت میں داخلے سے محروم

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عنِ العُیُوب، عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: اللہ عزوجل نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا: ”کلام کر۔“ تو وہ بولی: ”جو مجھ میں داخل ہوگا وہ سعادت مند ہے۔“ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: ”مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تجھ میں آٹھ قسم کے لوگ داخل نہ ہوں گے: شراب کا عادی، زنا پر اصرار کرنے والا، چغل خور، دیوث، (ظالم) سپاہی، ہیجڑا اور رشتہ داری توڑنے والا اور وہ شخص جو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ فلاں کام ضرور کروں گا پھر وہ کام نہیں کرتا۔“

(اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آفات اللسان، ج ۹، ص ۳۴۵-۳۴۶)

زنا پر اصرار کرنے والے سے مراد ہمیشہ زنا کرتا رہنے والا نہیں، اسی طرح شراب کے عادی سے مراد یہ نہیں جو ہمیشہ شراب پیتا رہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جب اسے شراب میسر ہو تو وہ پی لے اور اللہ عزوجل کے خوف کی وجہ سے شراب پینے سے باز نہ آئے اسی طرح جب اسے زنا کا موقع ملے تو اس سے توبہ نہ کرے اور نہ ہی اپنے نفس کو اس بری خواہش کی تکمیل سے روکے۔ بے شک ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔

نکاح کی پیش کش

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بچوں سے فرمایا کرتے تھے: ”جب تم نکاح کرنا چاہو تو تمہارا نکاح کرادوں گا کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے اور اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔“

زنا کی ابتداء اور انتہاء

حضرتِ سیِّدُنا لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ''بیٹا! زنا سے بچ کر رہنا کیونکہ اس کی ابتداء خوف اور انتہاء ندامت ہے اور اس کا انجام جہنم کی وادی آثام ہے۔''

اشعار

يَامَنْ خَلَا بِمَعَاصِي اللهِ فِي الظُّلَمِ فِي اللَّوْحِ يُكْتَبُ فِعْلُ السُّوْءِ بِالْقَلَمِ
بِهَا خَلَوْتَ وَعَيْنُ اللهِ نَاظِرَةٌ وَأَنْتَ بِالْإِثْمِ مِنْهُ غَيْرُ مُكْتَتِمِ
فَهَلْ أَمِنْتَ مِنَ الْمَوْلٰى عُقُوْبَتَهُ يَامَنْ عَصَى اللهَ بَعْدَ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

ترجمہ: (۱) اے وہ شخص کہ اندھیرے میں چھپ کر اللہ عزوجل کی نافرمانیاں کرتا ہے، قلمِ قدرت سے نامۂ اعمال میں براعمل لکھا جارہا ہے۔

(۲) خلوتیں نافرمانیوں میں گزار رہا ہے حالانکہ اللہ عزوجل کی ذات دیکھ رہی ہے، تو گناہ کرتے وقت اس سے چھپ نہیں سکتا۔

(۳) اے جوانی اور بڑھاپا گزارنے کے بعد بھی اللہ عزوجل کی نافرمانی کرنے والے! کیا تو اللہ عزوجل کے عذاب سے بے خوف ہوگیا ہے۔

زنا سے بچنے والا

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے شہر کی عورت سے نکاح کیا اور اسے اپنے پاس بلانے کے لئے اپنے قابلِ اعتماد ساتھی کو اس کی طرف بھیجا۔ تو اس شخص کو اس کے نفس نے ورغلایا اور اس نے عورت سے بدکاری کی خواہش ظاہر کی تو اس وقت اس نے اپنے نفس کو دھمکایا اور اللہ عزوجل سے پناہ مانگی تو اللہ عزوجل نے اسے نفسانی خواہش ترک کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اشعار

تَوَقَّ نَفْسَكَ لَا تَأْمَنْ غَوَائِلَهَا فَالنَّفْسُ أَخْبَثُ مِنْ سَبْعِيْنَ شَيْطَانًا

ترجمہ: خود کو اپنے نفس سے بچا، اس کی ہلاکتوں سے بے پرواہ نہ ہونا، کیونکہ نفس ستر شیاطین سے زیادہ خطرناک ہے۔

قاتل کی سزا

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۝ (پ5، النساء:93)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

قتلِ ناحق کی مذمت پر اَحادیث مبارکہ

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و ملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''سب گناہوں سے بڑا گناہ کسی کو ناحق قتل کرنا ہے۔ جس نے چھری سے خودکشی کی ملائکہ جہنم کی وادیوں میں اس کو ہمیشہ ہمیشہ وہ چھری گھونپتے رہیں گے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور میری شفاعت سے مایوس رہے گا اور اگر اس نے بلند جگہ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی ہوگی تو فرشتے بھی ہمیشہ ہمیشہ اس کو جہنم کی وادیوں میں بلند چوٹی سے گراتے رہیں گے اور قتل کرنے والوں کو آگ کے کنوؤں میں قید کیا جائے گا اور اگر رسی سے لٹک کر خودکشی کی ہوگی تو ہمیشہ کے لئے اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس آگ کی شاخوں میں لٹکا رہے گا۔ اگر کوئی کسی جان کو ناحق قتل کرے تو یہ کھلی گمراہی ہے۔

فرشتے اس کو آگ کی چھریوں سے ذبح کرتے رہیں گے جب بھی وہ اس کو ذبح کریں گے تو اس کے حلق سے تارکول سے بھی زیادہ سیاہ خون بہے گا پھر وہ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا پھر ذبح کیا جائے گا، یہ سزا اس کو ہمیشہ ہمیشہ دی جائے گی اور قاتلوں کو آگ کے کنوؤں میں قید کیا جائے گا وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔''

(ہم اس گناہ وسزا سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتے ہیں)

اسی طرح اس عورت کو سزا دی جائے گی جو اپنے پیٹ کے بچے کو ساقط کر دے (یعنی گرادے)۔

(۲) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىٕلَتْ ۪ۙ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۚ۝۹ (پ۳۰، التکویر: ۸، ۹)

ترجمہ کنز الایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''مُطْرُوْح (یعنی گرایا ہوا بچہ) قیامت کے دن آئے گا اس کی آواز بجلی کی کڑک کی مثل ہوگی وہ فریاد کریگا: ''مَیں مظلوم ہوں۔'' پھر وہ اپنی ماں کو لے کر آئے گا اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کریگا: ''اے میرے رب عزوجل! تُو اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟'' اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی ماں سے فرمائے گا: ''تُو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا، کیا تُو یہ سمجھتی تھی کہ مَیں اسے رزق نہیں دوں گا؟ بے شک مَیں نے کسی بھی جان کا قتلِ ناحق حرام کر دیا ہے۔'' (پھر فرشتوں سے فرمائے گا) اے میرے فرشتو! اس کو (داروغۂ جہنم) حضرت سیدنا مالک علیہ السلام کے سپرد کر دو تاکہ وہ اسے ''**جُبُّ الْاَحْزَان**'' میں قید کر دیں'' سخت مضبوط فرشتے اس کو پکڑ لیں گے کیونکہ فرشتے اللہ عزوجل کے حکم

کی نافرمانی نہیں کرتے یہ تو وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرشتے اس عورت کی گردن میں طوق اور زنجیریں ڈال کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے اور حضرت سیدنا مالک علیہ السلام اُس کو ''جُبُّ الْاَحْزَان'' میں پھینک دیں گے۔ یہ آگ سے بھرا ایک گہرا کنواں ہے اس آگ کا نام ''نَارُ الْاِبَار'' ہے۔ جب جہنم سرد ہونے پر آتا ہے تو اس کنوئیں کا منہ کھول دیا جاتا ہے، جہنم اس کی حرارت سے پھر بھڑکنے لگتا ہے۔ اس میں درندے، بھیڑیئے، سانپ اور بچھو ہیں جو جہنمیوں کو کاٹتے اور ڈستے ہیں اور اس میں عذاب کے فرشتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں آگ کے نیزے ہیں جس سے وہ قاتلوں کو گھائل کرتے رہیں گے، اس عورت کو اس گڑھے میں پچاس ہزار سال تک عذاب دیا جاتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ فرمادے۔''

ہم اللہ عزوجل کے غضب اور عذاب سے اُس کی پناہ مانگتے ہیں۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتلِ ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرمادیا ہے اور کسی جان کو ناحق اَذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی) اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلاوجہ مجھے اَذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: ''مجھے میری عزت وجلال کی قسم! مَیں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، مَیں ہر اس شخص کو

عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اذیت دی ہوگی اور اگر میں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو میں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔''

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: ''میں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت وجلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور میں سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ شخص کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کردے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''سب سے بڑا گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور کسی جان کو ناحق قتل کرنا ہے اور جیسے میں مشرک کی شفاعت نہیں کروں گا اسی طرح قتلِ ناحق کرنے والے کی بھی شفاعت نہیں کروں گا اور جس طرح مشرک جہنم میں ہمیشہ رہے گا اسی طرح قاتل بھی جہنم میں رہے گا اور جس طرح اللہ عزوجل مشرکین پر سخت غضب فرماتا ہے اسی طرح قاتل پر بھی غضب شدید فرماتا ہے اور جس طرح قیامت کے دن مشرک پر لعنت فرمائے گا اسی طرح قاتل پر بھی لعنت فرمائے گا اور جب قاتل پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی لعنت پڑے گی تو وہ جہنم کے مختلف طبقات پر قتل کیا جاتا رہے گا یہاں تک کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں دھنس جائے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح مشرکین کے لئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے اسی طرح قاتل کے لئے بھی عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔'' (پھر آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی)

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (پ ۵، النساء: ۹۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

٭ سوائے اس کے جو توبہ کرلے۔

مُرتَد کسے کہتے ہیں؟

مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام کے بعد کسی ایسے اَمر کا انکار کرے جو ضَروریاتِ دین سے ہو یعنی زبان سے (ایسا) کلِمۂ کفر بکے جس میں تاویلِ صحیح کی گنجائش نہ ہو۔ یونہی بعض افعال بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے کافر ہوجاتا ہے مَثَلاً بُت کو سجدہ کرنا۔ مُصحَف شریف (قران پاک) کو نَجاست کی جگہ پھینک دینا۔ (بہارِ شریعت حصہ 9 ص 173)

مُرتَد کی دُنیا میں سزا

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 182 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' حصہ 9 صَفْحہ 174 تا 175 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جو شخص مَعاذَاللہ عَزَّوَجَلَّ مُرتَد ہوگیا تو مُستَحَب ہے کہ حاکمِ اسلام اُس پر اسلام پیش کرے اور اگر وہ کچھ شُبہ بیان کرے تو اُس کا جواب دے اور اگر مُہلت مانگے تو تین دن قید میں رکھے اور ہر روز اسلام کی تلقین کرے۔ یوہیں اگر اُس نے مُہلت نہ مانگی مگر امید ہے کہ اسلام قَبول کرلے گا جب بھی تین دن قید میں رکھا جائے۔ پھر اگر مسلمان ہو جائے فَبِہا (یعنی بہت بہتر) ورنہ قتل کر دیا جائے۔ بِغیر اسلام پیش کیے اُسے قتل کر

ڈالنا مکروہ ہے۔ (دُرِّمختار ج 6 ص 346_349)

کیا مُرتَد کو ہر کوئی قتل کر سکتا ہے؟

جی نہیں۔ یہ صرف بادشاہِ اسلام کا کام ہے۔ چُنانچہ صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: مُرتَد کو قید کرنا اور اسلام نہ قبول کرنے پر قتل کر ڈالنا بادشاہِ اسلام کا کام ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اگر زندہ رہا اور اس سے تَعَرُّض نہ کیا گیا (یعنی روک ٹوک نہ کی گئی) تو ملک میں طرح طرح کے فساد پیدا ہونگے اور فتنہ کا سلسلہ روز بروز ترقّی پذیر ہوگا، جس کی وجہ سے **اَمنِ عامّہ** میں خَلَل پڑیگا، لہٰذا ایسے شخص کو ختم کر دینا ہی مُقتضائے حکمت (یعنی مَصلَحت کا تقاضا) تھا۔ اب چُونکہ حکومتِ اسلام ہندوستان میں باقی نہیں، کوئی روک تھام کرنے والا باقی نہ رہا، ہر شخص جو چاہتا ہے بکتا ہے اور آئے دن مسلمانوں میں فَساد پیدا ہوتا ہے، نئے نئے مذہب پیدا ہوتے رہتے ہیں، ایک خاندان بلکہ بعض جگہ ایک گھر میں کئی مذہب ہیں اور بات بات پر جھگڑے لڑائی ہیں، ان تمام خرابیوں کا باعِث یہی نیا مذہب ہے۔ ایسی صورت میں سب سے بہتر ترکیب وہ ہے جو ایسے وقت کے لیے قراٰن و حدیث میں ارشاد ہوئی، اگر مسلمان اُس پر عمل کریں تمام قِصّوں سے نَجات پائیں دنیا و آخرت کی بھلائی ہاتھ آئے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بالکل مَیل جُول چھوڑ دیں، سلام کلام ترک کر دیں، ان کے پاس اُٹھنا بیٹھنا، اُن کے ساتھ کھانا پینا، اُن کے یہاں شادی بیاہ کرنا غَرَض ہر قسم کے تعلُّقات ان سے قَطع کر دیں گویا سمجھیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں۔

(بہارِ شریعت حصّہ 9 ص 175)

عورت یا بچّہ مُرتَد ہو تو سزا

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ

اللہ القوی فرماتے ہیں: عورت یا نابالغ سمجھ وال (یعنی سمجھدار) بچّہ مُرتَد ہو جائے تو قتل نہ کرینگے۔ بلکہ قید کرینگے یہاں تک کہ توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے۔

(بہارِ شریعت حصہ 9 ص 175، عالمگیری ج 2 ص 254)

مُرتد کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

کُفرِ قطعی بک کر یا اِس طرح کا فِعلِ کفر کر کے جو کافر و مُرتَد ہوا اس کے تمام اَعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ پارہ 2 سُورۃُ البَقَرہ آیت نمبر 217 میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔ (پ2 البقرۃ 217)

کُفر بکنے والے کی ہاں میں ہاں ملانے والے کا حکم

اگر فِقہی ولُزومی کفر بکا ہے تو بکنے والا اور ہاں میں ہاں ملانے والا اسلام سے خارِج نہ ہوئے اور سابقہ نیک اَعمال بھی برباد نہ ہوئے۔ البتہ توبہ و تجدیدِ ایمان فرض ہے اور بیوی والے کو تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا البتہ بِلا اِکراہِ شَرعی ہوش و حواس میں صریح کُفر بکنے والا، ایسے ہی صریح کلمۂ کفر کے معنیٰ سمجھنے کے باوُجود ہاں میں ہاں ملانے والا اور تائید میں سر ہلانے والا بھی کافِر و مُرتد ہو جاتا ہے اور شادی شدہ تھا تو نِکاح ٹوٹ جاتا، کسی کا مُرید تھا تو بَیعت ختم ہو جاتی اور زندگی بھر کے نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اگر حج کر لیا تھا تو وہ بھی گیا، اب بعدِ تجدید ایمان صاحِبِ استِطاعت ہونے پر نئے سِرے سے حج فرض ہوگا۔

مُرتَدین کی صُحبت سے ایمان برباد ہوسکتا ہے

مُرتَدین کے ساتھ نِشَست و بَرخاست (یعنی اُٹھنے بیٹھنے) کے مُتعلّق کئے جانے والے ایک سُوال کے جواب میں میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولٰینا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوی رضویہ جلد 21 صَفحہ 278 پر فرماتے ہیں: ان کے پاس نِشَست و بَرخاست حرام ہے اُن سے مَیل جُول حرام ہے اگر چہ اپنا باپ یا بھائی بیٹے ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٦٨

ترجَمۂ کنزالایمان: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (پ7 الانعام 68)

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ

ترجَمۂ کنزالایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ (عَزَّوَجَلَّ) اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ (عَزَّوَجَلَّ) اور اس کے رسول (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم) سے مخالفت کی اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کُنبے والے ہوں۔ (پ28 المجادلہ 22)

فتاوی رضویہ جلد 14 صَفحہ 328 پر ہے: مُرتَدوں میں سب سے بدتر مُرتَد ''مُنافِق'' ہے۔ یہی وہ ہے کہ اِس کی صحبت ہزار کافِر کی صُحبت سے زیادہ مُضِر (نقصان دِہ) ہے کہ یہ (بظاہر) مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔

مُرتَد کی نَمازِ جنازہ کا حُکمِ شَرعی

مرتد اور کافر کے جنازے کا ایک ہی حُکم ہے۔ مذہب تبدیل کر کے عیسائی

(کرسچین) ہونے والے کا جنازہ پڑھنے والے کے بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت، مجدّدِ دین وملت، حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ جلد 9 صَفْحہ 170 پر ارشاد فرماتے ہیں: اگر بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو کہ میّت عِیاذاً باللہ (خدا کی پناہ) تبدیلِ مذہب کرکے عیسائی (کرسچین) ہو چکا تھا تو بیشک اُس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز وتکفین سب حرام قطعی تھی۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے):

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

ترجَمۂ کنز الایمان: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ (پ 10 التوبہ 84)

مگر نماز پڑھنے والے اگر اس کی نصرانیت (یعنی کرسچین ہونے) پر مطّلع نہ تھے اور بربنائے عِلمِ سابق (پچھلی معلومات کے سبب) اسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس کی تجہیز وتکفین ونماز تک اُن کے نزدیک اس شخص کا نصرانی (کرسچین) ہوجانا ثابت ہوا، تو ان اَفعال میں وہ اب بھی معذور و بے قُصور ہیں کہ جب اُن کی دانست (معلومات) میں وہ مسلمان تھا، اُن پر یہ اَفعال بجالانے بزُعمِ خود شرعاً لازم تھے، ہاں اگر یہ بھی اس کی عیسائیت سے خبردار تھے پھر نماز وتجہیز وتکفین کے مُرتکب (مُر۔ت۔کِب) ہوئے قطعاً سخت گنہگار اور وبالِ کبیرہ میں گرفتار ہوئے، جب تک توبہ نہ کریں نماز ان کے پیچھے مکروہ۔ مگر مُعامَلۂ مُرتدین پھر بھی برتنا جائز نہیں کہ یہ لوگ بھی اس گناہ سے کافر نہ ہوں گے۔ ہماری شرعِ مُطَہَّر صراطِ مستقیم ہے، اِفراط وتفریط (یعنی حدِ اعتدال سے بڑھانا گھٹانا) کسی بات میں پسند نہیں فرماتی، البتّہ اگر ثابت ہوجائے کہ اُنہوں نے اُسے نصرانی جان کر نہ صرف بوجہِ حماقت وجہالت کسی غَرَضِ دُنیوی کی نیّت سے بلکہ خود اسے بوجہِ نصرانیت مستحقِ تعظیم وقابلِ تجہیز وتکفین ونمازِ جنازہ تصوّر کیا

تو بیشک جس جس کا ایسا خیال ہوگا وہ سب بھی کافر ومرتد ہیں اور ان سے وہی معاملہ برتنا واجب جو مرتدین سے برتا جائے اور ان کی شرکت کسی طرح روا نہیں، اور شریک ومعاون سب گنہگار۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

کافِر کو مرحوم کہنا کیسا؟

اِرتِداد کا علم ہونے کی صُورت میں مرحوم کہنا کُفر ہے۔ صدرُ الشَّریعہ، بَدرُ الطَّریقہ، حضرتِ علامہ مَولانا مُفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جو کسی کافِر کیلئے اس کے مرنے کے بعد مغفِرت کی دُعا کرے یا کسی مُردہ مُرتد کو مرحوم (یعنی رحمت کیا جائے) یا مغفور (یعنی مغفرت کیا جائے) یا کسی مرے ہوئے ہندو کو بیکُنٹھ (بے۔کُن۔ٹھ) باشی (یعنی جنّتی) کہے وہ خود کافِر ہے۔“

(بہارِ شریعت حصّہ 1 ص 97)

☆☆☆☆☆

الحدیث الخامس عشر
مؤمن کے لئے تین چیزوں کا حکم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

(صحیح البخاري، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ... الخ، ر: 6018، 4/105)(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی إکرام الجار... الخ، ر: 47، ص 43)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالٰی اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے[1] اور جو اللہ تعالٰی اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے[2] اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا احترام کرے[3]۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ"

[1] خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تا کہ ناجائز بات

میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

۲؎ یعنی اس کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں: (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تیمارداری کرو (۵) مر جائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو (۷) اس کے غم و مصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیۃً بھیجتے رہو نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو، تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ (مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایا اور ماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس! مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔ قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا بہرحال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالیٰ سے مانگئے۔

۳؎ مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لیے کھانے

اور دوسری خدمات کا انتظام کرے حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دستر خوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضاء ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر، مہمان کی خاطر مؤمن کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلف کر، پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص۹۱)

خاموشی کے فوائد

کامل مسلمان کون؟

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام الخ، رقم ۴۱، ص ۴۱)

سلامتی کا اصول

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ''جو سلامت رہنا چاہتا ہے اسے چاہے کہ خاموش رہنے کو لازم پکڑ لے۔'' (شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عمالا یعنیہ، رقم ۴۹۳۷، ج ۴، ص ۲۴۱)

ہر گفتگو کا حساب ہوگا

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہٌ عنِ العُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم سے ہماری گفتگو کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی؟'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن جبل! تمہاری ماں تمہیں روئے، لوگوں کو ان کی زبان کی لغزشیں ہی ناک کے بل جہنم میں ڈالیں گی۔''

(رواہ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ، رقم ۳۹۷۳، ج ۴، ص ۳۴۳ بتصرف)

اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ''ہمیں ایسا عمل بتائیے جسے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہوجائیں۔'' تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کبھی نہ بولو۔'' عرض کیا گیا: ''ہم ایسا نہیں کرسکتے۔'' فرمایا: ''(پھر) اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ بولو۔''

شیطان پر غالب آنے کا طریقہ

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اچھی بات کے علاوہ اپنی زبان کو روکے رکھو اس طرح تم شیطان پر غالب آجاؤ گے۔'' (الترغیب والترھیب، کتاب الادب وغیرہ، باب الترغیب فی الصمت ... الخ، رقم ۲۹، ج ۳، ص ۳۴۱)

بولنے میں اللہ عزوجل سے ڈرو

نبیِّ اکرم، شفیعِ معظم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل ہر بولنے والی زبان پر نگہبان ہے لہٰذا عقلمند کو چاہیے کہ بولتے وقت اللہ عزوجل سے ڈرے۔''

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، الحدیث ۳۶۷، ص ۱۲۵ بتصرف)

اچھی بات یا خاموشی

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عنِ العُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: ''جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار...الخ، رقم ۴۸، ص ۴۴)

رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جو اچھی بات کہتا ہے یا پھر خاموش رہتا ہے۔''

(کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، رقم ۳۸۰، ص ۱۲۸ بتصرف وکشف الخفاء، رقم ۱۳۷۲، ج ۱، ص ۳۷۷، بدون عبداً)

اکثر خطاؤں کا سبب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ آدمی سے اکثر خطائیں اس کی زبان کے باعث ہوتی ہیں۔

(شعب الایمان، باب فی حافظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لایعنیہ، رقم ۴۹۳۳، ج ۴، ص ۲۴۰۔۲۴۱)

عقل مند اور جاہل کے کلام میں فرق

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عنِ العُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے کہ عقلمند کی زبان اس کے دل کے تابع ہوتی ہے لہٰذا جب وہ گفتگو کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے دل سے مشورہ کرتا ہے اگر وہ بات اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے تو وہ بولتا ہے اور اگر اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو بات کرنے سے رُک جاتا ہے اور جاہل کا دل اس کی زبان کے تابع ہوتا ہے اس لئے اس کے جی

میں جو آتا ہے وہ بولتا رہتا ہے۔'' (کتاب الزھد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، رقم ۳۹۰، ص ۱۳۰ بتصرف و من قول الحسن بصری ۱۶۹)

ایک بات کا نتیجہ

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: '' آدمی اللہ عزوجل کی رضا کی ایک بات کہتا ہے اور اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ بات اسے کہاں تک پہنچا دے گی مگر اللہ عزوجل اس کی وجہ سے قیامت تک کے لئے اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتا ہے۔''

(الموطا للامام مالک، کتاب الکلام، مایؤمر بہ ... الخ، الحدیث ۱۸۹۹، ج ۲، ص ۴۶۴ بتصرف)

حضور نبیِ کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' آدمی لاپرواہی سے کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اسے جہنم کی آگ میں گرا دیتی ہے اور آدمی کوئی بات کہتا ہے جسے وہ اہمیت نہیں دیتا مگر اللہ عزوجل اس بات کی وجہ سے اسے جنت تک بلند فرما دیتا ہے۔''

(الموطا للامام مالک، کتاب الکلام، مایؤمر بہ ... الخ، رقم ۱۸۹۹، ج ۲، ص ۴۶۴ بتصرف)

پڑوسیوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے احادیث میں ہمسایوں اور پڑوسیوں کے بھی کچھ حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ جن کو ادا کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم و ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ۔

''یعنی قریبی اور دور والے پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ رکھو۔''

(پ 5، النساء: 36)

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھ کو ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ شاید عنقریب پڑوسی کو اپنے پڑوسی کا وارث ٹھہرا دیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، رقم ۲۶۲۴، ص ۱۴۱۳)

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام وضو فرما رہے تھے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے وضو کے دھوؤں کو لوٹ لوٹ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو؟ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ ہم لوگ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے جذبے میں یہ کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرے۔ یا اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے محبت کریں اس کو لازم ہے کہ وہ ہمیشہ ہر بات میں سچ بولے۔ اور اس کو جب کسی چیز کا امین بنایا جائے تو وہ امانت کو ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... الخ، رقم ۱۵۳۳، ج ۲، ص ۲۰۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کامل درجے کا مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے۔ (شعب الایمان، باب فی الزکوٰۃ، فصل فی کراہیۃ امساک الفضل ... الخ، رقم ۳۳۸۹، ج ۳، ص ۲۲۵)

بہر حال اپنے پڑوسیوں کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہے۔

(۱) اپنے پڑوسی کے دکھ سکھ میں ہمیشہ شریک رہے اور بوقت ضرورت ان کی ہر قسم کی

امداد بھی کرتا رہے۔

(۲) اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری اور ان کی خیر خواہی اور بھلائی میں ہمیشہ لگا رہے۔

(۳) کچھ ہدیوں اور تحفوں کا بھی لین دین رکھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم لوگ شوربا پکاؤ تو اس میں کچھ زیادہ پانی ڈال کر شوربے کو بڑھاؤ تا کہ تم لوگ اس کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری اور ان کی مدد کر سکو۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، رقم ۲۶۲۵، ص ۱۴۱۳)

مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے، ''جب کوئی مہمان کسی کے یہاں آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب اس کے یہاں سے جاتا ہے تو صاحب خانہ کے گناہ بخشے جانے کا سبب ہوتا ہے۔''

(کشف الخفا، حرف الضاد المعجمۃ، الحدیث ۱۶۴۱، ج ۲، ص ۳۳)

دس ۱۰ فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، ''اے براء! آدمی جب اپنے بھائی کی، اللہ عزوجل کے لئے مہمان نوازی کرتا ہے اور اس کی کوئی جزاء اور شکریہ نہیں چاہتا تو اللہ عزوجل کی اس کے گھر میں دس ۱۰ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے جو پورے ایک سال تک اللہ عزوجل کی تسبیح وتہلیل اور تکبیر پڑھتے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جب سال پورا ہوجاتا ہے تو ان فرشتوں کی پورے سال کی عبادت کے برابر اس کے نامہ اعمال میں عبادت لکھ دی جاتی ہے اور اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کو جنت کی لذیذ غذائیں 'جَنَّۃُ الْخُلْدِ'' اور نہ فنا ہونے والی بادشاہی میں کھلائے۔''

(کنز العمال، کتاب الضیافۃ، قسم الافعال، الحدیث ۲۵۹۷۲، ج۹، ص۱۱۹)

سبحان اللہ، سبحان اللہ! کسی کے گھر مہمان تو کیا آتا ہے گویا اللہ عزوجل کی رحمت کی چھما چھم برسات شروع ہو جاتی ہے اس قدر اجر وثواب اللہ! اللہ!

مہمان کو دروازہ تک رخصت کرنا سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے، تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سنت یہ ہے کہ آدمی مہمان کو دروازے تک رخصت کرنے جائے۔'' (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، الحدیث ۳۳۵۸، ج ۴، ص ۵۲)

☆☆☆☆☆

الحدیث السادس عشر

غصہ پر قابو

عَنْ أَبِي هريرة رَضِيَ الله عَنْه أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: أَوْصِنِي، قَالَ: لَا تَغْضَبْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(صحيح البخاري، كتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ر:6116، 4/131)

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔ (بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ"

شاید یہ سائل غصہ بہت کرتا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو وہ ہی دوا بتاتے ہیں جو اس کے لائق ہیں۔ نفسانی غضب وغصہ شیطانی اثر ہے اس میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، غصہ کی حالت میں اس سے باطل کام وکلام سرزد ہونے لگتے ہیں۔ غصہ کا علاج اعوذ باللہ پڑھنا ہے یا وضو کرلینا یا یہ خیال کرلینا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہے۔ رحمانی غضب عبادت ہے "**فَرَجَعَ مُوْسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبٰنَ اَسِفًا**" یا جیسے "**غَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ**"۔

حضرت سیّدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لباب الاحیاء میں فرماتے ہیں:

غصے کی مذمت کا بیان

حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص نے عرض کی: ''یا رسول اللہ عزَّ وَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے کوئی مختصر سا عمل بتایئے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**لَا تَغْضَبْ** ترجمہ: غصہ نہ کرو۔'' اس نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''**لَا تَغْضَبْ** ترجمہ: غصہ نہ کرو۔''

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، الحدیث ٦١١٦، ص ٥١٦)

حضرت سیّدُنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبیِّ مکرّم، نورِ مجسّم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے میں سے پہلوان کسے سمجھتے ہو؟'' ہم نے عرض کی: ''جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پہلوان وہ نہیں، بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔'' (صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ٢٦٣١، ص ١١٣٣)

رسولِ اکرم، نورِ مجسّم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَا غَضِبَ اَحَدٌ اِلاَّ اَشْفٰی عَلٰی جَهَنَّمَ -

ترجمہ: جو شخص غصہ کرتا ہے وہ جہنم کے کنارے پر جا پہنچتا ہے۔ (شعب الایمان للبیھقی، باب فی حسن الخلق، فصل فی ترک الغضب، الحدیث ٨٣٣١، ج٦، ص ٣٢٠، مفھوما)

غصے کی حقیقت

جان لو! آدمی کی تخلیق اس انداز میں کی گئی کہ اس کی فنا اور بقا مقصود تھی لہٰذا اس میں غصہ رکھ دیا گیا۔ یہ حمیت وغیرت کی قوت ہے جو انسان کے باطن سے پھوٹتی ہے،

اللہ عزَّ وجَلَّ نے غصہ کو آگ سے پیدا فرمایا اور اسے انسان کے باطن میں رکھ دیا پس جب وہ ارادہ کرتا ہے تو غصے کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جب جوش پیدا ہوتا ہے تو دل کا خون کھول کر رگوں میں پھیل جاتا ہے پھر وہ آگ کی طرح بدن کے بالائی حصے کی طرف اٹھتا ہے یا اس پانی کی طرح جو (برتن کے اندر) کھولتا ہے اور اس طرح وہ چہرے کی طرف اٹھتا ہے پس چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جب اپنے سے کم مرتبے والے پر غصہ آئے اور اسے معلوم ہو کہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے تو جلد سرخ ہو جاتی ہے لیکن اگر اپنے سے بڑے پر غصہ آئے اور اسے خوف محسوس ہو تو خون ظاہری جلد سے اکٹھا ہو کر واپس چلا جاتا ہے، اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے لیکن اگر غصہ کسی برابر والے پر آئے تو خون سکڑنے اور پھیلنے کی وجہ سے چہرے پر زردی اور سرخی والی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں اور وہ مضطرب ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ دل غصے کا مقام ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انتقام لینے کے لئے دل کے خون کا جوش مارنا۔ (لباب الاحیاء ۲۴۸)

غصہ پینے کا انعام

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: ’’مومن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ نہیں، اور جو غصہ نافذ کرنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔‘‘

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الحلم، رقم ۱۱۸۶، ج ۴، ص ۴۶۳)

غلام آزاد کر دیا

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے ان پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر بھی جا گرا، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تیز نظروں سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: ''میرے آقا! **وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ** (اور غصہ پینے والے) (ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں نے اپنا غصہ پی لیا۔'' غلام نے پھر کہا: ''**وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ** (اور لوگوں سے در گزر کرنے والے)'' آپ نے فرمایا: ''میں نے تجھے معاف کیا۔'' غلام نے عرض کی:

''**وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ** O (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں)

(پ ۴، آل عمران: ۱۳۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''جا، تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔'' (بحر الدموع ۲۷۴)

☆☆☆☆☆

الحدیث السابع عشر

اچھا طریقہ کار

عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ. فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح ... الخ، باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ، ر:1955، ص1080)

روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے [1] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے [2] لہٰذا جب تم قتل کرو تو احسان و بھلائی سے قتل کرو [3] اور جب تم ذبح کرو تو ذبح بھلائی سے کرو [4] تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کرلیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دے۔ [5] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ”

---

[1] آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں کیونکہ اوس اور حسان دونوں ثابت کے بیٹے ہیں، خود بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد یعنی ثابت ابن منذر بھی صحابی

ہیں، حضرت ابوالدرداء اور عبادہ ابن صامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شداد ابن اوس کو علم وحلم دونوں عطا فرمائے۔ (اشعۃ اللمعات)

۲ یعنی انسان ہو یا جانور مؤمن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی وسلوک کرنا لازم ہے۔ ظلم کسی پر جائز نہیں، یہ ہے حضور کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی شان۔

۳ یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء نہ کاٹو مثلہ نہ کرو پتھر کی چھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔

۴ اس بھلائی کی کئی صورتیں ہیں: مثلاً جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے، مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ تمام باتیں ظلم وزیادتی ہیں۔

۵ تیز چھری سے ذبح کردینے میں راحت ہے، کھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے اس سے بچے، پوری گردن نہ کاٹ دے صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵ ص۹۶۸)

ذبح کا بیان

مسئلہ: ذبح ہر اس چیز سے کرسکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے اور خون بہادے یہ ضرور نہیں کہ چھری ہی سے ذبح کریں بلکہ کھپچی اور دھاردار پتھر سے بھی ذبح ہوسکتا ہے صرف ناخن اور دانت سے ذبح نہیں کرسکتے جب کہ یہ اپنی جگہ پر قائم ہوں اور اگر ناخن کاٹ کر جدا کرلیا ہو یا دانت علیٰحدہ ہوگیا ہو تو اس سے اگرچہ ذبح ہوجائے گا مگر پھر بھی اس کی ممانعت ہے کہ جانور کو اس سے اذیت ہوگی۔ اسی طرح کند چھری سے

بھی ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (الدرالمختار، کتاب الذبائح، ج۹، ص ۴۹۴)

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کریں اور لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔ یوہیں جانور کو پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مذبح کو لے جانا بھی مکروہ ہے۔ (''الدرالمختار''، کتاب الذبائح، ج۹، ص ۴۹۴)

مسئلہ ۱۴: اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا یعنی کراہت اوس فعل میں ہے نہ کہ ذبیحہ میں۔ (''الھدایۃ''، کتاب الذبائح، ج۲، ص ۳۵۰)

عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس سر کا کھانا مکروہ ہے یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزرا بلکہ فقہا کا یہ ارشاد کہ ذبیحہ کھایا جائے گا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سر بھی کھایا جائے گا۔

مسئلہ ۱۵: ہر وہ فعل جس سے جانور کو بلا فائدہ تکلیف پہنچے مکروہ ہے مثلاً جانور میں ابھی حیات باقی ہو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اوس کی کھال اوتارنا اوس کے اعضا کاٹنا یا ذبح سے پہلے اوس کے سر کو کھینچنا کہ رگیں ظاہر ہو جائیں یا گردن کو توڑنا یوہیں جانور کو گردن کی طرف سے ذبح کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کی بعض صورتوں میں جانور [illegible] جائے گا۔

مسئلہ ۱۶: سنت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت جانور کا مونھ قبلہ کو کیا جائے اور ایسا نہ کرنا مکروہ ہے۔ (''الدرالمختار''، کتاب الذبائح، ج۹، ص ۴۹۵، بہارِ شریعت حصہ پانزدہم (15))

میرے پیرومرشد امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری اس حدیث کی ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

ابوقتِ ذَبح رضائے الٰہی کی نیت سے جانور پر رَحم کھانا کارِ ثواب ہے جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے بکری ذبح

کرنے پر رحم آتا ہے۔ فرمایا: ''اگر اس پر رحم کرو گے اللہ ﷻ بھی تم پر رحم فرمائے گا۔'' (مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۰۴ حدیث ۱۵۵۹۲)

جانور کو بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں

صَدرُ الشَّریعہ بَدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: قربانی سے پہلے اُسے چارا پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں اور ایک کے سامنے دوسرے کو نہ ذبح کریں اور پہلے سے چھری تیز کرلیں ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اُس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ (بہار شریعت جلد ۳ ص ۳۵۲) یہاں ایک عجیب وغریب حکایت ملاحظہ ہو چنانچہ حضرت سیدنا ابوجعفر علیہ رحمۃ اللہ الاکبر فرماتے ہیں: ایک بار میں نے ذبح کے لیے بکری لٹائی اتنے میں مشہور بزرگ حضرت سیدنا ایوب سختیانی (سَخ۔ت۔یانی) قدس سرہ النورانی اِدھر آ نکلے، میں نے چھری زمین پر ڈال دی اور گفتگو میں مشغول ہوا، دریں اثنا بکری نے دیوار کی جڑ میں اپنے کھروں سے ایک گڑھا کھودا اور پاؤں سے چھری اُس میں دھکیل دی اور اُس پر مٹی ڈال دی! حضرت سیدنا ایوب سختیانی قدس سرہ النورانی فرمانے لگے: ارے دیکھو تو سہی! بکری نے یہ کیا کیا! یہ دیکھ کر میں نے پختہ عزم کرلیا کہ اب کبھی بھی کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کروں گا۔ (حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۶۱)

بھائیو! اِس حکایت سے معاذ اللہ یہ مراد نہیں کہ ذبح کرنا کوئی غلط کام ہے۔ بس اس طرح کے واقعات بزرگوں کے غلبہ حال پر مبنی ہوتے ہیں۔ ورنہ مسئلہ یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا سنت ہے۔

بکری چھری کی طرف دیکھ رہی تھی

سرکارِ ابد قرار، شافع روزِ شمار، باذنِ پروردگار دو عالم کے مالک و مختار ﷺ ایک آدمی کے قریب سے گزرے، وہ بکری کی گردن پر پاؤں رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا

اور بکری اس کی طرف دیکھ رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم پہلے ایسا نہیں کر سکتے تھے؟ کیا تم اسے کئی موتیں مارنا چاہتے ہو؟ اسے لٹانے سے پہلے اپنی چھری تیز کیوں نہ کر لی؟'' (المستدرک للحاکم ج ۵ ص ۳۲۷، حدیث ۷۶۳۷، السنن الکبری للبیھقی ج ۹ ص ۴۷۱ حدیث ۱۹۱۴۱، ملتقطا من الحدیثین)

ذبح کے لیے ٹانگ مت گھسیٹو!

امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو بکری کو ذبح کرنے کے لیے اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تیرے لیے خرابی ہو، اسے موت کی طرف اچھے انداز میں لے کر جا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۶ حدیث ۸۶۳۶)

مکھی پر رحم کرنا باعث مغفرت ہو گیا

کسی نے خواب میں حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر پوچھا: **مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ؟** یعنی اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: اللہ عزوجل نے مجھے بخش دیا، پوچھا: مغفرت کا کیا سبب بنا؟ فرمایا: ایک مکھی سیاہی (INK) پینے کے لیے میرے قلم پر بیٹھ گئی، میں لکھنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ فارغ ہو کر اُڑ گئی۔ (لطائف المنن والاخلاق للشعرانی ص ۳۰۵)

مکھی کو مارنا کیسا؟

یاد رہے! مکھیاں تنگ کرتی ہوں تو ان کو مارنا جائز ہے تاہم جب بھی حصول نفع یا دفع ضرر (یعنی فائدہ حاصل کرنے یا نقصان زائل کرنے) کے لیے مکھی یا کسی بھی بے زبان کی جان لینی پڑے تو اُس کو آسان سے آسان طریقے پر مارا جائے خوامخواہ اس کو بار بار زندہ کچلتے رہنے یا ایک وار میں مار سکتے ہوں پھر بھی زخم کھا کر پڑے ہوئے پر بلا ضرورت ضربیں لگاتے رہنے یا اُس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے

کر کے اُس کو تڑپانے وغیرہ سے گریز کیا جائے۔ اکثر بچے نادانی کے سبب چیونٹیوں کو کچلتے رہتے ہیں اُن کو اس سے روکا جائے۔ چیونٹی بہت کمزور ہوتی ہے چٹکی میں اٹھانے یا ہاتھ یا جھاڑو سے ہٹانے سے عموماً زخمی ہوجاتی ہے، موقع کی مناسبت سے اس پر پھونک مار کر بھی کام چلایا جاسکتا ہے۔

قربانی کے وقت تماشا دیکھنا کیسا؟

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل اور بوقت ذبح بہ نیت ثواب آخرت وہاں حاضر رہنا بھی افضل۔ مگر اسلامی بہن صرف اسی صورت میں وہاں کھڑی ہوسکتی ہے جب کہ بے پردگی کی کوئی صورت نہ ہو مثلاً اپنے گھر کی چاردیواری ہو، ذابح (یعنی ذبح کرنے والا) محرم ہو اور حاضرین میں بھی کوئی نامحرم نہ ہو۔ ہاں غیر محرم نابالغ لڑکا موجود ہو تو حرج نہیں۔ محض حظ نفس (یعنی مزہ لینے) کی خاطر ذبح ہونے والے جانور کے گرد گھیرا ڈالنا، اُس کے چلّانے اور تڑپنے پھڑکنے سے لطف اندوز ہونا، ہنسنا، قہقہے بلند کرنا اور اس کا تماشا بنانا سراسر غفلت کی علامت ہے۔ ذبح کرتے وقت یا اپنی قربانی ہو رہی ہو اُس کے پاس حاضر رہتے وقت ادائے سنت کی نیت ہونی چاہیے اور ساتھ ہی یہ بھی نیت کرے کہ میں جس طرح آج راہِ خدا میں جانور قربان کر رہا ہوں، بوقت ضرورت اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنی جان بھی قربان کردوں گا۔ نیز یہ بھی نیت ہو کہ جانور ذبح کر کے اپنے نفس امارہ کو بھی ذبح کر رہا ہوں اور آئندہ گناہوں سے بچوں گا۔ ذبح ہونے والے جانور پر رحم کھائے اور غور کرے کہ اگر اس کی جگہ مجھے ذبح کیا جارہا ہوتا اور لوگ تماشا بناتے اور بچے تالیاں بجاتے ہوتے تو میری کیا کیفیت ہوتی!

جانوروں پر رحم کی اپیل

گائے وغیرہ کو گرانے سے پہلے ہی قبلے کا تعین کر لیا جائے، لٹانے کے بعد

بالخصوص پتھریلی زمین پر گھسیٹ کر قبلہ رُخ کرنا بے زبان جانور کے لیے سخت اذیت کا باعث ہے۔ ذبح کرنے میں اتنا نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرے (ہڈی) تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور مکمل طور پر ٹھنڈا نہ ہوجائے نہ اس کے پاؤں کاٹیں نہ کھال اُتاریں، ذبح کر لینے کے بعد جب تک رُوح نہ نکل جائے چھری کٹے ہوئے گلے پر مَس (TOUCH) کریں نہ ہی ہاتھ۔ بعض قصاب جلد ''ٹھنڈی'' کرنے کے لیے ذبح کے بعد تڑپتی گائے کی گردن کی زندہ کھال اُدھیڑ کر چھری گھونپ کر دل کی رگیں کاٹتے ہیں، اسی طرح بکرے کو ذبح کرنے کے فوراً بعد بے چارے کی گردن چٹخا دیتے ہیں، بے زبانوں پر اس طرح کے مظالم نہ کیے جائیں۔ جس سے بن پڑے اس کے لیے ضروری ہے کہ جانور کو بلاوجہ ایذا پہنچانے والے کو روکے۔ اگر باوجود قدرت نہیں روکے گا تو خود بھی گنہگار اور جہنم کا حقدار ہوگا۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب ''بہارِ شریعت'' جلد 3 صفحہ 660 پر ہے: ''جانور پر ظلم کرنا ذمی کافر پر (اب دنیا میں سب کافر حربی ہیں) ظلم کرنے سے زیادہ برا ہے اور ذمی پر ظلم کرنا مسلم پر ظلم کرنے سے بھی بُرا ہے کیوں کہ جانور کا کوئی معین و مددگار اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے سوا نہیں اس غریب کو اس ظلم سے کون بچائے!'' (درمختار و ردالمحتار، ج ۹، ص ۶۶۲)

مرنے کے بعد مظلوم جانور مسلط ہو سکتا ہے

ذبح کرنے کے بعد رُوح نکلنے سے قبل چھریاں چلا کر بے زبان جانوروں کو بلاوجہ تکلیف دینے والوں کو ڈر جانا چاہیے کہیں مرنے کے بعد عذاب کے لیے یہی جانور مسلط نہ کر دیا جائے۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1012 صفحات پر مشتمل کتاب، ''جہنم میں لے جانے والے اعمال'' جلد 2 صفحہ 323 تا 324 پر ہے: انسان نے ناحق کسی چوپائے کو مارا یا اسے بھوکا پیاسا رکھا یا اس

سے طاقت سے زیادہ کام لیا تو قیامت کے دن اس سے اسی کی مثل بدلہ لیا جائے گا جو اس نے جانور پر ظلم کیا یا اسے بھوکا رکھا۔ اس پر درجِ ذیل حدیثِ پاک دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم ﷺ نے جہنم میں ایک عورت کو اس حال میں دیکھا کہ وہ لٹکی ہوئی ہے اور ایک بلی اس کے چہرے اور سینے کو نوچ رہی ہے اور اسے ویسے ہی عذاب دے رہی ہے جیسے اس (عورت) نے دنیا میں قید کر کے اور بھوکا رکھ کر اسے تکلیف دی تھی۔ اس روایت کا حکم تمام جانوروں کے حق میں عام ہے۔

(الزواجر ج ۲ ص ۱۷۴)

کر لے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

☆☆☆☆☆

الحدیث الثامن عشر

تین نصیحتیں

عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وقال: حديث حسن، وفي بعض النسخ: حسن صحيح۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس، الحدیث 1994، ج 3، ص 397)

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو[2] اور برائی کے پیچھے بھلائی کرو جو برائی مٹا دے[3] اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے برتاؤ کرو[4] ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں حسن صحیح کہا گیا۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

- حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "

[1] نووی نے اپنی کتاب اربعین میں فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاری اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما چہارم مسلمین ہیں۔ (مرقات) حضرت ابوذر غفاری سے خصوصیت سے یہ ارشاد فرمایا گیا اگرچہ اور لوگ بھی سنتے تھے۔

[2] اس طرح کہ سارے واجبات ادا کرو اور سارے حراموں سے بچو۔ تقویٰ

دین کی جڑ اور یقین کی بنیاد ہے۔ تقویٰ کے بہت درجے ہیں جو ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں **هدی للمتقین** کی تفسیر میں عرض کیے۔ پہلا درجہ بدعقیدگی سے بچنا ہے، دوسرا درجہ بدعملی سے بچنا ہے، تیسرا درجہ مکروہ بلکہ مشتبہ چیزوں سے بچنا، چوتھا درجہ بیکار چیزوں سے بچنا، پانچواں درجہ جو بارے حجاب ہو اس سے بچنا۔ غرضکہ ہر طرح کی آڑ پھاڑ کر یار تک پہنچنا ہے اللہ اس قال کو حال بنادے۔ جہاں کہیں ہونے سے مراد ہے علانیہ خفیہ ہر طرح ہر جگہ خدا سے ڈرنا۔

۳ یعنی گناہوں کے بعد توبہ کرلو اور بداعمالی کے بعد نیک اعمال کرلو جن سے یہ برائیاں مٹ جاویں۔ گانا سن لیا ہے تو قرآن مجید سن لو، بری جگہ بیٹھے ہو تو وعظ و نصیحت کی مجلس میں بیٹھو، اگر حرام جگہ خرچ کردیا ہے تو صدقہ و خیرات کرو غرضکہ ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے کرو، حب دنیا کو حب آخرت سے دھولو، سیاہی دل کو آنکھوں کے آنسو سے دور کرلو غرض کہ سیاہی کو سفیدی سے دور کرو، دنیاوی خوشی کے بعد آخرت کا غم کرلو، اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کے ذریعہ ان برائیوں کو مٹادے گا، رب فرماتا ہے: ''اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ''۔

۴ اس طرح کہ لوگوں کی تکالیف برداشت کرو، ان پر اپنا مال خرچ کرو، ان سے خندہ پیشانی سے ملو، ان کی مصیبتوں میں کام آؤ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص۹۰۹)

نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔ (پ۱۲، ھود: ۱۱۴)

حضرت صدر الافاضل سیدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: مسئلہ: آیت سے معلوم ہوا کہ

نیکیاں صغیرہ گناہوں کے لئے کفّارہ ہوتی ہیں خواہ وہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ یا ذکرو استغفار یا اور کچھ۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ رمضان دوسرے رمضان تک یہ سب کفّارہ ہیں ان گناہوں کے لئے جو ان کے درمیان واقع ہوں جب کہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچے۔

شانِ نُزول: ایک شخص نے کسی عورت کو دیکھا اور اس سے کوئی خفیف سی حرکت بے حجابی کی سرزد ہوئی اس پر وہ نادم ہوا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا حال عرض کیا اس پر یہ آیت نازِل ہوئی۔ اس شخص نے عرض کیا کہ صغیرہ گناہوں کے لئے نیکیوں کا کفّارہ ہونا کیا خاص میرے لئے ہے فرمایا نہیں سب کے لئے۔ (خزائن العرفان)

گناہوں کو مٹادینے والے چند اعمال

حضرتِ سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، ”جو بندہ اللہ عزوجل کو ایک مرتبہ سجدہ کرتا ہے، اللہ عزوجل اس کے سبب سجدہ کرنے والے کیلئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اسکا ایک گناہ مٹادیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتا ہے، لہذا کثرت سے سجدے کیا کرو۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی کثرۃ السجود، رقم ۱۴۲۴، ج ۲، ص ۱۸۲)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو اللہ عزوجل کو ایک سجدہ کریگا اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور اس کی ایک خطا مٹا دیگا اور اس

کا ایک درجہ بلند فرمائے گا۔

(مسند احمد، مسند الانصار/حدیث ابی ذر غفاری، رقم ۲۱۳۷۵، ج ۸، ص ۷۲)

حضرتِ سیدنا سَلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃ لِّلعٰلَمِین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا، ''مسلمان جب نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے اس کے گناہ جھڑنے لگتے ہیں لہذا جب وہ اپنی نَماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے تمام گناہ جھڑ چکے ہوتے ہیں۔'' (طبرانی کبیر، رقم ۶۱۲۵، ج ۶، ص ۲۵۰)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حضرتِ سیدنا حارث رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اذان کا وقت ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی مانگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ پانی ایک مد (ایک پیانہ) کی مقدار میں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا، ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تو نبیَّ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو اس طرح وضو کرے پھر ظہر کی نَماز ادا کرے تو اس کے ظہر اور فجر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر عصر کی نماز ادا کرے تو اس کے عصر اور ظہر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر مغرب کی نَماز ادا کرے تو اس کے عصر اور مغرب کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر عشا، کی نَماز پڑھے تو اس کے عشاء اور مغرب کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، پھر شاید وہ اپنی رات لیٹ کر گزارے، اور اگر وہ بیدار ہو کر وضو کر کے صبح کی نَماز پڑھے گا تو فجر و عشاء کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، یہ نَمازیں وہی حسنات (یعنی نیکیاں) ہیں جو برائی کو مٹا دیتی ہیں۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض

کیا" اے عثمان! رضی اللہ عنہ یہ تو حسنات ہیں باقیات سے کیا مراد ہے؟" فرمایا وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور سُبْحَانَ اللہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللہُ اَکْبَرُ اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ ہیں۔ (مسند احمد، مسند عثمان بن عفان، رقم ۵۱۳، ج ۱، ص ۱۵۴)

ثواب کی امید

حضرتِ سیدنا سَعِید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں ثواب کی امید پر ایک حدیث سناتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، "جب تم میں سے کوئی شخص کامل وضو کر کے نماز کی طرف چلتا ہے تو اس کے دایاں قدم اٹھانے پر اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور بایاں قدم رکھنے پر اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے، اب چاہے تم میں سے کوئی مسجد کے قریب رہے یا دُور، پھر اگر وہ مسجد میں حاضر ہوا اور باجماعت نماز ادا کی تو اس کی مغفرت کردی جائے گی اور اگر وہ شخص مسجد میں حاضر ہوا اور کچھ رکعتیں نکل چکی تھیں بقیہ کچھ رکعتیں اس نے پالیں اور نماز مکمل کرلی تو اس کی بھی مغفرت کردی جائے گی اور اگر وہ مسجد میں جماعت کی نیت سے حاضر ہوا لیکن جماعت ہوچکی تھی پھر اس نے تنہا نماز ادا کی تو اس کی بھی مغفرت کردی جائے گی۔" (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی الھدی فی المشی الی الصلوۃ، رقم ۵۶۳، ج ۱، ص ۲۳۳)

حضرتِ سیدنا ابو سَعِید خُدرِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتَم المُرسلین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "کیا میں تمہیں ایسے عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جس کی وجہ سے اللہ عزوجل گناہوں کو مٹاتا اور نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے۔" صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، "یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتایئے۔" تو ارشاد فرمایا، "مشقت کے وقت کامل وضو کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور جو اپنے گھر سے وضو کر کے نکلے پھر مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے پھر دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں کہ "اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرمائے اللہ عزوجل! اس پر رحم فرما۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ وسننھا، باب ماجاء فی اسباغ الوضوء، رقم ۴۲۷، ج۱، ص۲۵۵)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، "جو بندہ دن یا رات کی کسی ساعت میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں سے برائیاں مٹا کر ان کی جگہ اتنی ہی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔" (مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ماجاء فی فضل لا الٰہ الا اللہ، رقم ۱۶۸۰۳، ج۱۰، ص۸۰۹)

حضرتِ سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا، "کیا تم میں سے کوئی روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟" حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ "ہم میں سے کوئی ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟" فرمایا، "اگر وہ سو مرتبہ تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے تو اسکے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔"

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التہلیل والتسبیح، رقم ۲۶۹۸ ص ۱۴۴۲)

حضرتِ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

والہٖ وسلم نے فرمایا، ”جو فجر کی نماز کے بعد دوزانو بیٹھ کر کوئی بات کرنے سے پہلے یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے گا، ”**لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** ترجمہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اس کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اس کے دستِ قدرت میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تو اللہ عزوجل اس کے ایک مرتبہ پڑھنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، اس کے دس گناہوں کو مٹادے گا، اس کے دس درجات بلند فرمادے گا، اسکا وہ پورا دن ہر ناپسندیدہ چیز سے حفاظت میں گزرے گا، اس کی شیطان مردود سے حفاظت کی جائیگی اور اس کا ہر مرتبہ یہ کلمات پڑھنا اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا جس کی قیمت بارہ ہزار ہے اور شرک کے علاوہ اس دن اسے کوئی گناہ نہ پہنچ سکے گا اور جس نے نمازِ مغرب کے بعد ان کلمات کو پڑھا اس کے لیے بھی یہی اجر وثواب ہے۔“

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب مایقول بعد صلوۃ الصبح والمغرب، رقم ۱۶۹۵۸، ج ۱۰، ص ۱۴۰)

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے رمضان کی آمد کے بعد ایک دن فرمایا، ”تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ رمضان آ گیا، اللہ عزوجل اس مہینے میں تمہیں ڈھانپ دیتا ہے پھر رحمت نازل فرماتا ہے اور گناہوں کو مٹادیتا ہے اور اس مہینے میں دعا قبول فرماتا ہے اللہ عزوجل تمہاری نیکیوں کی طرف دیکھتا ہے اور تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، لہذا! اس مہینے میں اپنی جانب سے اللہ عزوجل کو بھلائی دکھاؤ

کیونکہ بد بخت وہی ہے جو اس مہینے میں اللہ عزوجل کی رحمت سے محروم رہا۔"

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام باب فی شہور البرکۃ وفضل شہر رمضان، رقم ۴۷۸۳، ج ۳، ص ۳۴۴)

حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" حاجی کے اونٹ کے ہر قدم چلنے اور ہاتھ رکھنے کے بدلے اللہ عزوجل حاجی کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے یا اس کا ایک گناہ مٹاتا یا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔"

(شعب الایمان، کتاب المناسک فضل الحج والعمرۃ، رقم ۴۱۱۶، ج ۳، ص ۴۷۹)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو حضرتِ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ کہتے ہوئے سنا" کیا بات ہے کہ میں تمہیں صرف ان دو (۲) رُکنوں حجر اسود اور رکن یمانی کا ہی استلام کرتے دیکھتا ہوں؟" تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا،" میں ایسا کیوں نہ کروں؟" میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا،" ان دونوں رکنوں کا استلام کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" اور میں نے یہ بھی سنا کہ" جس نے گِن کر سات مرتبہ طواف کیا اور پھر دو رکعتیں ادا کیں تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔" اور یہ بھی سنا کہ" طواف کرتے ہوئے آدمی کے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔"

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، رقم ۴۴۶۲، ج ۲، ص ۲۰۲)

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اپنی مشہور زمانہ تصنیف لبابُ الاحیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: ''جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کے مطابق اسے لذت پہنچاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجات بلند فرماتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تین جنتوں جنت الفردوس، جنت عدن اور جنت خلد سے کھلائے گا۔'' (لبابُ الاحیاء ۴۷۔۴۸)

حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا

حضرتِ سیِّدُنا عبدالصَّمد بن مَعْقِل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کہتے ہیں، میں نے حضرتِ سیِّدُنا وَہْب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو فرماتے سنا: ''بنی اسرائیل کا ایک راہب اپنے عبادت خانے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ عبادت خانے کے نیچے ایک نہر تھی جہاں ایک دھوبی کپڑے دھویا کرتا تھا۔ ایک دن ایک گھڑسوار نے نہر کے قریب گھوڑا روکا، کپڑے اور رقم کی تھیلی ایک جانب رکھی اور غسل کرنے کے لئے نہر میں اُتر گیا۔ غسل کرنے کے بعد باہر آکر کپڑے پہنے اور رقم کی تھیلی وہیں بھول کر آگے بڑھ گیا۔ راہب سارا معاملہ دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک شکاری ہاتھ میں جال لئے نہر کے قریب آیا، اس نے رقم کی تھیلی دیکھی تو اٹھا کر چلتا بنا۔ کچھ دیر بعد گھڑسوار واپس آیا اور تھیلی ڈھونڈنے لگا لیکن اسے تھیلی نہ ملی۔ اس نے دھوبی سے کہا: ''میں یہاں اپنی رقم کی تھیلی بھول گیا تھا، بتاؤ! وہ کہاں گئی؟'' دھوبی نے کہا: ''مجھے نہیں معلوم، میں نے کوئی تھیلی نہیں دیکھی۔'' یہ سن کر گھڑسوار نے تلوار نکالی اور دھوبی کا سر قلم کر دیا۔ راہب سارا منظر دیکھ رہا تھا، اسے وسوسے آنے لگے تو عرض گزار ہوا: ''یاالٰہی عَزَّوَجَلَّ! اے میرے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ! بڑا عجیب معاملہ ہے کہ تھیلی تو شکاری لے جائے اور دھوبی مارا جائے۔'' راہب کو اس طرح کے خیالات آتے

رہے۔ جب سویا تو خواب میں کہا گیا: ''اے نیک بندے! وسوسوں کا شکار ہو کر پریشان نہ ہو، اور اپنے رب عزوجل کے علم میں دخل اندازی مت کر، بے شک تیرا رب عزوجل جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ سن! اس گھڑسوار نے شکاری کے باپ کو قتل کر کے اس کا مال لے لیا تھا اور دھوبی کا نامۂ اعمال نیکیوں سے پُر تھا صرف اس کی ایک خطا تھی جبکہ اس گھڑسوار کے نامۂ اعمال میں ایک ہی نیکی تھی۔ جب اس نے بے گناہ دھوبی کو قتل کیا تو اس کی وہ نیکی مٹا دی گئی اور دھوبی کے نامۂ اعمال میں موجود خطا بھی مٹا دی گئی۔ رہا مال تو وہ اسی کے پاس پہنچ گیا جسے میراث میں ملنا تھا۔''

سُبْحَانَ الَّذِیْ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ وَیَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ

یعنی وہ پاک ہے، جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اور نہ ہی اس کے جوڑ کا کوئی۔ (عیون الحکایات ۳۵۵)

☆☆☆☆☆

الحديث التاسع عشر

جامع نصیحتیں

عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ عَبْدِ اللهِ بنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوماً فَقَالَ: يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللهَ يَحفَظكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلتَ فَاسْأَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الأُمَّةَ لو اجْتَمَعَت عَلَى أن يَنفَعُوكَ بِشَيءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلاَّ بِشَيءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلاَّ بِشَيءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ ـ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (١) وقال: حديث حسن صحيح- وفي رواية-غير التِّرْمِذِيِّ(٢)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا[1] تو فرمایا اے لڑکے حقوق الٰہی کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا[2] تو اسے اپنے سامنے پائے گا[3] اور جب مانگو تو اللہ سے مانگو جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو[4] اور یقین رکھو کہ اگر پوری امت اس پر متفق ہوجائے کہ تم کو نفع پہنچائے تو وہ تم کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی[5] اور اگر اس پر متفق ہوجاویں کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچادیں

---

(١) ”سنن الترمذي“، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ر: 2524، 4/ 231ـ

(٢) ”المستدرک“، کتاب معرفة الصحابة، باب تعليم النبي ابن عباس، :2524، 4/231ـ

تو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھی[9] قلم اٹھ چکے دفتر خشک ہو چکے (ترمذی، مستدرک)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "

۱ یعنی میں حضور کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھا بہت ہی قریب سے میں نے یہ فرمان عالی سنا ہے۔ خیال رہے کہ حضرت ابن عباس کی اکثر روایتیں ارسالاً ہوتی ہیں کہ صحابی واسطہ ہوتا ہے جسے آپ اکثر بیان نہیں کرتے یہ روایت اتصالاً ہے۔ (مرقات) آپ کی پیدائش ہجرت سے تین سال پہلے ہے، حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی مگر اس امت کے بڑے عالم تھے، آپ نے دوبارہ جبریل کو دیکھا، آخری عمر شریف میں نابینا ہوگئے تھے، طائف میں قیام رہا، ۶۸ھ میں وفات پائی، اے اکہتر سال عمر پائی۔ (مرقات)

۲ یعنی تم دنیا میں اپنے ہر کام ہر چیز میں احکام الٰہیہ کا لحاظ رکھو، جائز کام کرو ناجائز سے بچو، اللہ کی رضا کے کام کرو ناراضی کے کاموں سے بچو تو اللہ تعالٰی تم کو دینی و دنیاوی آفتوں سے بچائے گا۔

۳ یعنی ہر مصیبت میں رب تعالٰی کی رحمت تمہارے دل پر وارد ہوگی جس کے اثر سے تمہارے دل پر غم طاری نہ ہوگا۔

۴ یعنی ہر چھوٹی بڑی چیز، اعلٰی ادنیٰ مدد اللہ تعالٰی سے مانگو، یہ خیال نہ کرو کہ اتنے بڑے دربار میں ایسی ادنی چیز کیوں مانگو، دوسرے کریم مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں اللہ تعالٰی نہ مانگنے سے ناراض ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ مجازی طور پر بادشاہ، حاکم، اولیاء، حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنا خدا تعالٰی سے ہی

مانگنا ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالٰی کے خدام اللہ کے حکم سے اللہ کی نعمت دیتے ہیں، ان سے مانگنا بالواسطہ رب سے ہی مانگنا ہے لہذا یہ حدیث ان قرآنی آیات اور احادیث کے خلاف نہیں جن میں بندوں سے مانگنے کا ذکر یا حکم ہے۔

۵ یعنی ساری دنیا مل کر تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی اگر کچھ پہنچائے گی تو وہ ہی جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کا لکھا ہوا نفع دنیا پہنچا سکتی ہے۔ طبیب کی دوا شفا دے سکتی ہے، سانپ کا زہر جان لے سکتا ہے مگر یہ اللہ تعالٰی کا طے شدہ اس کی طرف سے، حضرت یوسف کی قمیص نے دیدۂ یعقوبی کو شفا بخشی، حضرت عیسیٰ مردے زندہ، بیمار اچھے کرتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

۶ لکھنے سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے اگرچہ وہ تحریر قلم نے کی مگر چونکہ اللہ کے حکم سے کی تھی اس لیے کہا گیا کہ اللہ نے لکھا۔ مطلب ظاہر ہے کہ اگر سارا جہاں مل کر تمہیں کوئی نقصان دے تو وہ بھی طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہوگا کہ لوح محفوظ میں یوں ہی لکھا جا چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی نافع، حقیقی ضار اللہ تعالٰی ہی ہے دنیا اس کی مظہر ہے۔ شعر

گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد   از کماں دار بیند اہل خرد

۷ یعنی تا قیامت جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب سے پہلے ہی لکھا جا چکا ہے بار بار ہر واقعہ کی تحریر نہیں ہوتی۔ ہم مسئلہ تقدیر میں عرض کر چکے ہیں تقدیر تین قسم کی ہے: مبرم، معلق اور معلق مشابہ مبرم۔ تقدیر مبرم میں ترمیم تبدیلی ناممکن ہے مگر تقدیر معلق میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے، تقدیر مبرم علم الٰہی سے اور معلق لوح محفوظ کی تحریر، اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: "**یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ**"۔ خیال رہے کہ تدبیر بھی تقدیر میں آ چکی ہے لہذا تدبیر سے غافل نہ رہو مگر اس پر اعتماد نہ کرو نظر اللہ کی قدرت و رحمت پر رکھو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۷، ص ۱۴۴)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن مزید شرح کرتے ہوئے علم القرآن میں ایک اعتراض اور اس کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں

اعتراض: مشرکین عرب کا شرک صرف اس لئے تھا کہ وہ مخلوق کو فریاد رس، مشکل کشا، شفیع، حاجت روا، دور سے پکار سننے والا، عالم غیب، وسیلہ مانتے تھے وہ اپنے بتوں کو خالق، مالک، رازق، قابض موت وحیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت کرتے تھے قرآن کے فتوے سے وہ مشرک ہوئے۔ لہٰذا موجودہ مسلمان جو نبیوں علیہم السلام، ولیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے لئے یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں وہ انہیں کی طرح مشرک ہیں اگرچہ انہیں خدا کا بندہ مان کر ہی کریں چونکہ یہ کام مافوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے، مشرک ہوئے۔

جواب: یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ مانا جاوے، شرک نہیں ہوسکتا۔ وہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے تھے۔ مومن رب تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے لہٰذا وہ مومن ہے۔ ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں، قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باذن الٰہی مردوں کو زندہ، اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کرسکتا ہوں، میں باذن الٰہی ہی مٹی کی شکل میں پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھ تم گھر میں کھاؤ یا بچاؤ بتا سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قمیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو۔ انہیں آرام ہوگا، جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا۔ ان تمام میں مافوق الاسباب

مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھ آ گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بے جان بچھڑے میں جان ڈال دی، یہ مافوق الاسباب زندگی دینا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء دم میں لاٹھی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا آپ کے ہاتھ کی برکت سے، حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں لے آئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے یوسف علیہ السلام کو سات قفلوں سے بند مقفل کوٹھڑی میں برے ارادے سے، بچایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحوں کو حج کیلئے پکارا اور تا قیامت آنے والی روحوں نے سن لیا یہ تمام معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں جن کی آیات ان شاء اللہ باب احکام قرآنی میں پیش کی جائیں گی۔ یہ تو سب شرک ہو گئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں جو اسباب سے ورا ہو۔ اگر مافوق الاسباب تصرف ماننا شرک ہو جاوے تو ہر معجزہ وکرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء واولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور رب کے مقابل ماننا شرک ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بیک وقت تصرف کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ

فرمادو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دیگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

(پ21، السجدۃ:11)

(2) حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے قاصد آئینگے انہیں موت دینے ۔

(پ8، الاعراف:37)

ابلیس ملعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کیلئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ بھی اور اس کی ذریت بھی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(3) اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ

وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے ۔ (پ8، الاعراف:27)

جو فرشتے قبر میں سوال و جواب کرتے ہیں، جو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے، وہ سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں اور تمام کام مافوق الاسباب ہیں ۔ جواہر القرآن کے اس فتوے سے اسلامی عقائد شرک ہو گئے ۔ فرق وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا کہ رب کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور رب کے خدام اور بندوں میں باذن الٰہی رب کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے ۔ (علم القرآن ۱۷)

امام اہل سنت کے مدنی پھول

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے ۔ ت)

احکام الٰہی کی دو قسمیں ہیں: تکوینیہ مثل احیاء و اماتت و قضائے حاجت و دفع مصیبت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح و شکست و غیرہا عالم کے بندوبست ۔

دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک ۔ قال اللہ تعالیٰ ام لھم شرکاء

شرعوالھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ۔[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان کے لیے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنھوں نے ان کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انہیں حکم نہ دیا۔ ([1] القرآن الکریم ۴۲/۲۱)

اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

فالمدبرات امرًا۔[2]

قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

([2] القرآن الکریم ۸۰/۵)

مقدمہ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سن چکے کہ:

حضرت امیر وذریۃ طاہرہ اور اتمام امت بر مثال پیران ومرشدان می پرستند وامور تکوینیہ رابایشاں وابستہ میدانند۔[3]

حضرت امیر (مولاعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے۔ (ت)

([3] تحفہ اثناعشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴)

مگر کچے وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں، اگر کہیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کردیا تو شرک کا سودا نہیں اچھلتا، اور اگر کہیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کردیا تو شرک سوجھتا ہے۔ یہ انکا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہذب میں کچاپن ہے۔ جب ذاتی اور عطائی کا تفرقہ اٹھادیا پھر احکام میں فرق کیسا، سب کا یکساں شرک ہونا لازم، آخر ان کا امام مطلق وعام کہہ گیا کہ:

"کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں"[1]۔ نیز

کہا: ''کسی کام کو روا یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے''۔ [۲]

(۱ و ۲ تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۰)

صاف تر کہا: ''کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہے''۔ [۳] اور آگے اس کا قول: ''سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے''۔ [۴]

(۳ و ۴ تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸)

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر و پیغام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے حصہ کے ساتھ تصریح کر چکا ہے کہ: ''پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے''۔ [۵]

(۵ تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸)

نیز کہا کہ: ''انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں''۔ [۶] (۶ تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لاہاری دروازہ لاہور ص ۱۷)

صرف بتانے جاننے پہچاننے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں فرائض کو انہوں نے فرض کیا محرمات کو انہوں نے حرام کر دیا۔

آخر ہمیں جو احکام معلوم ہوئے اپنے بزرگوں سے آئے انہیں ان کے اگلوں نے بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا۔ نبی کی نسبت اگر یوں کہیے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق

مان کر، اور کسی کی راہ ماننے اور اس کا حکم سند جاننے کو ان افعال سے گن چکا جو اللہ تعالٰی نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کئے ہیں اور انہیں غیر کے لیے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام تصریح کی کہ:

''پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ انکی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''۔[2]

([2] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لاہاری دروازہ لاہور ص ۸)

تو ذاتی وعطائی کا تفرقہ دین محمدی میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا۔ وہ صاف کہہ چکا: ''نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو''۔[3] ([3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لاہاری دروازہ لاہور ص ۲۸)

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھہری تو رسول کو حاکم ماننا اور فرائض ومحرمات کو رسول کے فرض وحرام کردینے سے جاننا کیونکر شرک نہ ہوگا، غرض وہ اپنی دھن کا پکا ہے، ولہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گردو پیش کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر یہ جو ارشاد ہوا کہ ''مدینے کو حرم میں کرتا ہوں۔'' اس چوٹی کے موحد نے کہ جا بجا کہتا ہے کہ ''خدا کے سوا کسی کو نہ مانو'' صاف صاف حکم شرک جڑ دیا اور اللہ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**[1]

(اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔)

([1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷)

تو مناسب ہوا کہ بعض احادیث وہ بھی ذکر کر جائیں جن میں احکام تشریعیہ کی اسناد صریح ہے، اور اب اس قسم کی خاص دو آیتوں کا ذکر بھی محمود، اگرچہ آیات گزشتہ سے بھی دو آیتوں میں یہ مطلب موجود، اور ان کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف

عقود سے متجاوز ہوگا تو تکمیل عقد کے لیے تین آیتوں کا اور بھی اضافہ ہو کہ پچاس کا عدد پورا ہو جس طرح احادیث میں بعونہٖ تعالٰی پانچ خمسین یعنی ڈھائی سو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیات (عہ) میں منظور، نہ احادیث میں مقدور، واللہ الهادی الی منائر النور،

ہم پہلے وہ تین آیتیں تلاوت کریں کہ پھر احکام تشریعیہ کا بیان آیات واحادیث سے مسلسل رہے وباللہ التوفیق۔

آیت ۴۶:

ان کل نفس لما علیها حافظ۔ (القرآن الکریم ۸۶/۴)

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔

آیت ۴۷:

الر کتب انزلنه الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربهم الی صراط العزیز الحمید۔ (القرآن الکریم ۱۴/۱)

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی! لوگوں کو اندھیروں سے نکال لو روشنی کی طرف انکے رب کی پروانگی سے غالب سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۴۸:

ولقد ارسلنا موسی بایتنا ان اخرج قومك من الظلمت الی النور۔

(القرآن الکریم ۱۴/۵)

اور بیشک بالیقین ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسٰی! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔

اقول: اندھیریاں کفر وضلالت ہیں اور روشنی ایمان وہدایت جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان وکفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں

داخل کرنا ہے۔ تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی اس امت کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔

الحمدللہ!

قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی کہ:

''پیغمبر خدا نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کرسکوں۔ غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں، فقط پیغمبری کا مجھ کو دعوٰی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیویں یا فتح وشکست دے دیویں یا غنی کر دیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار [1] اھ''ملخصا۔ ([1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۵)

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں اور حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا و رسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اس اکرم الاکرمین کا بجا لایئے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم الکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ محفوظ بھی رہے۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

(حدائق بخشش وصل اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۳)

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصہ خدا ہے **انك لاتهدی من احببت**[۳] (بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ ت) وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بھی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔ ع

تا خدا ندہد سلیماں گے دہد
(جب تک خدا نہ دے سلیمان کیسے دے سکتا ہے۔)

(القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶)

یہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بہکے اور **افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض**۔ (ع القرآن الکریم ۲/ ۸۵) (اور خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ت) میں داخل ہوئے۔

نسأل اللہ العافیۃ وتمام العافیۃ ودوام العافیہ والحمدللہ رب العٰلمین۔

ہم اللہ تعالیٰ سے کامل دائمی عافیت کا سوال کرتے ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۳۰، ص ۵۱۶۔ ۵۱۹)

☆☆☆☆☆

الحدیث العشرون

حیاء اور ایمان

عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بنِ عَمْرٍو الأَنْصَارِيِّ البَدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه وسلم: إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِن كَلَامِ النُّبُوَّةِ الأُوْلَى إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(''صحیح البخاري''، کتاب الادب، باب إذا لم تستح فاصنع ماشئت، ر:6120، 4/131)

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پچھلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا ان میں سے یہ ہے کہ جب تو حیاء نہ کرے تو جو چاہے کر[1] (بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ''

[1] یہ کلام بمعنی چیز ہے یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے اپنی امتوں سے جو حکیمانہ کلام فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ رسول کی اپنے بزرگوں کی شرم وحیاء نہ ہوگی تو برے سے برے کام کر گزرے گا کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے، بہت لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی بدنامی کی پرواہ نہ ہو وہ ہر گناہ کر گزرتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے

اذا لم تخش عاقبة اللیالی ولم تستحی فاصنع ماتشاء
فلا واللہ ما فی العیش خیر وفی الدنیا اذا ذہب اللیالی

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص۱۹۹)

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی مایہ ناز کتاب باحیا نوجوان میں تحریر فرماتے ہیں کہ

حیاء کی 2 قسمیں

فقیہ ابواللَّیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حیاء کی دو قسمیں ہیں: (1) لوگوں کے مُعامَلہ میں حیاء (2) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مُعامَلہ میں حیاء۔ لوگوں کے مُعامَلے میں حیاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تُو اپنی نظر کو حرام کردہ اشیاء سے بچا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مُعامَلے میں حیاء کرنے سے مُراد یہ ہے کہ تو اُس کی نعمت کو پہچان اور اُس کی نافرمانی کرنے سے حیاء کر۔ (تنبیہُ الغافلین ص۲۵۸ پشاور)

فِطری اور شَرعی حیاء

فِطری و شَرعی (شَر۔عی) اعتِبار سے بھی حَیاء کی تقسیم کی گئی ہے۔ فِطری حیاء وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر جان میں پیدا فرمایا ہے اور یہ پیدائشی طور پر ہر شخص میں ہوتی ہے اور شَرعی حیاء یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں پر غور کر کے نادِم و شرمندہ ہو اور اِس شرمندگی اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی بناء پر آئندہ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش کرے۔ عُلَماء (ع۔لَ۔مائ) فرماتے ہیں کہ ''حیاء ایک ایسا خُلق ہے جو بُرے کام چھوڑنے پر اُبھارے اور حق دار کے حق میں کمی کرنے سے روکے۔'' (مرقاۃُ المفاتیح ج۸ ص۸۰۰، تحت الحدیث ۵۰۷۰)

حیاء میں تمام اسلامی اَحکام پوشیدہ ہیں

حیاء کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک ایسا خُلق ہے جس پر اسلام کا مدار ہے اور اس کی توجیہ (یعنی وجہ) یہ ہے کہ انسان کے افعال دو طرح کے ہیں (۱) جن سے حیا کرتا ہے (۲) جن سے حیا نہیں کرتا۔ پہلی قسم حرام و مکروہ کو شامل ہے اور ان کا ترک مشروع (یعنی موافقِ شرع) ہے۔ دوسری قسم واجب، مُستحب اور مُباح کو شامل ہے ان میں سے پہلے دو کا کرنا مشروع اور تیسرے کا کرنا جائز ہے۔ یوں یہ حدیثِ مبارکہ "جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر" ان پانچوں اَحکام کو شامل ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۲ تحت الحدیث ۵۰۷۲)

حیاء کے اَحکام

حیاء کبھی فرض و واجب ہوتی ہے جیسے کسی حرام و ناجائز کام سے حیاء کرنا کبھی مُستحب جیسے مکروہ تنزیہی سے بچنے میں حیاء اور کبھی مُباح (یعنی کرنا نہ کرنا یکساں) جیسے کسی مُباحِ شرعی کے کرنے سے حیاء۔ (نزہۃ القاری ج ۱ ص ۳۲۲)

حیاء کا ماحول سے تعلق

حیاء کی نشوونما میں ماحول اور تربیت کا بہت عمل دخل ہے۔ حیادار ماحول میسر آنے کی صورت میں حیاء کو خوب نکھار ملتا ہے جبکہ بے حیاء لوگوں کی صحبت قلب و نگاہ کی پاکیزگی سلب کر کے بے شرم (بے۔شَر۔م) کر دیتی ہے اور بندہ بے شمار غیر اخلاقی اور ناجائز کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے کہ حیاء ہی تو تھی جو برائیوں اور گناہوں سے روکتی تھی۔ جب حیاء ہی نہ رہی تو اب برائی سے کون روکے؟ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بدنامی کے خوف سے شرما کر برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی و بدنامی کی پروا نہیں ہوتی ایسے بے حیا لوگ ہر گناہ کر گزرتے، اخلاقیات کی حدود توڑ کر بداخلاقی کے میدان میں اتر آتے اور انسانیت سے گرے ہوئے کام

کرنے میں بھی ننگ و عار محسوس نہیں کرتے۔

خُلقِ اسلام

اسلام میں حیاء کو بہت اَہَمِّیّت (اَھَم ۔ مِی ۔ یَت) دی گئی ہے۔ چُنانچِہ حدیث شریف میں ہے: ''بے شک ہر دین کا ایک خُلق ہے اور اسلام کا خُلق حیاء ہے۔'' (سُنَن ابن ماجہ ج۴ ص۴۶۰ حدیث ۴۱۸۱ دارُالمَعرِفۃ بیروت) یعنی ہر اُمَّت کی کوئی نہ کوئی خاص خَصلت ہوتی ہے جو دیگر خصلتوں پر غالِب ہوتی ہے اور اسلام کی وہ خصلت حیاء ہے۔ اسلئے کہ حیاء ایک ایسا خُلُق ہے جو اَخلاقی اچھائیوں کی تکمیل، ایمان کی مضبوطی کا باعِث اور اسکی علامات میں سے ہے۔ چُنانچِہ

ایمان کی علامت

حضرتِ سیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مَروی ہے کہ رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: ''ایمان کے ستّر سے زائد شُعبے (علامات) ہیں اور حیاء ایمان کا ایک شُعبہ ہے۔'' (صَحیح مُسلم ص۳۹ حدیث ۳۵ دار ابن حزم بیروت)

حیاء ایمان سے ہے

ایک اور حدیث شریف میں ہے: ''حیاء ایمان سے ہے۔'' (مُسنَدُ ابی یعلیٰ ج۶ ص۲۹۱ حدیث ۷۴۶۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت) یعنی جس طرح ایمان، موٴمن کو کُفر کے اِرتِکاب سے روکتا ہے اِسی طرح حیاء باحیا کو نافرمانیوں سے بچاتی ہے۔ یوں مَجازاً اسے ''ایمان سے'' فرمایا گیا۔ جس کی مزید وضاحت و تائید حضرتِ سیِّدُنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اِس روایت سے ہوتی ہے: ''بے شک حیاء اور ایمان دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں تو جب ایک اُٹھ جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔''

(اَلْمُستَدرَک لِلْحاکِم ج۱ ص۱۷۶ حدیث ۶۶ دارالمعرفۃ بیروت)

☆☆☆☆☆

الحدیث الحادی والعشرون

ایمان کا اقرار

عَنِ أبی عَمْرٍو، وَقِیلَ أبی عَمْرَة سُفْیَانَ بنِ عَبْدِ اللہ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہ قُلْ لِیْ فِی الإِسْلامِ قَوْلاً لا أَسْأَلُ عَنْہ أحَدًا غَیْرَکَ؟ قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللہ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

(”صحیح مسلم“، کتاب الایمان، باب جامع أوصاف الاسلام، ر:38، ص40)

روایت ہے حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی سے[1] کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھوں۔ دوسری روایت میں ہے (کہ آپ کے سوا) فرمایا کہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا[2] پھر اُس پر قائم رہو

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ”

[1] آپ کا نام سفیان ابن عبداللہ ابن ربیعہ ہے، کنیت ابو عمرو قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں، اہل طائف میں سے ہیں، زمانہ فاروقی میں طائف کے حاکم رہے، کل پانچ حدیثیں آپ سے مروی ہیں، بڑے متقی عابد تھے۔

[2] اللہ پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ماننا ہیں۔ لہذا اس میں توحید، رسالت، حشر ونشر، ملائکہ، جنت و دوزخ سب پر ایمان لانا داخل ہے۔ جیسے کسی

کو اپنا باپ مان کر اس کے سارے اہل قرابت کو اپنا عزیز ماننا پڑتا ہے کہ اس کا باپ ہمارا دادا ہے، اس کی اولاد ہمارے بھائی بہن، اس کے بھائی ہمارے چچا تائے اور استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی و پابندی سے عمل کرنا ہے۔ لہذا یہ حدیث ایمان وتقویٰ کی جامع ہے اور اس پر عامل یقیناً جنتی ہے، رب فرماتا ہے: ''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا'' الخ۔ یہ کلمات جامع میں سے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۳۳)

استقامت

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔

حضرتِ صدر الافاضل سیّدنا مولٰینا محمد نعیم الدین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دریافت کیا گیا استقامت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ امر ونہی پر قائم رہے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ عمل میں اخلاص کرے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ فرائض ادا کرے۔ اور استقامت کے معنٰی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی کے امر کو بجالائے اور معاصی سے بچے۔ (خزائن العرفان)

ایمان کا بیان

ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے اُن سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریاتِ دین ہیں اور کسی ایک ضرورتِ دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں، اگرچہ باقی

تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ ضروریاتِ دین وہ مسائلِ دین ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت و نار، حشر و نشر وغیرہا، مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔

(في "الهندية"، كتاب السير، الباب في أحكام المرتدين، ج ۲، ص ۲۶۳)

عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علما میں نہ شمار کیے جاتے ہوں، مگر علما کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائلِ علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں، نہ وہ کہ کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اُس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا، البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریاتِ دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے، ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں۔

عقیدہ (۱): اصلِ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمالِ بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں، رہا اقرار، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عند اللہ مومن ہے اور اگر موقع ملا اور اُس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا، نہ اُس کے جنازے کی نماز پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، مگر عند اللہ مومن ہے اگر کوئی امر خلافِ اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔ ("شرح العقائد النسفية"، وشرحه "النبراس"، ص ۲۵۰)

عقیدہ (۲): مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریاتِ دین سے ہے، اگرچہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو، اگرچہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے دل میں انکار نہیں۔

وفی "الدر المختار": (من هزل بلفظ کفر ارتد، وإن لم یعتقده للاستخفاف فهو ککفر العناد)۔

☆☆☆☆☆

الحدیث الثانی والعشرون

جنت میں داخلہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَاتِ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ، وَأَحْلَلْتُ الحَلاَلَ، وَحَرَّمْتُ الحَرَامَ، وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئاً أَأَدْخُلُ الجَنَّةَ؛ قَالَ: ۔نَعَمْ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

("صحیح مسلم"، کتاب الایمان، باب الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ... الخ، ر: 15، ص 26)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ ارشاد فرمایئے کہ جب میں فرض نماز پڑھوں رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤنگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں (یعنی جنت میں داخل ہو جاؤ گے)۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب کون؟

نیک اعمال کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق دلائل (قرآن وحدیث میں) اتنے ہیں کہ جنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ بندے کا جنّت میں داخلہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہی سے ہوگا، لیکن اس وقت جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کرتے ہوئے نیک لوگوں میں شامل ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ کنزُ الایمان: بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

(الاعراف/۵۶)

اور اگر یہ کہا جائے کہ صرف صاحبِ ایمان ہونا ہی جنّت میں داخلے کے لیے کافی ہے۔ (اور عمل کی ضرورت نہیں) تو ہم کہیں گے کہ آپ کا کہنا درست ہے۔ مگر اسے جنّت میں جانا کب نصیب ہوگا؟ وہاں تک تو پہنچنے کے لیے اسے کافی دشوار گزار گھاٹیوں اور پُر خار وادیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جن میں سے پہلا مشکل ترین مرحلہ تو ایمان کی گھاٹی ہے۔ کیا خبر یہ اپنا ایمان بھی سلامت لے جانے میں کامیاب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وقتِ نزع اس کا ایمان محفوظ رہا اور یہ) جنّت میں داخل ہو بھی گیا تو پھر بھی مفلس جنّتی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت سیّدنا حسن بصری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا۔ ''اے میرے بندو! میری رحمت سے جنّت میں داخل ہو جاؤ اور اسے اپنے اعمال کے مطابق تقسیم کرلو۔''

شانِ رحمتِ خداوندی عزَّ وجل

اے لختِ جگر!

جب تک تُو باعمل نہیں ہوگا اجر و ثواب نہیں پائے گا۔ منقول ہے کہ بنی اسرائیل
کے

ایک عابد نے ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ربِّ کریم عزَّ وجلّ نے ارادہ فرمایا کہ اس کی شان و عظمت فرشتوں پر ظاہر ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تاکہ اسے یہ بتادے کہ اس قدر زہد و عبادت کے باوجود تُو جنّت کا مستحق نہیں۔ چنانچہ فرشتہ اس عابد کے پاس آیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا۔ اس نیک شخص نے جواب دیا۔ ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اور

ہمارا کام اس کی عبادت کرنا ہے''۔ (اب یہ خالق و مالک عزَّ وجلّ کی مرضی ہے کہ محض اپنے کرم سے داخلِ جنّت فرمادے یا عدل کرتے ہوئے جہنّم میں جھونک دے) جب فرشتہ ربِّ کائنات عزَّ وجلّ کی بارگاہِ عزّت میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔'' میرے بندے نے کیا جواب دیا؟'' فرشتہ کہنے لگا ''یا اِلٰہ العالمین (عزَّ وجلّ) تو اپنے بندے کے جواب سے بخوبی واقف ہے''۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا'' جب میرا بندہ میری عبادت سے جی نہیں چُراتا، تو میری شانِ کریمی کا تقاضا ہے کہ میں بھی اس سے نظرِ رحمت نہ پھیروں۔ اے فرشتو! گواہ رہو! میں نے اس کی مغفرت فرما دی''۔

محبوبِ پروردگار، امّت کے غم خوار، بے کسوں کے مددگار، ہم غریبوں کے غم گسار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے۔

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا اَعْمَالَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا

اس سے پہلے کہ تمہارا حساب ہو اپنا حساب خود کرلو۔ اور اپنے اعمال کا وزن کرلو قبل اس کے کہ انھیں تولا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نیک اعمال

شیرِ خدا مولیٰ علی مشکل کشا کرَّم اللہ تعالیٰ وجہہُ الکریم ارشاد فرماتے ہیں۔'' جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نیک اعمال اپنائے بغیر داخلِ جنّت ہوگا، تو وہ جھوٹی اُمید و آس کا شکار ہے۔ اور جس نے یہ خیال کیا کہ نیک اعمال کی بھرپور کوشش سے ہی جنّت میں داخل ہوگا، تو گویا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مُستغنی و بے پرواہ سمجھ بیٹھا ہے''۔ اور حضرت سیّدنا حسن بصری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔'' اعمالِ حَسنہ کے بغیر جنّت کی تمنّا رکھنا گناہ سے کم نہیں''۔ اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کا ارشادِ گرامی ہے۔'' حقیقی بندگی کی علامت یہ ہے کہ بندہ عمل پر اِترانا چھوڑ دے، نہ

کہ عمل کرنا ہی ترک کر دے"۔

سرکارِ دو عالم، نورِ مُجسّم، شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمانِ مُعظّم ہے۔

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَ الْاَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

عقل مند اور سمجھدار وہ ہے جو اپنے نفس کا مُحاسبہ کرے، اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے۔ اور اُحمق و نادان وہ ہے جس نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ (کی رحمت سے جنّت ملنے کی) اُمید رکھی۔ (فتح الباری: کتاب النکاح.قولہ اذا دخلت لیلا..... الخ ج۹ ص ۳۴۲ دار المعرفۃ بیروت) ایھا الولد ۱۷)

حلال کو حلال جاننا

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پانچ طریقوں پر نازل ہوا۔ حلال وحرام ومحکم ومتشابہ اور امثال۔ تو تم لوگ حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام جانو اور محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ اور مثلوں (گزشتہ امتوں کے قصوں اور مثالوں) سے عبرت حاصل کرو۔

☆☆☆☆☆

الحديث الثالث والعشرون

چند اعمال صالحہ

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْحَارِثِ بنِ عَاصِمٍ الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ الله عَنْه قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم: الطُّهورُ شَطْرُ الإِيْمَانِ، والحَمْدُ لله تَمْلأُ الميزانَ وسُبْحَانَ الله والحَمْدُ لله تَمْلآنِ - أَو تَمْلأُ - مَا بَيْنَ السَّمَاءِ والأَرْضِ، وَالصَّلاة نُورٌ، والصَّدَقَة بُرْهانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالقُرْآنُ حُجَّة لَكَ أَو عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَه فَمُعْتِقُها أَو مُوبِقُها۔ رَوَاه مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مالک اشعری سے[۱] روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف ایمان ہے[۲] اور الحمدللہ ترازو بھردے گی[۳] اور سبحان اللہ اور الحمدللہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھردیتے ہیں[۴] اور نماز روشنی ہے[۵] خیرات دلیل ہے[۶] صبر چمک ہے[۷] قرآن تیری یا تجھ پر حجت ہے[۸] ہر شخص صبح پاتا ہے تو اپنا نفس بیچتا ہے تو یا نفس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک[۹] مسلم نے روایت کی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھردیتے ہیں میں نے یہ روایت نہ مسلم و بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں نہ جامع میں لیکن اسے دارمی نے ذکر کیا اور سبحان اللہ کی بجائے الحمدللہ ذکر کیا[۱۰]

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ"

۱ آپ صحابی ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ہیں، عہد فاروقی میں وفات پائی۔

۲ ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے۔ چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضوء بھی، لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضوء صرف چھوٹے، اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا۔ ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور وضو ظاہر کو گندگیوں سے، اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کو برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے، لہذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو، رب فرماتا ہے: "لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ"۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں۔ غرضکہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا؟

۳ یعنی جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزانِ عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی۔ کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام۔

۴ یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلایا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اسی کے تمام کمالات کا اظہار۔ اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہر ذرہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے۔

۵ یعنی نماز مسلمان کے دل کی، چہرے کی، قبر کی، قیامت کی روشنی ہے۔ پل صراط پر سجدہ کا نشان بیٹری کا کام دے گا، رب فرماتا ہے: ''نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ'' اور ممکن ہے کہ صلوٰۃ سے مراد درود شریف ہو کہ یہ بھی ہر طرح نور ہے۔

۶ مؤمن کے ایمان کی، کہ منافق اور کافر کو صحیح خیرات کی توفیق نہیں ملتی، یا کل قیامت میں صدقہ محبتِ پروردگار کی دلیل اور بخشش کا کفیل بنے گا، کیونکہ اسے رب نے قرض فرمایا ہے: ''مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ''۔ خیال رہے کہ اس صدقہ میں زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ تمام فرضی ونفلی خیراتیں داخل ہیں۔

۷ صبر کے لغوی معنے ہیں روکنا، یعنی نفس کو گناہوں سے روکنا، یا عبادت پر قائم رکھنا، یا مصیبتوں پر گھبراہٹ سے روکنا دل کا یا چہرے کا نور ہے۔ خیال رہے کہ نور ہر روشنی کو کہا جاسکتا ہے ہلکی ہو یا تیز، مگر ضیاء صرف تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: ''جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا'' چونکہ صبر ہر عبادت میں ضروری ہے اس لیے نماز کو نور اور اسے ضیاء فرمایا گیا۔ ہوسکتا ہے کہ صبر سے مراد روزہ ہو، چونکہ روزہ صرف اللہ کا ہے اسی لئے ضیاء یعنی جگمگاہٹ فرمایا گیا۔

۸ کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو قیامت میں یہ تیرا گواہ اور تیرے ایمان کی دلیل ہوگا اور اگر اس کے خلاف عامل رہا تو تیرے خلاف گواہ۔

۹ یعنی روزانہ صبح کے وقت ہر شخص اپنی زندگی کی دُکان کھولتا ہے، سانسیں صَرف کرکے اعمال کماتا ہے، اگر اچھے اعمال میں سانسیں گزریں تو سودا نفع کا رہا، نفس جہنم سے بچ گیا۔ اور اگر برے کام کیئے تو سودا گھاٹے کا رہا، نفس کو ہلاک کردیا۔ نفس سے مراد ذات دل اور سانسیں سب کچھ ہوسکتے ہیں۔ سبحان اللہ! اس افصح الفصحاء عرب کے قربان جاؤں کیسے جامع کلمات ارشاد فرمائے۔ خیال رہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کی دکانِ زندگی صبح کھل کر سوتے وقت بند ہوجاتی ہے، بعض وہ خوش نصیب بھی ہیں جن کی

دکان کبھی بند ہی نہیں ہوتی، اور ان کا بازار کبھی سونا ہی نہیں ہوتا، سوتے میں بھی دکانداری کرتے ہیں، کیونکہ ان کا دل جاگتا ہے بلکہ بعد وفات بھی ان کے میلے لگے ہوئے ہیں۔

۱۰ یعنی یہ زیادتی ان میں سے کسی کتاب میں نہ ملی تو مصابیح میں بھی نہ ہونی چاہیئے تھی، کیونکہ فصل اول میں صحیحین کی روایات آتی ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱ص۲۷۰)

امام غزالی کے مدنی پھول

حضرت سیّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لباب الاحیاء میں فرماتے ہیں:

طہارت کے اسرار

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ۔

ترجمہ: طہارت نصف ایمان ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، الحدیث ۵۳۴، ص۷۱۸)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نظافت نشان ہے: **بُنِيَ الدِّيْنُ عَلَى النَّظَافَةِ** ترجمہ: دین کی بنیاد طہارت پر ہے۔ (المجروحین لابی حاتم محمد بن حبان البستی، باب النون، الرقم ۱۱۱۹۔ نعیم بن مورع، ج۲، ص۱۰۳، روایۃ بالمعنی)

اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ۔

ترجمہ: نماز کی کنجی طہارت ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء، الحدیث ۶۱، ص ۱۲۲)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔

(پ 11، التوبہ: 108)

طہارت کے چار مراتب ہیں:

(۱) اپنے ظاہر کو احداث (یعنی ناپاکیوں اور نجاستوں) سے پاک کرنا۔ (۲) اعضاء کو جرائم اور گناہ سے پاک کرنا۔

(۳) اپنے دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا۔ (۴) اپنے باطن کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے غیر سے پاک رکھنا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت ہے۔

ہر مرتبہ میں طہارت اس عمل کا نصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے اور ہر مرتبہ میں تخلیہ (یعنی خالی کرنا) اور تحلیہ (یعنی مزین کرنا) بھی پایا جاتا ہے تخلیہ عمل کا نصف ہے کیونکہ اجر کا ملنا اسی پر موقوف ہے اسی کی طرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا یہ فرمان بھی اشارہ فرما رہا ہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔ (پ 7، الانعام: 91)

پس اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان ''قُلِ اللّٰهُ'' اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر سے دل کو مزین کرنا ہے جبکہ (ثُمَّ ذَرْهُمْ) سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی کرنا ہے اور اسی طرح دل کو برے اخلاق سے پاک کر کے اسے اچھے اخلاق سے مزین کرنا ضروری ہے اور اعضاء کے لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں گناہوں سے خالی اور اطاعت

سے مزین کیا جائے۔

ان مراتب میں سے ہر ایک مرتبہ اپنے بعد والے مرتبہ میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے اس لئے سب سے پہلے ظاہر کو، پھر اعضاء کو، اس کے بعد دل کو اور پھر باطن کو پاک کیا جائے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طور پر پاک ہونا ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود فوت ہو جائے گا اور یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ یہ مراتب صرف خواہش کرنے سے آرزو کرنے اور آسانی سے حاصل ہو جائیں گے بے شک اگر تو ساری زندگی بھی اس کے حصول میں کمر بستہ رہے تو صرف بعض مقاصد میں ہی کامیابی پائے گا۔ (لباب الاحیاء ۴۷۔۴۸)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

نماز کے لیے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں بلکہ جان بوجھ کر بے طہارت نماز ادا کرنے کو علما کفر لکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اس بے وُضو یا بے غسل نماز پڑھنے والے نے عبادت کی بے ادبی اور توہین کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت

(1)۔ اس حدیث کو امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: ''ایک روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز میں سورہ رُوم پڑھتے تھے اور متشابہ لگا۔ بعد نماز ارشاد فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے انھیں کی وجہ سے امام کو قراءت میں شبہہ پڑتا ہے''۔

(2) اس حدیث کو نسائی نے شبیب بن ابی روح سے، انہوں نے ایک صحابی سے روایت کیا۔ جب بغیر کامل طہارت نماز پڑھنے کا یہ وبال ہے تو بے طہارت نماز پڑھنے کی نحوست کا کیا پوچھنا۔ ایک حدیث میں فرمایا: ''طہارت نصف ایمان''۔

(3) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

طہارت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) صُغریٰ

(۲) کُبریٰ

طہارتِ صُغریٰ وضو ہے اور کُبریٰ غسل۔ جن چیزوں سے صرف وضو لازم ہوتا ہے ان کو حدثِ اَصغَر کہتے ہیں اور جن سے غسل فرض ہو ان کو حدثِ اکبر۔ ان سب کا اور ان کے متعلقات کا تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔ (بہارِ شریعت حصہ دوم)

☆☆☆☆☆

الحدیث الرابع والعشرون

شانِ ربوبیت

عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عزّ وجلّ أَنَّهُ قَالَ: يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا. يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا. يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ. يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(”صحیح مسلم“، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ر: 2577، ص 1393)

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روایتوں میں جو حضور اپنے رب تبارک وتعالٰی سے روایت فرماتے ہیں کہ رب نے فرمایا اے میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام فرمالیا ہے[1] اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرمادیا[2] لہذا ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں ہدایت دے دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو ہدایت دوں گا[3] اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو بجز اس کے جسے میں روزی دوں لہذا مجھ سے کھانا مانگو تمہیں دوں گا اے میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اس کے جسے میں پہناؤں لہذا مجھ سے لباس مانگو میں دوں گا[4] اے میرے بندو تم دن رات کے خطا کار ہو اور میں سارے گناہ بخشتا رہتا ہوں مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا[5] اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچادو اور نہ میرے نفع تک تمہاری رسائی ہے کہ مجھے نفع دو[6] اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان وجن اپنے کسی بڑے پرہیزگار کے دل پر متفق ہوجائیں[7] تو تمہارا یہ متفقہ تقوٰی میرے ملک میں کچھ بڑھائے گا نہیں[8] اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان وجن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہوجائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کردے گی[9] اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان وجن ایک میدان میں کھڑے ہوکر مجھ سے بھیک مانگیں پھر میں ہر انسان کا سوال پورا کردوں تو یہ میرے خزانوں کے مقابلہ ایسا حقیر ہوگا جیسے سوئی کی تری جب وہ دریا میں ڈبوئی جائے[10] اے میرے بندو میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دوں گا[11] جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے[12] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

۱ یہاں حرمت سے مراد شرعی حرمت نہیں کیونکہ حق تعالیٰ پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی احکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے برتر ہونا، منزہ ہونا، پاک ہونا رب تعالیٰ کے لیے کوئی شے ظلم ہوسکتی ہی نہیں کیونکہ ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں زیادتی کرنا یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا ان دونوں سے پروردگار پاک ہے کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے استعمال کے لیے جو جگہ مقرر فرمادے وہی اس کا صحیح مصرف ہے اس کے افعال یا عدل ہیں یا فضل۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے منزہ اور پاک ہوں، میرا کوئی کام ظلم نہیں ہوسکتا۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد بے قصور کو سزا دینا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۲ لہٰذا تم کسی پر جانی مالی یا آبروریزی کا ظلم نہ کرو یہ تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ یہ حق العباد ہے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔

۳ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری پیدائش تاریکی میں ہوئی پھر ہم پر نور کا چھینٹا دیا گیا اگر ہم کو ہمارے نفسوں پر چھوڑ دیا جائے تو ہم عقیدتاً عملاً بدی ہی کریں گے، اگر وہ اپنا فضل کرے تو ہم نیکی کریں، ہم ببول کا درخت ہیں، ہمارے پاس سواء گناہوں کے کانٹوں کے اور کیا ہے، ہماری صفت ہے "اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا" لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بچہ فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں ہماری اصل پیدائش کا۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء بھی رب تعالیٰ ہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہیں مگر وہ ہمارے لیے ہدایت کا مرکز ہیں کہ ہم ان سے ہی ہدایت لے سکتے ہیں جیسے سورج کو نور رب تعالیٰ

نے دیا ہے مگر چاند تارے اور زمین اس سے ہی نور لیتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: ''اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ''۔

۴ یعنی تم روحانی و جسمانی غذاؤں میں میرے محتاج ہو اسی طرح قلب قالب، روح کے لباس میں میرے حاجت مند ہو، غذا کا ہر حیوان حاجت مند ہے اور لباس کا صرف انسان۔ خیال رہے کہ تمام انبیاء اولیاء اور بادشاہ رب تعالٰی کے حاجت مند ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: ''اَللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ'' مگر اس کے محبوب بندے مخلوق کے حاجت روا ہیں باذن پروردگار، رب تعالٰی فرماتا ہے: ''اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ''۔ بادل بھی رب کا محتاج اور زمین بھی مگر بادل زمین کا محتاج الیہ ہے کہ ہر وقت زمین کو بادل کی ضرورت ہے۔

۵ خطا کے معنی ہیں غلط راستہ پر چلنا بھول کر ہو یا جان بوجھ کر لہذا اس میں خطائیں، بھول چوک، عمدًا گناہ سب داخل ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں روئے سخن عام بندوں سے ہے معصومین حضرات جیسے فرشتے، انبیاء اس حکم سے خارج ہیں کہ اگرچہ بعض انبیاء سے خطائیں سرزد ہوئیں مگر عمر بھر میں ایک دو نہ کہ دن رات اور ہر وقت، نیز ان کی وہ خطائیں بھی ان کی شان کے لائق ہیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، سارے عالم کا ظہور حضرت آدم کی ایک خطا کی برکت سے ہے لہذا اس عصمت انبیاء پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔

۶ اس کی شرح اگلے جملے سے ہورہی ہے کہ تمہاری عبادتوں سے میرا نفع نہیں اور تمہارے گناہوں سے میرا نقصان نہیں بلکہ ان میں نفع نقصان خود تمہارا ہے۔

۷ یعنی دنیا کے کسی بڑے پرہیزگار کو لے لو پھر سوچو کہ اگر تمام جہان کا دل اس پرہیزگار کا سا ہوجائے اور ساری دنیا اس نیک و صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے۔ اس ترجمہ سے یہ جملہ بالکل واضح ہوگیا اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

۸ لہٰذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب تعالیٰ کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانہ پر بلالیا۔

۹ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو پہلے جملہ میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے، آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے، خزانہ خالی رہ جاتا ہے مگر رب تعالیٰ وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ خیال رہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر رب تعالیٰ کے اولاد ہوتی تو پہلے میں ہی اسے پوجتا نہ رب تعالیٰ کے اولاد ممکن ہے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پوجنا ممکن، ایسے ہی تمام بندوں کا گنہگار ہو جانا غیر ممکن ہے فرشتے، انبیاء معصومین اور اولیاء محفوظین بفضلہٖ تعالیٰ گناہ کرتے ہی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ''۔ غرضکہ اس جملے سے عصمت انبیاء کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

۱۰ اس جملے کا یہی ترجمہ درست ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطا میرے خزانوں کی سوئی کی تری کی بقدر کم کردیں گے وہاں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سورج ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے مگر اس کی روشنی میں مطلقاً کمی نہ ہوئی، جب رب تعالیٰ کی تجلیوں کا یہ حال ہے تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا اور یہ نسبت بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے ورنہ رب تعالیٰ کے خزانے غیر محدود ہیں اور اکی عطائیں محدود کیونکہ لینے والے محدود اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی۔

۱۱ اس طرح کہ نیک کار کی جزاء میں کمی نہ کروں گا اور بدکار کی سزا میں زیادتی نہ کروں گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں اور گنہگار کو معاف نہ کروں۔ یہاں عدل کا ذکر ہے عدل فضل کے خلاف نہیں لہٰذا حدیث واضح ہے نہ آیات قرآنی کے خلاف ہے اور نہ دیگر احادیث کے مخالف۔

۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کو رب تعالیٰ کی توفیق سے سمجھے اور گناہوں کو اپنی شامت نفس سے جانے بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے اور کمال کو رب تعالیٰ کی طرف، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ''وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ'' بیمار میں ہوتا ہوں شفاء وہ دیتا ہے ورنہ ہر خیر و شر کا خالق و مالک رب تعالیٰ ہی ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ''وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللهِ تَعَالٰى''۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۵۰)

☆☆☆☆☆

الحديث الخامس والعشرون

نیکیوں میں سبقت کا جذبہ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی الله عنه أَيضاً أَنَّ أُنَاساً مِنْ أَصحَابِ رَسُولِ الله صلی الله عليه وسلم قَالوا لِلنَّبِيِّ صلی الله عليه وسلم يَا رَسُولَ الله: ذَهبَ أَهلُ الدُّثُورِ بِالأُجورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَموَالِهِم. قَالَ: أَوَ لَيسَ قَدْ جَعَلَ الله لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَسبِيحَة صَدَقَة. وَكُلِّ تَكبِيرَة صَدَقَة وَكُلِّ تَحمِيدَة صَدَقَة وَكُلِّ تَهلِيلَة صَدَقَة، وَأَمرٌ بِالمَعرُوفِ صَدَقَة وَنَهيٌ عَنْ مُنكَرٍ صَدَقَة وَفِي بُضعِ أَحَدِكُم صَدَقَة۔ قَالُوا: يَا رَسُولَ الله أَيَأتِي أَحَدُنَا شَهوَتَه وَيَكُونُ لَه فِيهَا أَجرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيتُم لَو وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيهِ وِزرٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الحَلَالِ كَانَ لَه أَجرٌ۔ رَوَاهُ مُسلِمٌ۔

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ”یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مال دار لوگ اجر لے گئے، جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی روزے رکھتے ہیں اور وہ اپنے فاضل مال کے ذریعہ صدقہ بھی کرتے ہیں۔“ خاتم المرسلین، رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کیا اللہ عزوجل نے تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں بنائی جو تم

صدقہ کر سکو؟'' پھر فرمایا: '' بیشک **سُبْحَانَ اللّٰہ** کہنا صدقہ ہے اور **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** کہنا صدقہ ہے اور **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہنا صدقہ ہے اور **اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ** یعنی نیکی کی دعوت دینا صدقہ ہے اور **نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ** یعنی برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارے لئے تمہاری شرمگاہوں میں صدقہ ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، '' یارسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو کیا اس کے لئے اس میں ثواب ہے؟'' فرمایا '' تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر وہ اپنی شہوت ذریعۂ حرام سے پوری کرے تو کیا اسے گناہ ہوگا؟'' (پھر فرمایا) '' اسی طرح اگر وہ اپنی شہوت حلال ذریعے سے پوری کرے تو اس کے لئے اس میں ثواب ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع ... الخ، رقم ۱۰۰۶، ص ۵۰۳)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمٰن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

۱ اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی **سُبْحَانَ اللّٰہ** یا **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** یا **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** یا **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** کسی طرح بھی کہے صدقہ نفلی کا ثواب پائے گا خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کی لیے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری پاکر الحمد للہ پڑھے۔ بہر حال ثواب ملے گا کیونکہ اللہ کا نام لینا بہر حال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لیے اعضائے وضو دھوئے تب بھی وضو ہو جائے گا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام زبان کا وضو ہے۔ شعر

چوں بباید نام پاکش در دہاں نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

۲ یعنی ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ

کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی۔ قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے۔

۳؎ بضع کے لغوی معنے ہیں ٹکڑا مگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں، یہاں مراد صحبت حلال ہے۔ یہاں فی ارشاد فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ صحبت بذات خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت حق زوجیت کی ادا نیک اولاد کی طلب ہے اور یہ ساری چیزیں عبادت ہیں اس لیے صحبت عبادات پر شامل ہے۔ اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں ب ارشاد ہوا تھا اور یہاں فی تا کہ پتہ لگے کہ وہ چیزیں بذات خود عبادت تھیں اور یہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے۔ (لمعات) مرقات نے یہاں فرمایا ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال صحبت مطلقاً صدقہ ہے خواہ ان چیزوں کی نیت سے ہو یا نہ ہو۔

۴؎ یعنی بذات خود صحبت ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحریوں میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہواء ھدی سے مل جائے تو زہد بن جاتی ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے: ''**وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ**''۔ سبحان اللہ! ہواء ھدیٰ سے مل کر ایسی ہوتی ہے جیسے مکھن شہد سے مل کر۔ (از مرقات) لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ بغیر نیت ثواب کیسا کہ نیت کی شرط عبادات محضہ میں ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۱۲۴)

قضائے شہوت کے حلال ذرائع

شرعی طور پر دو قسم کی عورتوں سے اپنی خواہش کو پورا کرنا جائز ہے۔ (۱) زوجہ اور (۲) کنیز شرعی

قرآن مجید میں ہے:

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾

''مگر اپنی بی بیوں یا شرعی باندیوں پر جوان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔'' (پ ۱۸، المومنون: ۶)

فی زمانہ کنیز شرعی میسر نہ ہونے کی بناء پر صرف زوجہ سے ہی مطلوبہ مقصد حاصل کرنا ممکن ہے۔ اسی طریقے کی جانب متوجہ کرنے کے لئے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مقامات پر ترغیبی کلام ارشاد فرمایا۔ چنانچہ

حضرتِ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نکاح میری سنت سے ہے پس جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ لہٰذا نکاح کرو، کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بناء پر دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔ جو قدرت رکھتا ہو وہ نکاح کرے اور جو قدرت نہ پائے تو روزے رکھا کرے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، رقم ۱۸۴۶، ج ۲، ص ۴۰۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا، ''اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو، وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نگاہوں کو زیادہ جھکانے اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہے اور جو نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا، تو روزے رکھے، کیونکہ روزوں سے شہوت ٹوٹتی ہے۔''

(بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، رقم ۵۰۶۶، ج ۳، ص ۴۲۲)

نکاح کا شرعی حکم

یاد رہے کہ نکاح ہمیشہ سنت نہیں، بلکہ کبھی فرض، کبھی واجب، کبھی مکروہ اور بعض

اوقات تو حرام بھی ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔۔۔

فرض:

اگر یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زناء میں مبتلاء ہو جائے گا تو نکاح کرنا فرض ہے۔ ایسی صورتِ حال میں نکاح نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا۔

واجب:

اگر مہر ونفقہ دینے پر قدرت ہو اور غلبۂ شہوت کے سبب زنا وغیرہ میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں نکاح واجب ہے اگر نہیں کریگا تو گناہ گار ہوگا۔

سنتِ موکدہ:

اگر مہر، نان ونفقہ دینے اور ازدواجی حقوق پورے کرنے پر قادر ہو اور شہوت کا بہت زیادہ غلبہ نہ ہو تو نکاح کرنا سنتِ موکدہ ہے۔ ایسی حالت میں نکاح نہ کرنے پر اَڑے رہنا گناہ ہے۔ اگر حرام سے بچنا۔۔ یا۔۔ اتباعِ سنت۔۔ یا۔۔ اولاد کا حصول پیشِ نظر ہو تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض حصولِ لذت یا قضائے شہوت مقصود ہو تو ثواب نہیں ملے گا، نکاح بہر حال ہو جائے گا۔

مکروہ:

اگر یہ اندیشہ ہو کہ نکاح کرنے کی صورت میں نان ونفقہ یا دیگر ضروری باتوں کو پورا نہ کر سکے گا تو اب نکاح کرنا مکروہ ہے۔

حرام:

اگر یہ یقین ہو کہ نکاح کرنے کی صورت میں نان ونفقہ یا دیگر ضروری باتوں کو پورا نہ کر سکے گا تو اب نکاح کرنا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے (ایسی صورت میں شہوت توڑنے کے لئے روزے رکھنے کی ترکیب بنائے)۔

(ماخوذ از بہارشریعت، کتاب النکاح، حصہ ۷، ص۵۵۹)

الحدیث السادس والعشرون

جسم کے ہر جوڑ کا شکر

عَنْ أَبِي هريرة رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُ لَهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيْهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيْطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

("صحیح البخاري"، کتاب الجهاد، باب فضل من حمل متاع صاحبه في السفر، ر: 2891، 2/ 279)("صحیح مسلم"، کتاب الزکاة، باب بیان أن اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف، ر: 1009، ص504)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑ کے عوض ہر دن جس میں سورج چمکے اس پر صدقہ ہے [1] دو کے درمیان انصاف کردے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی اس کے گھوڑے پر مدد کردے کہ اس پر اسے سوار کردے یا اس پر اس کا سامان چڑھادے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے [2] اور ہر وہ قدم جس سے نماز کی طرف جائے صدقہ ہے [3] اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹادے صدقہ ہے [4] (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱؎ سُلامی س کے پیش سے ہے جس کے لغوی معنے ہیں عضو، ہڈی اور جوڑ یہاں تیسرے معنے مراد ہیں۔ انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے اگرچہ ہمارا ہر رونگٹا اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا شکریہ ضروری ہوا۔ صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہاں بھی علٰی لغوی لزوم کے لیے ہے نہ کہ شرعی وجوب کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقًا دیانۃً لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو، سورج چمکنے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر ہے۔

۲؎ یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لیے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہوجائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں۔

۳؎ مرقات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثالًا ہے ورنہ طواف، بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لیے قدم ڈالنا صدقہ ہے۔

۴؎ یعنی رستہ سے کانٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکریہ ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳ ص۱۲۲)

حسن اخلاق کی فضیلت

امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، ''بے شک بندہ حسن اخلاق کے ذریعے دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے والوں کے درجے کو پالیتا ہے۔ اور اگر بندہ (سختی کرنے والا) لکھا جائے تو وہ اپنے ہی گھر والوں کے لئے ہلاکت ہوتا ہے۔'' (طبرانی اوسط، ج ۴، ص ۳۶۹، رقم ۶۲۷۳)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، ''بندہ اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے رات کو عبادت کرنے والے اور سخت گرمی میں کسی کو پانی پلانے والے کے درجے کو پالیتا ہے۔'' (شعب الایمان، ج ۶، رقم ۷۹۹۸ تا ۸۰۰۰، ص ۲۲۷ بتغیر قلیل)

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مدینے کے تاجور، رسولوں کے افسر صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا، ''میزانِ عمل میں حسن اخلاق سے وزنی کوئی اور عمل نہیں۔'' (الادب المفرد، باب حسن الخلق، ص ۹۱، رقم ۲۷۳)

سچے مؤمنین کی صفات

امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم فرماتے ہیں: ''اس مسلمان پر تعجب ہے جس کا مسلمان بھائی اس کے پاس کسی حاجت کے لئے آئے اور وہ اپنے آپ کو اس کے ساتھ بھلائی کے قابل نہ سمجھے، اگر اسے ثواب کی امید اور عذاب کا ڈر نہ ہو تو اسے اچھے اخلاق کی طرف جلدی کرنی چاہے کیونکہ یہ اخلاق راہ نجات پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا: آپ نے یہ بات نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سنی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب آپ کے پاس ''قبیلہ طَے'' کے قیدی لائے گئے۔ ان میں ایک لڑکی نے کھڑے ہوکر عرض کی: اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ مناسب سمجھیں تو مجھے رہا کردیں اور مجھ پر قبائل عرب کو نہ ہنسائیں کیونکہ میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں اور بے

شک میرا باپ قوم کی حفاظت کرتا، قیدیوں کو رہا کرواتا، بھوکوں کو جی بھر کر کھانا کھلاتا، سلام کو عام کراتا اور کسی مانگنے والے کا سوال رد نہ کرتا، میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں، نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے لڑکی! یہ سچے مؤمنین کی صفات ہیں، اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس کے لئے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے رحمت کی دعا مانگتے، اور فرمایا: اس کو رہا کر دو، اس کا باپ اچھے اخلاق کو پسند کرتا تھا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اچھے اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اچھے اخلاق والا ہی جنت میں داخل ہوگا۔''

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب وفد طَیِّیٍ ۔۔۔۔۔۔ الخ، ج۵، ص۳۴۱)

خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! وہ مؤمن بڑا خوش بخت ہے جو محتاجوں کی مدد کرے، روتوں کو ہنسائے اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی دور کرے۔ مخلوقِ خدا پر شفقت کرنا رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ پانے کا بہت اچھا راستہ ہے۔ جو مخلوق پر رحم کریگا خالقِ لَم یَزَل اس پر رحم وکرم کی ایسی بارش فرمائے گا کہ اس کی زندگی میں ہر طرف بہاریں ہی بہاریں آجائیں گی۔ اور یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جب کسی غریب انسان کی مدد کی جائے تو انسان کو ایسی انجانی سی خوشی ہوتی ہے جسے الفاظ کا جامہ پہنانا مشکل ہے۔ اسے وہی سمجھ سکتا ہے جسے یہ دولت نصیب ہوئی ہو۔ جسے یقین نہ آئے وہ کسی دُکھیارے کا دُکھ دور کر کے دیکھ لے۔

☆☆☆☆☆

الحديث السابع والعشرون

نیکی اور گناہ کی پہچان

(A27) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ(١)۔

(B27) وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ؛ قَالَ: اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ، الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ۔

(حديث حسن، رويناه في مسندي الإمامين أحمد بن حنبل(٢)، والدارمي (٣) بإسناد حسن)

(١) "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة والآداب، باب تفسير البر والإثم، ر: 2553، ص 1383 (٢) "مسند أحمد"، مسند الشاميين، حديث وابصة بن معبد الأسدي، ر: 18023، 6/292، بتغير ما (٣) "سنن الدارمي"، كتاب البيوع، باب دع ما يريبك إلى ما لا يريبك، ر: 2533، 2/320. ولفظه: (أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لوابصة ثم جئت تسأل عن البر والإثم، قال: قلت: نعم، قال: فجمع أصابعه فضرب بها صدره وقال: استفت نفسك استفت قلبك يا وابصة ثلاثاً، البر ما اطمأنت إليه النفس واطمأن إليه القلب والإثم ما حاك في النفس وتردد في الصدر وإن أفتاك الناس وأفتوك)

(A27) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان[1] سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی اچھی عادت ہے[2] اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینہ میں چبھے اور تو یہ ناپسند کرے کہ اس پر لوگ خبردار ہوں[3] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[1] آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی کلب سے ہیں، بعض نے فرمایا کہ آپ انصاری ہیں، آخر میں شام میں قیام فرمایا۔ مرقات نے فرمایا کہ آپ اصحاب صفہ سے ہیں، اشعہ نے فرمایا کہ آپ کی والدہ کلابیہ سے حضور نے نکاح کیا اور طلاق دے دی اور کلابیہ عورت آپ کی والدہ ہی تھیں۔ (اشعہ)

نیکی اور گناہ کی پہچان کیا ہے مجھے کیسے پتہ لگے کہ یہ کام نیکی ہے اور یہ کام گناہ ہے مجھے ارشاد فرمائیں۔

[2] اچھی عادت عام ہے مخلوق کے ساتھ برتاوا اور خالق سے معاملات سب ہی کو شامل ہے نماز روزہ کی پابندی اچھی عادت ہے گناہوں سے بچنا اچھی عادت ہے وغیرہ۔

[3] یہ فرمان کامل مسلمانوں کے لیے ہے جیسے ہم کو مکھی ہضم نہیں ہوتی فوراً قے ہو جاتی ہے یوں ہی صالحین کو گناہ ہضم نہیں ہوتا فوراً انہیں دلی قبض روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے عام لوگوں کا یہ حال نہیں۔ بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دواء عطا فرماتے ہیں، یوں ہی الناس سے مراد مقبول بندے ہیں۔ امام نووی نے حضرت وابصہ ابن معبد اسدی سے روایت کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نیکی اور

گناہ کیا ہوتے ہیں فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو جسے تمہارا دل نیکی کہے وہ نیکی ہے جسے تمہارا دل گناہ کہے وہ گناہ ہے۔ (اربعین للنووی و مرقات) یعنی تمہارا دل جس پر ہمارا ہاتھ ہے ہر دل کا یہ حال نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶ ص۹۰۰)

(B27) روایت ہے حضرت وابصہ ابن معبد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وابصہ تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہوئے ہو میں نے عرض کیا ہاں[۱] فرماتے ہیں کہ حضور انور نے اپنی انگلیاں جمع کر کے ان کے سینہ پر لگائیں اور تین بار فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو[۲] نیکی وہ ہے جس پر طبیعت جمے اور جس پر دل مطمئن ہو[۳] اور گناہ وہ ہے جو طبیعت میں چبھے اور دل میں کھٹکے اگرچہ لوگ اس کا فتویٰ دے دیں[۴] (احمد و دارمی)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[۱] یہ غیبی خبر ہے کہ حضرت وابصہ جو سوال دل میں لے کر آئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بغیر عرض کئے ہوئے ارشاد فرمادیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے انہیں دلوں کے حال پر مطلع فرمایا ہے کیوں نہ ہو انہیں تو پتھروں کے دلوں پر اطلاع ہے کہ فرماتے ہیں احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ شعر

اے کہ ذات پاک تو صبح دہور   چشم تو بینندہ ما فی الصدور

[۲] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے قلب کو فیض دیا جس سے ان کا نفس بجائے امارہ کے مطمئنہ ہوگیا اور دل خطرات شیطانی وسوسوں سے پاک و صاف ہوگیا۔ صوفیاء کرام جو مریدوں کے سینے پر ہاتھ مار کر یا توجہ ڈال کر انہیں فیض دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث بھی ہے۔

۳ یعنی آج سے اے وابصہ گناہ اور نیکی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا دل و نفس مطمئنہ جمے وہ نیکی ہوگی اور جسے تمہارا دل و نفس مطمئنہ قبول نہ کرے وہ گناہ ہوگا، یہ حکم حضرت وابصہ کے لیے آج سے ہوگیا یہ حضور کے ہاتھ شریف کا اثر ہوا، ہم جیسے لوگوں کو یہ حکم نہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ غیر مجتہد یعنی مقلد تو اپنے امام سے فتویٰ لے اور مجتہد اپنے دل سے۔

۴ یعنی عام لوگوں کے فتویٰ کا تم اعتبار نہ کرنا کیونکہ ان کے دلوں پر ہمارا ہاتھ نہیں پہنچا، اپنے دل و نفس کا فتویٰ قبول کرنا کہ تمہارے دل کا فتویٰ ہمارا فیصلہ ہوگا کہ ہمارا ہاتھ تمہارے دل پر ہے۔ شعر

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا سینہ پر رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود
آنکھ عطا کیجئے اس میں چلا دیجئے جلوہ قریب آگیا تم پہ کروڑوں درود

خیال رہے کہ فتویٰ فتوٌ سے بنا بمعنی پیش آنا، حادث ہونا یا قوت، چونکہ شرعی مسئلہ حادثات کے پیش آنے پر معلوم کیا جاتا ہے اور عالم کے حکم حاصل ہوجانے سے سائل کو قوت حاصل ہوجاتی ہے اس لیے مسئلہ شرعی کو فتویٰ کہا جاتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴ ص ۳۸۳)

جہالت سے بڑھ کر۔۔۔

حضرت سیّدُنا سہل تستری (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں ''جہالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہوتی''۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے پوچھا گیا، کیا آپ کے نزدیک کوئی چیز جہالت سے بھی زیادہ بری ہے، فرمایا، ہاں اور وہ یہ کہ بندے کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہ ہو (اور وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھدار اور فہیم خیال کرتا رہے)۔ اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے سچ فرمایا، کیونکہ جب کوئی شخص اپنی جہالت سے غافل ہوتا ہے تو سیکھنے کا دروازہ مکمل طور پر بند ہوجاتا ہے بھلا وہ شخص کیا

سیکھے گا جو اپنی نظر میں بہت بڑا عالم اور سمجھدار ہو۔

اسی طرح علم کے ساتھ اللہ (عزوجل) کی عبادت سب سے افضل ہے اور علم کی بنیاد یہ ہے کہ بندے کو علم کے بارے میں معلومات ہوں یعنی وہ اپنے علم کو خود جانے بخلاف اس جاہل کے جو اپنی جہالت کو نہیں سمجھتا اور جہالت کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اپنی جہالت کو نہ سمجھے کیونکہ جو شخص علم نافع اور نقصان دہ علم میں تمیز نہیں کرسکتا وہ ان بے فائدہ اور خودساختہ علوم میں گرفتار رہتا ہے جس پر لوگ اوندھے پڑے ہیں اور جو علم حصول دنیا کا ذریعہ ہیں یہ بات جہالت کا مادّہ اور فسادِ عالم کی بنیاد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص جہالت کی وجہ سے نیکی حاصل کرنے کے لئے گناہ کو ذریعہ بناتا ہے اسکا عذر قبول نہیں کیا جائے گا رب لم یزل (عزوجل) فرماتا ہے:

اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ کنزالایمان: ''تو اے لوگو علم والو سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو''

(پارہ ۱۷، سورۃ انبیاء، آیت ۷)

اور محبوب رحمن، سرور ذی شان (عزوجل و) کا فرمان عبرت نشان ہے:

لَا یُعْذَرُ الْجَاھِلُ عَلَی الْجَھْلِ وَ لَا یَحِلُّ لِلْجَاھِلِ اَنْ یَّسْکُتَ عَلٰی جَھْلِہٖ وَ لَا لِلْعَالِمِ اَنْ یَّسْکُتَ عَلٰی عِلْمِہٖ۔

ترجمہ: ''جاہل کو اسکی جہالت کی بناء پر معذور نہیں سمجھا جائے گا اور جاہل کو اپنی جہالت اور عالم کو اپنے علم پر (بلاوجہ) خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں۔''

(یعنی جاہل کو چاہیئے کہ علم حاصل کرے اور عالم کو چاہیئے کہ لوگوں کو علم سکھائے۔) (مجمع الزوائد، ج اول، ص ۱۶۴، ۱۶۵، کتاب العلم)

چنانچہ جو لوگ حرام مال سے مسجد و مدارس بنا کر بادشاہوں کا یا امیروں کا قرب حاصل کرتے ہیں وہ ان علمائے سوء کے قریب ہیں جو شرپسندوں اور بیوقوفوں کو علم سکھاتے

ہیں جو فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں انکا صرف یہی کام ہوتا ہے کہ علماء سے مقابلہ کریں، بیوقوفوں کو گمراہ کریں، لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں، دنیوی مال اور دولت کے انبار جمع کریں اور بادشاہوں، یتیموں اور مسکینوں کا مال جیسے بن پڑے حاصل کریں۔

گناہ

یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ گناہوں میں نیت کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی لہٰذا گناہ کرتے وقت اگر کوئی شخص اچھی نیت کر لے تو ہرگز وہ گناہ نیکی میں تبدیل نہ ہوگا۔ کسی جاہل کو اس حدیث پاک ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' یعنی اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ نیت سے گناہ نیکی میں تبدیل ہوجائے گا۔ جیسے کوئی آدمی کسی دوسرے کا دل بہلانے کیلیے کسی کی غیبت کرے یا کسی کے مال سے فقیر کو کھانا کھلائے یا حرام مال سے کوئی مسجد، مدرسہ، یا مہمان خانہ بنوائے اور ان سب کاموں میں نیکی کی نیت کرے تو اس صورت میں نیت کچھ کام نہ دیگی بلکہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے برے کام سے اچھا کام مراد لینا مزید برا ہے اگر وہ یہ بات جانتا اور سمجھتا ہے اور پھر بھی ایسا کرتا ہے تو دشمنِ شریعت ہے اور جہالت کی وجہ سے کرتا ہے تب بھی گنہگار تو ضرور ہوگا کیونکہ ہر مسلمان کو طلب علم فرض ہے اور اچھے کاموں کا اچھا ہونا تو شریعت کے علم سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔

بھائیو! سوچیے تو سہی کہ کسی شر کا خیر ہونا کیسے ممکن ہے یہ بہت بعید ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ مخفی شہوت اور باطنی خواہشات دل میں غلط فہمی پیدا کر دیتی ہیں کیونکہ جب دل عزت وجاہ حاصل کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کیلیے سرگرم ہوتا ہے تو تمام نفسانی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے اور ایسے میں شیطان کو موقع مل جاتا ہے کہ جاہل آدمی کو دھوکہ دے۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۲۲۔ ۲۳)

الحدیث الثامن والعشرون

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند وصیتیں

عَنْ أَبِي نَجِيحٍ العِرْبَاضِ بنِ سَارِيَةَ رضی الله عنه قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ الله مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنها القُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنها العُيُون. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ الله كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا. قَالَ: أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى الله عزّ وجلّ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافاً كَثِيْراً، فَعَلَيكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ فإنَّ كلَّ مُحدثة بدعة، وكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة۔ رَوَاه أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمَذِيُّ۔ وقال: حديث حسن صحيح.

(''سنن أبي داود''، كتاب السنة، باب لزوم السنة، ر:4607، 4/267)(''سنن الترمذي''، كتاب العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنة...إلخ، ر:2685، 4/308)

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل خوف زدہ ہو گئے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے اور امیر کی بات

سن کر اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ، راہنمائی کرنے والے خلفاء کی پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ ہر نیا (خلافِ شریعت) کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث ۴۶۰۷، ج ۴، ص ۲۶۷)

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: ''حضور نبی رحمت، شفیع امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں اُن باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت ونصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر وتوبیخ کرتا ہے اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف ان کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہے کہ بوقتِ وعظ اپنے پاس موجود حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مند بات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی کبھار ان کو ڈرائے اور زجر وتوبیخ کرے، البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیع

امت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا مبارک عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔۔۔الخ، ج۱، ص۹۵)

وعظ ونصیحت کے فوائد

وعظ ونصیحت کے بے شمار فوائد ہیں، اس کے ذریعے کفار دولت اسلام سے مشرف ہوتے، مسلمانوں کے دل خوفِ خدا عَزَّ وَجَلَّ سے لبریز اور عشق مصطفی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے سرشار ہوتے، ایمان کو تازگی ملتی، اسلام کی محبت میں ترقی آتی، نیکیوں کا جذبہ ملتا، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی، ثواب کی طلب میں اضافہ ہوتا، گناہ سے بچنے کا ذہن بنتا اور دین سیکھنے سکھانے کے لئے راہِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں سفر کا جذبہ ملتا ہے۔ الغرض وعظ ونصیحت ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

(پ 27، الذّٰریٰت: 55)

حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: ”اگر سمجھانا کسی کافر کو شرفِ ایمان کا فائدہ دے تو یہ مسلمان ہی کو نفع دینا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔“ (تفسیر کبیر، سورۃ الذّٰریٰت، تحت الآیۃ ۵۵، ج۱۰، ص۱۹۱)

پھر یہ کہ وعظ ونصیحت کے کچھ آداب ہیں اگر انہیں مدنظر رکھ کر اس فریضہ کو انجام دیا جائے تو مقصود حاصل ہوگا ورنہ ساری کوشش رائیگاں جائے گی۔ لہٰذا یہاں شیخ طریقت، امیر اہل سنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے فرامین کی روشنی میں انفرادی واجتماعی وعظ ونصیحت، امر بالمعروف اور واعظین ومبلغین کے 26 آداب بیان کئے جاتے ہیں:

(1)۔۔۔۔۔۔مبلغ باعمل ہو۔ کیونکہ باعمل کی بات جلد اثر کرتی ہے۔

(2)۔۔۔۔۔۔علمائے اہلسنت کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں۔

(3)۔۔۔۔۔۔جب کسی کو نیکی کی دعوت دیں (یعنی نصیحت کریں) تو اس کے ساتھ محبت سے پیش آئیں اور گناہ کرتے دیکھیں تو نہایت ہی نرمی کے ساتھ اسے منع کریں اور بڑی محبت کے ساتھ اسے سمجھائیں۔ (4)۔۔۔۔۔۔بے جا جذباتی نہ بنیں۔ اگر جھڑک کر سمجھانے کی کوشش کریں گے تو الٹا ضد پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ لوگ آپ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ کسی کو ڈانٹ کر سمجھانے کی مثال یوں سمجھیں کہ گویا جس برتن میں کچھ ڈالنا تھا اس میں پہلے ہی سے آپ نے چھید کر ڈالا۔

(5)۔۔۔۔۔۔اگر کوئی غلطی کر دے تو اسے سب کے سامنے ہرگز نہ ٹوکیں۔ اس سے آپ کی بات بے اثر ہو جائے گی اور اس کی دل آزاری ہو جانے کا بھی قوی امکان ہے۔ لہٰذا موقع پا کر سمجھائیں۔ حضرت سیِّدُنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "جس نے اپنے بھائی کو سب کے سامنے نصیحت کی اس نے اس کو ذلیل کر دیا اور جس نے تنہائی میں نصیحت کی اس نے اس کو مُزَیَّن (آراستہ) کر دیا۔"

(تفسیر کبیر، سورۃ الذّٰریٰت، تحت الآیۃ ۵۵، ج 10، ص ۱۹۱) (تنبیہ الغافلین، باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ص ۴۹)

یعنی ظاہر ہے اسے اکیلے میں محبت کے ساتھ سمجھائیں گے تو قوی امید ہے کہ وہ اپنی غلطی کی اصلاح کر لے گا۔ اور یوں وہ اصلاح کے ساتھ مُزَیَّن ہو جائے گا۔

(6)۔۔۔۔۔۔والدین اپنی اولاد کو، شوہر اپنی بیوی کو، اور استاد اپنے شاگرد کو ضرورتاً سختی سے بھی سمجھائیں تو حرج نہیں۔

(7)۔۔۔۔۔۔کوئی برائی میں مصروف ہے، گناہ کر رہا ہے اور ہمارا گمان غالب ہے کہ اگر ہم سمجھائیں گے تو برائی سے باز آ جائے گا۔ ایسی صورت میں اَمْرٌ

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ واجب ہے۔ اگر ہم نے یہ نہ کیا تو گناہگار ہوں گے۔

(بہارِ شریعت، حصہ ۱۶، ص ۲۵۹)

(8)۔۔۔۔۔۔ امر بالمعروف کرنے والے مبلغ کے پاس علم ہونا ضروری ہے ورنہ کس طرح سمجھائے گا؟ اس لئے اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ (عوام مبلغین) جتنا کتاب میں پڑھیں یا علماء حقہ سے سنیں وہی بیان کریں۔ اپنی طرف سے آیات واحادیث کی تفسیر وتشریح نہ کریں۔

(9)۔۔۔۔۔۔ مبلغ کی نیت صرف رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کا حصول اور اسلام کی سربلندی ہو۔

(10)۔۔۔۔۔۔ مبلغ کا با اخلاق اور ملنسار اور باکردار ہونا بے حد ضروری ہے۔

(11)۔۔۔۔۔۔ مبلغ صابر اور بردبار بھی ہو، ہوسکتا ہے جس کو سمجھایا جارہا ہے وہ بپھر جائے یا گالی وغیرہ بک دے۔ مبلغ کے لئے یہ موقع امتحان کا ہوتا ہے۔ اگر دامنِ صبر ہاتھ سے جاتا رہا اور آپ نے بھی خدانخواستہ غصہ کا مظاہرہ کیا تو آپ بازی ہار گئے۔

(12)۔۔۔۔۔۔ مبلغ کے مزاج میں بے جا غصہ ہو ہی نہ، نرمی ہی نرمی ہونی چاہے۔

(13)۔۔۔۔۔۔ عوام (یعنی جو عالم نہ ہو) ہرگز مشہور ومعروف علمائے حَقّہ اور مفتیانِ کرام کی ٹوہ میں نہ رہیں۔ ان کی غلطیاں نہ نکالیں۔ ان کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر نہ کریں کہ یہ بے ادبی ہے ہوسکتا ہے کہ وہ حضرات کسی خاص مصلحت کے تحت ایسا کر رہے ہوں۔ اور عوام کی نظر وہاں تک نہ پہنچے۔

(الفتاوی الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء۔۔۔۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۳۵۳)

(14)۔۔۔۔۔۔کسی کو گناہ کرتا دیکھیں اور معاذ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) خود بھی وہی گناہ کرتے ہیں پھر بھی اسے گناہ سے منع کریں۔ کیونکہ آپ کے ذمے تو دو چیزیں واجب ہیں: (۱) برے کام سے بچنا اور (۲) دوسرے کو برے کام سے منع کرنا۔ اگر ایک واجب کے تارک ہیں تو دوسرے کے تارک کیوں بنیں؟

(الفتاوی الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء۔۔۔الخ، ج۵، ص۳۵۳)

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً پہنچا دو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الحدیث ۱۹۸، ج۱، ص۵۹)

(15)۔۔۔۔۔۔جو کچھ دوسروں کو کہیں سب سے پہلے اپنے آپ کو اس کا مخاطب بنائیں۔ (16)۔۔۔۔۔۔عیش کوشیوں سے اجتناب کرتے رہیں اور اپنی زندگی سادگی کے ساتھ گزاریں۔

(17)۔۔۔۔۔۔خوشی، غمی اور بیماری وغیرہ کے مواقع پر لوگوں کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کریں۔

(18)۔۔۔۔۔۔لوگوں کو ان کی نفسیات کے مطابق محبت بھرے لہجے میں سمجھائیں۔

(19)۔۔۔۔۔۔دقیق مضامین اور پیچیدہ مسائل نہ چھیڑیں۔ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کا فرمان عالیشان ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

ترجمہ کنزالایمان: ''اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔'' (پ۱۴، النحل: ۱۲۵) (اور) منقول ہے: كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ ترجمہ: ''لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو۔'' (اور) حضرت سیدنا

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ باتیں ایسی بھی سنی ہیں کہ اگر تمہارے سامنے ظاہر کردوں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، الحدیث: ۱۲۰، ج۱، ص ۶۳)

(20)۔۔۔۔۔۔ نیکی کی دعوت دینے کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات، تکالیف اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کریں اور صبر واستقامت کا پہاڑ بن جائیں۔ (چنانچہ) تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس پر مصیبت آئے اور صبر کرنا دشوار معلوم ہو وہ میرے مصائب کو یاد کرلے۔“

(تنبیہ الغافلین، باب الصبر علی البلاء والشدۃ، ص ۱۳۶)

ظاہر ہے جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا راہِ خدا عزوجل میں تکالیف اٹھانا یاد کریں گے۔ توہمیں اپنی تکالیف اس کے آگے ہیچ نظر آئیں گی۔

(21)۔۔۔۔۔۔ احیائے سنت کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔

(22)۔۔۔۔۔۔ سنتیں سیکھنے اور سکھانے کی پاکیزہ آرزو اور اس راہ میں اخلاص وایثار کا جذبہ اپنے اندر بیدار رکھیں۔

(23)۔۔۔۔۔۔ عامی مبلغین کو چاہے کہ وہ بحث ومباحثہ (جدل ومناظرہ) میں نہ پڑیں بلکہ ایسے موقع پر علمائے حق کی طرف رجوع کریں کہ یہ انہیں حضرات کا شعبہ ہے۔ البتہ! اپنے عقائد واعمال میں پختہ ضرور رہیں۔

(24)۔۔۔۔۔۔ اپنے بیان میں ہمیشہ اس امر کا اہتمام رکھیں کہ اللہ عزوجل کی بے پایاں رحمت سے امید کی کیفیت بھی طاری رہے اور قہر وغضب کی بھی۔

(25)۔۔۔۔۔۔ اپنے بال بچوں کی اصلاح بھی کرتے رہیں۔ (چنانچہ) اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ

وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا''

ترجمۂ کنز الایمان: ''اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔'' (پ۲۸، التحریم: ۶)

(26) ـــــــــ والدین یا بڑے بہن بھائی اگر خطا کے مرتکب ہوں تو ہرگز ان پر شدت نہ کریں، نہایت ہی عاجزی اور نرمی کے ساتھ اصلاح کی درخواست کریں۔ ان سے الجھا نہ کریں۔

حضور سید عالم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد خلفاء راشدین، صحابہ کرام، اولیاء عظام اور علمائے ذوی الاحترام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی وعظ ونصیحت کے تسلسل کو برقرار رکھا جن کی مسلسل کوششوں سے چمن اسلام کی بہاریں اب بھی قائم ہیں۔ چنانچہ

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ''تاریخ اسلام میں بڑے بڑے عظیم البیان مقررین، واعظین اور خطباء نے اپنی فصاحت وبلاغت اور قدرتِ ادا وتاثیر سے یگانوں اور بیگانوں کو اس انداز سے متاثر کیا کہ وہ اسلام اور بانیِ اسلام صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شیدائی وفدائی بنے۔ جنہیں تاریخ نے خوب پذیرائی بخشی اور صفحاتِ دہر میں ان کا نام زندہ وپائندہ ہو گیا۔ مگر لسانی مواعظ وتبلیغ کا دائرہ، واعظ وخطیب اور مقرر ومبلغ کی حیاتِ ظاہری تک محدود رہتا ہے۔ جب آنکھ بند ہوئی ان کے پند ونصائح کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کے برعکس ان مبلغین وواعظین، خطباء اور مقررین کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں جنہوں نے اپنے مواعظ حسنہ کے لئے قلم کو وسیلہ بنایا اور اس سلسلہ میں نہایت محنت کی، ایمان افروز، روح پرور اور دلکش خطبات ومواعظ کو کتابوں کی صورت دی۔ تصانیف کو منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا اور نہ صرف ان کی حسنِ حیات سے

لوگوں نے استفادہ کیا بلکہ صدیاں گزر گئیں، زمانے بیت گئے، مگر ان کی قلمی تبلیغ سے اہل علم و عمل، خاص و عام سبھی مستفید ہوتے آرہے ہیں۔"

(مقدمہ دُرۃ الناصحین (مترجم)، ج ۱، ص ۳)

☆☆☆☆☆

الحدیث التاسع والعشرون

جنت میں لے جانے والے اعمال

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی الله عنه قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ الله أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ وَإِنَّه لَيَسِيْرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَه الله تَعَالَى عَلَيْهِ: تَعْبُدُ الله لَا تُشْرِكُ بِه شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ. ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ: الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا: ﴿تَتَجَافَى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾(۱) حَتَّى بَلَغَ- ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾(۲) ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُوْدِه وَذِرْوَةِ سَنَامِه؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُوْلَ الله قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُوْدُه الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِه الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّه؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُوْلَ الله. فَأَخَذَ بِلِسَانِه وَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا. قُلْتُ يَا نَبِيَّ الله وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِه؟ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ. وَهَل يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِم أَوْ قَالَ: عَلَى مَنَاخِرِهِم إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِم) رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ(۳) وقال: حديث حسن صحيح-

---

(۱) السجدة: ۱۶ (۲) السجدة: ۱۷ (۳) "سنن الترمذي"، كتاب الإيمان عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، باب ما جاء في حرمة الصلاة، ر: 2625، 4/280

روایت ہے حضرت معاذ (ابن جبل) سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا[1] یارسول اللہ مجھے ایسا کام بتایئے جو مجھے جنت میں داخل اور دوزخ سے دور کردے[2] فرمایا تم نے بڑی چیز پوچھی[3] ہاں جس پر اللہ آسان کرے اُسے آسان ہے[4] اللہ کو پوجو[5] اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ جانو نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو[6] پھر فرمایا کیا میں تم کو بھلائی کے دروازے نہ بتادوں[7] روزہ ڈھال ہے[8] خیرات گناہوں کو ایسا بجھاتی ہے جیسے پانی آگ کو[9] اور درمیانی رات میں انسان کا نماز پڑھنا[10] پھر یہ تلاوت کی کہ ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں[11] (یعلمون تک) پھر فرمایا کہ میں تمہیں ساری چیزوں کا سر، ستون، کوہان کی بلندی نہ بتادوں[12] میں نے کہا ہاں یارسول اللہ[13] فرمایا تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون[14] نماز اور کوہان کی بلندی جہاد ہے[15] پھر فرمایا کہ کیا تمہیں ان سب کے اصل کی خبر نہ دے دوں[16] میں نے عرض کیا ہاں یا نبی اللہ پس حضور نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اسے روکو[17]) میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا زبانی گفتگو پر بھی ہماری پکڑ ہوگی[18] فرمایا تمہیں تمہاری ماں روئے اے معاذ[19] لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر زبانوں کی کٹوتی[20] یہ حدیث ترمذی نے روایت کی۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یارخان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[1] غزوۂ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی، جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں نے حضور کے ساتھ آرام کیا۔ (مرقاۃ)

[2] یہ اسناد مجازی ہے جنت، دنیا، دوزخ سے بچانا رب کا کام ہے۔ چونکہ عمل

اس کا ذریعہ ہے اس لیے اسے فاعل قرار دیا گیا لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں، دوزخ سے بچاتے ہیں، ہمارے اعمال سے حضور کا توسل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔

۳ کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ بھی بڑا ہی ہوگا۔

۴ یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یا وہ اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے، ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھائے سے اوپر ہوتا ہے، ہماری پیدائش مٹی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔

۵ یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر تو آگے آرہا ہے یہاں مضارع بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر۔

۶ اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت، روزہ ہر سال رمضان میں، زکوۃ ہر سال، اگر مال ہو حج عمر میں ایک مرتبہ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صرف فرائض مراد ہیں جن پر جنتی ہونا موقوف ہے۔

۷ یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں جیسے روزہ نفس توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کرسکتا ہے۔ کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔

۸ جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہوجاتا ہے۔

۹ چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی، غریبوں کی حاجت روائی بھی، اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسیر ہے، جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے۔

۱۰ یعنی نماز تہجد، نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلٰی ہے اور نمازوں میں اطاعت غالب ہے اس نماز میں عشق، نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کے لیے بھیجی، حضور کے طفیل سے ہمیں ملی، فرماتا ہے: ''فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ''۔

۱۱ یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں، پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں، تہجد کے لیے پہلے سو لینا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا، بعد تہجد بھی سونا سنت ہے، یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں۔

۱۲ یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی، پھر اس کے لیے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخلیل میں ہوتا ہے۔

۱۳ یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کے لئے ہیں کیونکہ انتظار کے بعد جو شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔

۱۴ چیز سے مراد دین ہے۔ دینداری اسلام کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی، جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت و بلندی ہے، جیسے ستون سے چھت کی۔

۱۵ جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے، جیسے کوہان سے اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے۔ جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسان، سنان، اقلام سبھی سے ہوتا ہے، کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے۔

۱۶ ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قوام قائم ہو، یعنی اصل الاصول۔

۱۷ کہ پہلے تولو بعد میں بولو، زبان کو لگام دو، رب نے چھونے کے لیے دو ہاتھ، چلنے کے لیے دو پاؤں، دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، سننے کے لیے دو کان دیئے، مگر بولنے کے لیے زبان صرف ایک ہی دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ۔

۱۸ یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری، زنا، قتل وغیرہ جرم قابل

گرفت ہیں مگر وہ زبان سے نہیں ہوتے۔

۱۹ عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں۔ اے رُڑ جائیں، اُڑ پڑ جائیں اردو میں مارے جتیارے، ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی تو گم جائے یا مرجائے اور ماں تجھے رو رو کر ڈھونڈے یا یاد کرے۔

۲۰ کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت و خواری کے ساتھ پھینکے جانے کا ذریعہ ہیں۔ حصائد وہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا کٹوتی انسان کا ہر لفظ نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گویا اس کا کھلیان ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱، ص۲۷)

زبان کی آفات

جان لو! زبان کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اس کے خطرے سے نجات صرف خاموشی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیِّ اکرم، نورِ مجسم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خاموشی کی تعریف کی اور خاموش رہنے کی ترغیب دی۔

چنانچہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''مَنْ صَمَتَ نَجَا ترجمہ: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔'' (جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب حدیث من کان یؤمن اللہ فلیکرم ضیفہ، الحدیث ۲۵۰۱، ص ۱۹۰۳)

سیدُ المبلغین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اَلصَّمْتُ حِکَمٌ وَقَلِیْلٌ فَاعِلُہٗ ترجمہ: خاموشی حکمت ہے اور اسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔'' (شعب الایمان للبیہقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لا یعنیہ،

الحدیث ۵۰۲۶، ج۴، ص ۲۶۴)

شہنشاہِ نبوت، پیکرِ جود و حکمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَنْ يَّتَكَفَّلْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَرِجْلَيْهِ اَتَكَفَّلْ لَهُ بِالْجَنَّةِ

ترجمہ: جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللِّسان، الحدیث ۶۴۷۴، ص ۵۴۳، مفہوما)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے منہ میں چھوٹے چھوٹے پتھر رکھتے تھے، جن کے ذریعے گفتگو سے پرہیز کرتے، نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے: "اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں پہنچایا۔"

حضرت سیِّدُنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "اُس اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کوئی چیز زبان سے زیادہ قید کی محتاج نہیں۔"

نبیِّ اَکرم، نورِ مجسم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

طُوْبٰى لِمَنْ اَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ اَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَّالِهٖ

ترجمہ: اس شخص کو مبارک ہو جو اپنی زبان کو فضول گوئی سے روک لے اور اپنے زائد مال کو خرچ کر دے۔ (شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزکاۃ، فصل فی کراھیۃ ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۳۳۸۸، ج۳، ص ۲۲۵، لسانہ: بدلہ: قولہ)

حضرت سیِّدُنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد

فرمایا: ''کوئی شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا والا ایسا کلمہ کہتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ وہ کس بلندی تک پہنچے گا مگر اس کی وجہ سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ قیامت تک اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتا ہے اور کوئی آدمی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ناراضگی والا ایک کلمہ کہتا ہے، حالانکہ وہ شخص اسے معمولی سمجھتا ہے لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے سبب قیامت تک اس کے لئے ناراضگی لکھ دیتا ہے۔'' (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب النھی عن فضول الکلام والخوض فی الباطل، الحدیث ۷۰، ج ۷، ص ۶۷۔۶۸)

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے تھے: حضرت سیِّدُنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت نے مجھے اکثر باتوں سے روکا ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص ایسی بات کہتا ہے جس کے ذریعے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو ہنساتا ہے، مگر وہ اس کے باعث ثریا (ستارے) سے بھی زیادہ دور جا گرتا ہے۔'' (الموسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب النھی من فضول الکلام، الحدیث ۷۱، ج ۷، ص ۶۸۔۶۹) (لبابُ الاحیاء ص ۲۳۳)

☆☆☆☆☆

الحدیث الثلاثون

اللہ عزوجل کی حدود

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ جُرْثُومِ بْنِ نَاشِرٍ رضی الله عنه عَنْ رَسُولِ الله صلی الله علیه وسلم قَالَ: إِنَّ الله فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوها، وَحَدَّ حُدُوداً فَلَا تَعْتَدُوها وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوها، وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا۔ حدیث حسن رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وغیره.

روایت ہے حضرت ابی ثعلبہ خشنی سے [1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے کچھ فرائض لازم فرمائے انہیں ضائع نہ کرو [2] کچھ محرمات حرام کیے ان کی حرمت نہ توڑو [3] کچھ حدیں مقرر کیں ان سے آگے نہ بڑھو [4] کچھ چیزوں سے (بغیر بھولے) خاموشی کی ان سے بحث نہ کرو [5] اس حدیث کو دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا یہ حدیث حسن ہے۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

---

[1] آپ کا نام جرثوم ابن ناشر ہے، قبیلۂ بنی قزاعہ کے خاندان خشن سے متعلق ہیں، آپ جلیل القدر صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں حاضر تھے۔ آپ کی وجہ سے آپ کی قوم اسلام، لائی شام مین قیام فرمایا، ۷۵ھ میں وفات پائی آپ سے چالیس

احادیث مروی ہیں۔

۲؎ یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو، نیز اخلاص سے ادا کرو۔ خیال رہے کہ فرض وہ ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کافر۔

۳؎ اس طرح کہ حرام کے قریب بھی نہ جاؤ کرنا تو کجا۔

۴؎ یعنی حلال وحرام کی حدوں کو نہ توڑو، نمازیں پانچ فرض ہیں۔ چار یا چھ نہ مانو، زکوۃ مال کا (۴۰) چالیسواں حصہ فرض ہے، کم وبیش پر عقیدہ مت رکھو، چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھیں وغیرہ۔

۵؎ یعنی بعض چیزوں کی حلت وحرمت صراحتًا قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو وہ مباح ہیں عمل کیے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے: "عَفَی اللهُ عَنْهَا" حضور فرماتے ہیں جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہے جیسا کہ "کتاب الاطعمۃ" میں آئیگا۔ (ازمرقاۃ وغیرہ) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱ ص۱۹۵)

حلال وحرام کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے

رَحمتِ دو عالم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، نبیِّ مُحتَشَم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے: "جو کوئی اللہ عزوجل کے فرائض کے مُتَعَلِّق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور اسے اچھی طرح یاد کرلے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو وہ جنّت میں ضَرور داخل ہوگا۔ سیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ ارشادِ پاک سننے کے بعد میں کبھی بھی کوئی حدیث نہ بھولا۔" (الترغیب والترھیب ج1 ص54 حدیث 20)

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: ہر شخص پر اُس کی حاجتِ موجودہ (یعنی جس کی ضرورت اُس وقت موجود ہو اس) کے مسئلے سیکھنا فرضِ عَین ہے اور انہیں میں سے مسائلِ حلال وحرام کہ

ہر فردِ بشر ان کا محتاج ہے۔

(تفصیلی معلومات کیلئے فتاوٰی رضویہ ج 23 ص 623 تا 630 کا مطالعہ فرمائیے)

علم سیکھنا فرض ہے

حضرتِ سیِّدُنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ پاک، صاحب لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد (وعورت) پر فرض ہے۔'' (شعب الایمان، باب فی طلب العلم، الحدیث: ۱۶۶۵، ج ۲، ص ۲۵۴)

ہر مسلمان مرد عورت پر علم سیکھنا فرض ہے، (یہاں) علم سے بَقَدَرِ ضرورت شرعی مسائل مُراد ہیں لہٰذا روزے نماز کے مسائلِ ضروریہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض، حیض و نفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر، تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر، حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر عین فرض ہیں لیکن دین کا پورا عالم بننا فرضِ کفایہ کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کر دیا تو سب بری ہو گئے۔ (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۰۲)

☆☆☆☆☆

الحديث الحادي والثلاثون

دنیا سے بے رغبتی

عَنْ أَبِي العَبَّاسِ سَعدِ بنِ سَهلِ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَا رَسُولَ الله: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي الله وَأَحَبَّنِي النَّاسُ، فَقَالَ: ازْهد في الدُّنيا يُحِبَّكَ الله وازْهد فيما عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ. حديث حسن رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وغيره بأسانيد حسنة.

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا تو بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسے کام پر رہبری کریں کہ جب میں وہ کروں تو مجھ سے اللہ بھی محبت کرے اور لوگ بھی محبت کریں [۱] فرمایا دنیا میں بے رغبت رہو تم سے اللہ محبت کرے گا [۲] اور لوگوں کی پاس کی چیزوں سے بے رغبت رہو تم سے لوگ محبت کریں گے [۳] (ترمذی، ابن ماجہ) [۴]

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[۱] معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور سے ہو اللہ کی رحمت ہے، محبت خلق محبت خالق کی علامت ہے انتم شهداء الله في الارض لہٰذا لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا

ممنوع نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ مولی **واجعل لی لسان صدق فی الاخرین** آئندہ نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری فرما لہٰذا ان صاحب کا یہ سوال بالکل برحق ہے۔

۲؎ دنیا سے بے رغبتی کے رکن تین ہیں: محبت دنیا سے علیحدگی، زائد دنیا سے پرہیز، آخرت کی تیاری، ایسے شخص سے اللہ تعالٰی محبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دشمن سے محبت نہیں کرتا دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے۔ (مرقات) صوفیاء فرماتے ہیں کہ آگ کے ڈر سے دنیا میں رہتے ہوئے اس سے الگ رہنا زہد ہے۔ کسی صوفی نے کیا خواب کہا شعر

وما الزھد الا فی انقطاع الخلائق   وما الحق الا فی وجود الحقائق
وما الحب الاحب من کان قلبه   عن الخلق مشغولا برب الخلائق

نیز جو دنیا سے بے رغبت ہوگا وہ گناہ کم کرے گا نیکیاں زیادہ اور ایسا بندہ ضرور اللہ تعالٰی کو پیارا ہے۔

۳؎ دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے۔ جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے گا تو خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اسی سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہوگا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے۔ شعر

آس بگذار بادشاہی کن   گردن بے طمع بلند بود

۴؎ یہاں صاحب مشکوۃ سے یا کاتب سے غلطی ہوئی کہ ترمذی کا ذکر بھی کر دیا یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں مذکور ہے ترمذی میں نہیں اور زہد فی الدنیا سے آخر تک ابن ماجہ، طبرانی، حاکم، بیہقی نے بروایت سہل ابن سعد روایت کی۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۷ ص ۳۳)

زہد کیا ہے؟

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لبابُ الاحیاء میں فرماتے ہیں:

زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ رغبت کو ایک چیز سے پھیر کر کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ کیا جائے، پس جو شخص فضول دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی بجائے آخرت کی طرف راغب ہو، تو وہ شخص دنیا میں زاہد ہے اور زہد کا بلند درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے علاوہ ہر چیز حتّٰی کہ آخرت سے بھی اعراض کرے اور زاہد کے لئے اس بات کا علم ہونا ضروری ہے، کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور اس عمل کا ہونا ضروری ہے، جو اس سے اس حال میں صادر ہو اور یہی آخرت میں مکمل رغبت ہے اور عمل دِل اور اعضاء کی حفاظت کے ساتھ ان معاملات میں قیمت کو سپرد کرنے کا نام ہے، جو اس بیع کے منافی ہوں اور زہد کی فضیلت پر کئی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔

چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

(1) اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا O

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔ (پ15، الکہف: 7)

(2) وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ O

ترجمۂ کنز الایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں۔ (پ25، الشوریٰ: 20)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ”جو شخص اس حال میں صبح کر

ے کہ اُسے دنیا ہی کی فکر ہو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے کام منتشر کر دیتا ہے اور اس کا سامان متفرق کر دیتا ہے، اس کی تنگدستی اس کے سامنے کر دیتا ہے اور دُنیا تو اسی قدر آئے گی، جو اس کی تقدیر میں لکھی ہے اور جو اس حال میں صبح کرے کہ اس کو آخرت کی فکر ہو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے کام درست فرما دیتا ہے، اس کے سامان کی حفاظت فرماتا اور اس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی ڈال دیتا ہے نیز اس کے پاس دنیا ذلیل ہوکر آتی ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب الھم بالدنیا، الحدیث ۴۱۰۵، ص۲۷۲۶، بتغیرٍ قلیلٍ)

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حکمت نشان ہے: ''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے تو اس کے قریب ہوجاؤ کیونکہ اسے حکمت عطا کی گئی ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ص۲۷۲۶، بتغیرٍ قلیلٍ)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے:

اِنْ اَرَدْتَ اَنْ یُّحِبَّکَ اللہُ فَازْھَدْ فِی الدُّنْیَا۔

ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ تم سے محبت کرے تو دنیا میں زُہد اختیار کرو۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۲، ص۲۷۲۶، ملخصاً)

جب حضرت سَیِّدُنا حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں عرض کی: ''میں سچا مؤمن ہوں۔'' تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: ''تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا ہے، پس میرے نزدیک اِس (دُنیا) کا سونا اور پتھر برابر ہیں، گویا میں جنّت اور دوزخ کے مابین ہوں اور گویا میں اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کے عرش کے پاس کھڑا ہوں۔'' آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد

فرمایا: ''تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا، پس اس کو لازم پکڑنا (پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا حارثہ کے متعلق فرمایا) یہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نورِ ایمان سے منوّر کر دیا۔''

(الزھد الکبیر للبیہقی، الحدیث ۹۷۳، ص ۵۵ ملخصاً)

زُہد کے درجات

زہد کے تین درجات ہیں:

پہلا درجہ: یہ ہے کہ انسان تکلُّف کے ساتھ دُنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اور اپنی خواہشات کے باوجود اسے ترک کرنے کی کوشش کرے، تو ایسا شخص مُتزَہِّد ہے اور ہو سکتا ہے وہ اس پر مداومت اختیار کر کے زُہد کو پالے۔

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے یعنی وہ جس چیز کی طمع کر رہا ہے اس کی نسبت سے دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی شخص دو درہم کے لئے ایک درہم چھوڑ دیتا ہے اور یہ چیز اس پر دشوار نہیں ہوتی لیکن اس کی توجہ دُنیا اور اپنے نفس کی طرف بھی رہتی ہے (یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑی اہم چیز کو چھوڑا ہے) اور یہ بھی زہد ہے، لیکن اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔

تیسرا درجہ: سب سے اعلیٰ ہے اور وہ یہ کہ بندہ خوشی سے زہد اختیار کرے اور اپنے زہد میں مبالغہ اختیار کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کوئی چیز نہیں اس کی مثال اس شخص کی ہے، جس نے پتھر کو چھوڑا اور موتی لے لیا، پس وہ اس چیز کو اس کا بدلہ نہیں سمجھتا اور دنیا کی آخرت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ عبدالرحمن علیہ رحمۃ اللہ المنّان سے پوچھا: ''آپ کس چیز کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں؟'' انہوں

نے جواب دیا: ”زہد کے بارے میں۔“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: ”کس چیز میں زہد؟“ جواب دیا: ”دنیا میں“ (یہ سن کر) حضرت سیّدنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے فرمایا: ”میرا خیال تھا کہ آپ کسی چیز کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں گے، دنیا تو کوئی چیز ہی نہیں جس میں زہد اختیار کیا جائے۔“

اہلِ معرفت اور مشاہدات و مکاشفات سے معمور دل رکھنے والوں کے نزدیک آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے، جو بادشاہ کے دربار میں جانا چاہتا ہے لیکن دروازے پر موجود کتا اسے روک لیتا ہے تو وہ اس کے سامنے روٹی کا ایک لقمہ ڈالتا ہے تو وہ اس میں مشغول ہو جاتا ہے، اور وہ خود دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور بادشاہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کا حکم تمام مملکت میں نافذ ہونے لگتا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا وہ اپنے حاصل کئے ہوئے مقام کے مقابلے میں اس لقمے کو زیادہ اہمیت دے گا، جو اس نے کتے کے سامنے ڈالا؟ شیطان بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دروازے پر ایک کتا ہے، جو لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے، حالانکہ دروازہ کھلا اور پردہ اٹھا ہوا ہے۔ اور دنیا روٹی کے ایک لقمے کی طرح ہے، اگر تم اسے کھاؤ تو اس کی لذت صرف چبانے کی حد تک ہے، پھر نگلتے ہی لذّت ختم ہو جائے گی، پھر اس کا بوجھ معدے میں باقی رہتا ہے اور بدبو کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر اس بوجھ کو نکالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پس جو شخص اسے بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ترک کرتا ہے، تو وہ اس کی طرف کیسے متوجہ ہو گا؟ اور دنیا جو کسی شخص کو صحیح وسلامت حاصل ہوتی ہے آخرت کے مقابلے میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو ایک لقمے کو دنیوی ملک کے ساتھ حاصل ہے، کیونکہ جس کی کوئی انتہاء ہو اسے غیر متناہی چیز سے کوئی نسبت نہیں اور دنیا عنقریب ختم ہونے والی ہے، اگرچہ اس کی عمر لاکھ سال ہو جائے اور وہ کدورتوں سے بالکل صاف ہو جائے پھر بھی اس کا انجام

زوال ہی ہے۔

اے بھائی! جب تو نے یہ بات جان لی تو یہ بھی جان لو! اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم رضائے الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے اس کے سوا ہر چیز سے بے رغبت ہو جاؤ اور یہ چیز اللہ عَزَّ وَجَلَّ (کے دیدار) کی لذت اور اس کے سوا ہر نعمت سے زہد اختیار کرنے کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس تمہیں چاہیے کہ اپنی ضرورت کے مطابق کھانا، لباس، نکاح اور رہائش اختیار کرو، جس سے تمہارے بدن کا گزارہ ہو اور تم اپنا دِفاع کر سکو، یہی حقیقی زہد ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم۔ (لباب الاحیاء، ۳۲۹)

☆☆☆☆☆

الحدیث الثانی والثلاثون

اسلام امن وسلامتی کا پیغام

عن أبي سعيد سعد بن مالك بن سنان الخدري رضى الله عنه أنّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم قال: لا ضَرَرَ ولا ضِرارَ. حديث حسنٌ رواه ابنُ ماجه والدّارقطنيُّ وغيرُهما مُسنَداً، ورواه مالكٌ في الموطأ مُرسلاً عن عمرو بن يحيى عن أبيه عن النبيّ صلى الله عليه وسلم فأسقط أبا سعيد، وله طُرقٌ يُقوّي بعضُها بعضاً۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، ر: 2340، 3/106)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اسلام میں نہ کوئی تکلیف ہے نہ دوسرے کو تکلیف پہنچانا۔

نہ تکلیف دو، نہ تکلیف اٹھاؤ

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، رقم ۱۰، ج ۱، ص ۱۵)

یعنی مسلمان کا اسلامی نشان یہ ہے کہ تمام مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے سلامت رہیں۔

مطلب یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ دے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی

اپنے اسلامی بھائیوں کے لیے بھی پسند کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، رقم ۱۳، ج ۱، ص ۱۶)

ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے لیے یہ پسند نہیں کریگا کہ وہ تکلیفوں میں مبتلا ہو اور دکھ اٹھائے تو پھر فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہر شخص پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے کسی قول و فعل سے کسی کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچائے اس لیے مندرج ذیل باتوں کا خاص طور پر ہر مسلمان کو خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۱) کسی کے گھر مہمان جاؤ یا بیمار پرسی کے لیے جانا ہو تو اس قدر زیادہ دنوں تک یا اتنی دیر تک نہ ٹھہرو کہ گھر والا تنگ ہو جائے اور تکلیف میں پڑ جائے۔

(۲) اگر کسی کی ملاقات کے لیے جاؤ تو وہاں اتنی دیر تک مت بیٹھو یا اس سے اتنی زیادہ باتیں نہ کرو کہ وہ اکتا جائے یا اس کے کام میں حرج ہونے لگے کیونکہ اس سے یقیناً اس کو تکلیف ہوگی۔

(۳) راستوں میں چارپائی یا کرسی یا کوئی دوسرا سامان برتن یا اینٹ پتھر وغیرہ مت ڈالو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ روزانہ کی عادت کے مطابق بے کھٹکے تیزی کے ساتھ چلے آتے ہیں اور ان چیزوں سے ٹھوکر کھا کر الجھ کر گر پڑتے ہیں بلکہ خود ان چیزوں کو راستوں میں ڈالنے والا بھی رات کے اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گرتا ہے اور چوٹ کھا جاتا ہے۔

(۴) کسی کے گھر جاؤ تو جہاں تک ہو سکے ہرگز ہرگز اس سے کسی چیز کی فرمائش نہ کرو۔

بعض مرتبہ بہت ہی معمولی چیز بھی گھر میں موجود نہیں ہوتی اور وہ تمہاری فرمائش پوری نہیں کر سکتا ایسی صورت میں اس کو شرمندگی اور تکلیف ہوگی اور تم کو بھی اس سے کوفت اور تکلیف ہوگی کہ خواہ مخواہ میں نے اس سے ایک گھٹیا درجے کی چیز کی فرمائش

کی اور زبان خالی گئی۔

(۵) ہڈی یا لوہے شیشے وغیرہ کے ٹکڑوں یا خاردار شاخوں کو نہ خود راستوں میں ڈالو نہ کسی کو ڈالنے دو اور اگر کہیں راستوں میں ان چیزوں کو دیکھو تو ضرور راستوں سے ہٹا دو ورنہ راستہ چلنے والوں کو ان چیزوں کے چبھ جانے سے تکلیف ہوگی اور ممکن ہے کہ غفلت میں تمہیں کو تکلیف پہنچ جائے اسی طرح کیلے اور خربوزہ وغیرہ کے چھلکوں کو راستوں پر نہ ڈالو ورنہ لوگ پھسل کر گریں گے۔

(۶) کھانا کھاتے وقت ایسی چیزوں کا نام مت لیا کرو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو کیونکہ بعض نازک مزاج لوگوں کو اس سے بہت تکلیف ہو جایا کرتی ہے۔

(۷) جب آدمی بیٹھے ہوئے ہوں تو جھاڑو مت دلواؤ کیونکہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

(۸) تمہاری کوئی دعوت کرے تو جتنے آدمیوں کو تمہارے ساتھ اس نے بلایا ہے خبردار اس سے زیادہ آدمیوں کو لے کر اس کے گھر نہ جاؤ شاید کھانا کم پڑ جائے تو میزبان کو شرمندگی اور تکلیف ہوگی اور مہمان بھی بھوک سے تکلیف اٹھائیں گے۔

(۹) اگر کسی مجلس میں دو آدمی پاس پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہوں تو خبردار تم ان دونوں کے درمیان میں جا کر نہ بیٹھ جاؤ کہ ایسا کرنے سے ان دونوں ساتھیوں کو تکلیف ہوگی۔

(۱۰) عورت کو لازم ہے کہ اپنے شوہر کے سامنے کسی دوسرے مرد کی خوبصورتی یا اس کی کسی خوبی کا ذکر نہ کرے کیونکہ بعض شوہروں کو اس سے تکلیف ہوا کرتی ہے اسی طرح مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے سامنے کسی دوسری عورت کے حسن و جمال یا اس کی چال ڈھال کا تذکرہ اور تعریف نہ کرے کیونکہ بیوی کو

اس سے تکلیف پہنچے گی۔

(۱۱) کسی دوسرے کے خط کو کبھی ہرگز نہ پڑھا کرو ممکن ہے خط میں کوئی ایسی راز کی بات ہو جس کو وہ ہر شخص سے چھپانا چاہتا ہو تو ظاہر ہے کہ تم خط پڑھ لو گے تو اس کو تکلیف ہوگی۔

(۱۲) کسی سے اس طرح کی ہنسی مذاق نہ کرو جس سے اس کو تکلیف پہنچے اسی طرح کسی کو ایسے نام یا القاب سے نہ پکارو جس سے اس کو تکلیف پہنچتی ہو قرآن مجید میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

(۱۳) جس مجلس میں کسی عیبی آدمی کے عیب کا ذکر کرنا ہو تو پہلے دیکھ لو کہ وہاں اس قسم کا کوئی آدمی تو نہیں ہے ورنہ اس عیب کا ذکر کرنے سے اس آدمی کو تکلیف اور ایذاء پہنچے گی۔

(۱۴) دیواروں پر پان کھا کر نہ تھوکو کہ اس سے مکان والے کو بھی تکلیف ہوگی اور ہر دیکھنے والے کو بھی گھن پیدا ہوگی۔

(۱۵) دو آدمی کسی معاملہ میں بات کرتے ہوں اور تم سے کچھ پوچھتے نہ ہوں تو خواہ مخواہ تم ان کو کوئی رائے مشورہ نہ دو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے یہ تکلیف دینے والی بات ہے۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ تم اس کوشش میں لگے رہو کہ تمہارے کسی قول یا فعل یا طریقے سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور تم خود بلا ضرورت خواہ مخواہ کسی تکلیف میں پڑو۔ (جنتی زیور ۵۴۹_۵۵۱)

☆☆☆☆☆

الحديث الثالث والثلاثون

جامع قانون

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَهُمْ، وَلٰكِنِ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ، وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ ۔ حديث حسن رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ(۱) وغيره هكذا(۲)، وبعضه في الصَّحِيْحَيْنِ(۳).

(۱) "سنن البيهقي الكبرى"، كتاب الدعوى والبينات، باب البينة على المدعي، ر: 21201،
10/427 (۲) "سنن ابن ماجه"، كتاب الاحكام، باب البينة على المدعي...إلخ، ر: 2321،
3/96 (۳) "صحيح البخاري"، تفسير سورة آل عمران، باب قوله تعالى: إن الذين يشترون بعهد الله،
ر: 4552، 4/190 (صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب اليمين على مدعى عليه، ر: 1711، ص: 941)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اگر لوگوں کو ان کے دعووں پر دے دیا جائے[۱] تو لوگ انسانوں کے خونوں ان کے مالوں کا دعویٰ کردیں[۲] لیکن قسم مدعیٰ علیہ پر ہے[۳] (مسلم) اور نووی شرح مسلم میں ہے انہوں نے فرمایا کہ بیہقی کی روایت میں حسن یا صحیح اسناد سے بروایت ابن عباس مرفوعًا یہ زیادتی منقول ہے کہ لیکن گواہ مدعی پر ہے اور قسم انکاری پر[۴]

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱ اگر بفرض محال قانون اسلام یہ ہوجائے کہ ہر ایک کے دعویٰ پر بغیر گواہی اور بغیر اقرار مدعیٰ علیہ فیصلہ ہوجایا کرے۔

۲ یعنی ہر ایک کہہ دیا کرے کہ فلاں پر میرا اتنا قرض ہے اور فلاں نے میرے عزیز کو قتل کردیا ہے اس کا قصاص یا دیت دلوائی جائے اس پر ملک کا نظام ہی بگڑ جائے۔

۳ یہ فرمان عالی مجمل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہی موجود نہ ہو اور مدعیٰ علیہ اس کے دعویٰ کا اقراری نہ ہو انکاری ہو اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعیٰ علیہ پر ہے، یہ تینوں قیدیں خیال میں رہنی چاہئیں۔ چونکہ مدعی پر گواہی پیش کرنے کا وجوب بالکل ظاہر تھا اس لیے اس کا ذکر نہ فرمایا۔ (اشعہ) اگر قاضی نے مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی تو مدعی پھر قسم کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اس قانون سے حدود یعنی شرعی مقررہ سزائیں اور لعان وغیرہ علیحدہ ہیں کہ ان میں گواہی و قسم اس طرح نہیں، اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

۴ یعنی شیخ محی الدین نووی نے بحوالہ مذکورہ مدعی پر گواہی لازم ہونے کا ذکر بھی فرمایا۔ خیال رہے کہ بینۃ یا تو بنا ہے بینونۃ بمعنی جدائی سے یا بیان سے بمعنی ظہور، چونکہ گواہی شرعی حق و باطل کو جدا جدا کردیتی ہے یا اس سے چھپی چیز ظاہر ہوجاتی ہے اس لیے اسے بینہ کہتے ہیں۔ (مغرب، مرقات) خیال رہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہونا عظیم الشان قاعدہ ہے اور یہ حدیث معنیً متواتر ہے جیسے حدیث انما الاعمال بالنیات متواتر ہے، مدعی پر قسم نہیں مدعیٰ علیہ پر گواہی نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵ ص ۶۵۴)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صحیح مسلم میں اسی

موضوع پر یوں رقم طراز ہیں:

مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان اختلاط ضروری ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں احکام شریعت کے قواعد میں سے ایک اہم قاعدہ بیان کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی انسان کا قول صرف اس کے دعویٰ کی وجہ سے قبول نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے قبول ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا تو وہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے یا مدعیٰ علیہ اس کے دعویٰ کی تصدیق کر دے۔ اور نبی ﷺ نے یہ بیان فرما دیا ہے کہ محض کسی شخص کے دعویٰ کی وجہ سے اس کو اس کا حق نہیں دیا جائے گا کیونکہ اگر ایسا ہو تو ہر قوم دوسری قوموں کی جانوں اور اموال پر اپنے حق کا دعویٰ کرے گی۔ اور مدعیٰ علیہ کی جان اور مال کی حفاظت ممکن نہیں رہے گی۔ اور مدعی کی حفاظت گواہوں کے ذریعہ ممکن ہے، نیز اس حدیث میں امام شافعی اور جمہود فقاء اسلام کے اس موقف پر دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے اس پر قسم کھانا لازم ہے عام ازیں کہ اس کے اور مدعی کے مابین کوئی اختلاط اور میل ملاپ ہو یا نہ ہو، اسکے برخلاف امام مالک، جمہور فقہاء مالکیہ اور فقہاء مدینہ کی یہ رائے ہے کہ ہر مدعیٰ علیہ پر قسم کھانا لازم نہیں ہے ورنہ اہل غرض اور جہلا شرفاء پر جھوٹے دعوے کر کے ایک دن میں ان پر کئی قسمیں لازم کر دیں گے۔ اس لئے مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ میں کسی قسم کا کوئی ربط اور اختلاط ہو جس کی وجہ سے دعویٰ کی صحت کا گمان ہو سکے (ورنہ اوباش لوگ بلا وجہ کسی شریف آدمی پر دعویٰ کریں گے کہ اس نے ہماری فلاں چیز دینی ہے ورنہ یہ قسم کھائے۔ سعیدی غفرلہٗ) اختلاط کی تفسیر میں فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ایک یا دو آدمیوں کی شہادت سے یہ ثابت ہو کہ ان کے درمیان کوئی معاملہ یا قرض کا لین دین ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ معاملہ کا صرف شبہ بھی کافی ہے اور جمہور فقہاء اسلام

کی دلیل اس باب کی حدیث ہے جس کی رو سے مطلقاً ہر مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہے خواہ ان کے درمیان کسی قسم کا اختلاط اور ربط ہو یا نہ ہو اور کتاب، سنت اور اجماع میں اختلاط کی اصل پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵؟؟)

مدعی پر گواہ اور مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم کی حکمت

مدعی پر گواہ لازم کرنے کی ایک حکمت تو وہ ہے جس کا خود اس حدیث میں بیان ہے کہ اگر صرف مدعی کے دعویٰ کی بنا پر اس کی تصدیق کر دی جائے تو ہر شخص دوسرے شخص کی جان اور مال پر دعویٰ کرے گا اس لیے ضروری ہے کہ مدعی اپنے دعوی کے صدق پر گواہ پیش کرے، اور مدعیٰ علیہ چونکہ اس دعویٰ کا منکر ہوتا ہے اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر اپنی براءت کو ثابت کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مدعی کی جانب ضعیف ہوتی ہے کیونکہ وہ اس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے جو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے اور ظاہر حال کا تقاضا یہ ہے کہ چیز اسی کی ہے جس کے قبضہ میں ہے اس لیے مدعی کی جانب ظاہر حال کے خلاف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس وجہ سے اس پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعیٰ علیہ کی جانب قوی ہوتی ہے، کیونکہ ظاہر حال اس کا موید ہے اس وجہ سے اس لئے قسم کھانا کافی ہے۔

مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریفات

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریفات میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جو بغیر حجت اور دلیل کے اپنے دعویٰ کا مستحق نہ ہو سکے، دوسرا قول یہ ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر حال کے خلاف دعویٰ کرے، تیسرا قول یہ ہے کہ مدعی ایک ایسی پوشیدہ چیز کا ذکر کرے جو ظاہر کے خلاف ہو چوتھا قول یہ ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جو اگر اپنے دعویٰ کو چھوڑ دے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور یہ

تعریف احسن ہے کیونکہ یہ جامع اور مانع تعریف ہے، اور مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جو بغیر حجت کے اپنی چیز کا مستحق ہوتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ وہ ہے جو ظاہر کے ساتھ متعلق ہو اور تیسرا قول یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے کہ اگر وہ مقدمہ کو چھوڑنا چاہے تو اس کو نہ چھوڑا جائے بلکہ مقدمہ پر مجبور کیا جائے۔ (علامہ بدالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۵۔ ۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابوعبداللہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جس کا دعویٰ اصل کے مطابق ہو اور اصل یہ ہے کہ اس کے خلاف کوئی مقدمہ اور معاملہ نہ ہو، اور مدعی وہ شخص ہے جو اس اصل کو اپنی طرف منتقل کرنے کی سعی کرے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بچہ یا بڑا شخص حریت الاصل (اصل میں آزاد) ہونے کا دعویٰ کرے اور دوسرا شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا مملوک ہے تو اس شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جو حریت الاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ اصل میں تمام انسان آزاد ہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ شخص اس کا مملوک اور غلام ہے اس سے کہا جائے گا کہ تم گواہ پیش کرو۔ علامہ ابن حاجب نے یہ ذکر کیا ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جس کا دعویٰ کسی مصدق سے خالی ہو اور مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جس کا قول عرف اور اصل سے موید ہو، الغرض یہ تمام تعریفات اس تعریف کی طرف رجوع کرتی ہیں کہ مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جو اصل کا دعویٰ کرے اور مدعی وہ شخص ہے جو اس اصل کو اپنی طرف منتقل کرنے کا دعویٰ کرے۔ (علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال المعلم ج ۵۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

جائز اور حق بات پر قسم کھانے کے استحسان پر دلائل

جس شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور اس کے پاس گواہ نے ہوں تو ___ اس کے لیے قسم کھانا مباح ہے اور اس قسم کھانے سے اس پر کوئی گناہ ہوگا نہ کوئی وبال ہوگا،

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھانے کو مشروع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حرام چیز کو مشروع نہیں فرماتا، قرآن مجید میں تین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حق بات پر قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عمر نے حضرت ابی کے سامنے ایک کھجور کے درخت پر قسم کھائی پھر وہ ان کو ہبہ کر دیا، اور یہ فرمایا اگر میں نے قسم نہ کھائی تو مجھے یہ خوف ہے کہ لوگ اپنے حقوق پر قسم کھانا چھوڑ دیں گے اور قسم نہ کھانا سنت ہو جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: قسم کھانے میں دو فائدے ہیں ایک تو مال ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تمہارا مسلمان بھائی جو ظلم کر کے تمہارا حق مارنا چاہتا ہے تم قسم کھا کر اس کو اس ظلم سے باز رکھتے ہو اور اس کو ناحق مال غیر کھانے سے بچاتے ہو۔ یہ ظالم کی خیر خواہی ہے اور اس کو ظلم سے روکنا ہے اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان قسم کھا کر اپنا حق لے لے۔

اگر کوئی شخص قسم کھانے سے بچے اور اپنا جائز حق جھوٹے مدعیٰ علیہ پر چھوڑ دے تو اس میں ظالموں اور خائنوں کی حوصلہ افزائی ہو گی بلکہ اس طرح ظلم پر مدد اور معاونت ہو گی اور یہ جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لاتعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (مائدہ: ۲) ”گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔“ (علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۲۱۵۔ ۲۱۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

مذاہب ائمہ کی روشنی میں وہ مقدمات جن میں منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ حقوق کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کا حق ہے اور دوسرا بندے کا حق ہے اور دونوں حقوق کی دو، دو قسمیں ہیں:

بندے کے حق کی پہلی قسم

جو چیز مال ہو یا اس چیز سے مال مقصود ہو، اہل علم کے نزدیک اس میں قسم کھانا مشروع ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اگر مدعی نے اس حق پر دو گواہ پیش کر دے تو اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا ورنہ مدعیٰ علیہ قسم کھا کر بری ہو جائے گا۔

بندے کے حق کی دوسری قسم

جس چیز کا مقدمہ ہے وہ نہ تو مال ہو اور نہ اس سے مال مقصود ہو جیسے حد قذف، نکاح، طلاق، رجعت، عتق، نسب، استیلاء، وَلاء وغیرہ احمد کے اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس میں مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی نہ اس پر قسم پیش کی جائے گی، امام احمد کہتے ہیں کہ میں نے متقدمین میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو اموال اور ساز و سامان کے سوا کسی چیز میں قسم لینے کو جائز قرار دیتا ہو، امام مالک ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نکاح اور جو چیزیں نکاح سے متعلق ہیں مثلاً رجعت، ایلاء میں رجوع، ولاء اور نسب وغیرہ ان میں قسم طلب نہیں کی جائے گی، کیونکہ ان چیزوں کا بدل نہیں ہے اور قسم اس چیز میں طلب کی جاتی ہے جس کا بدل ہو، اور اس میں مدعیٰ علیہ کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ قسم کھا لے یا مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کرے۔ اور چونکہ یہ امور دو گروہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتے اس لیے ان میں مدعیٰ علیہ پر قسم نہیں پیش کی جاتی۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ طلاق، قصاص، اور قذف میں قسم طلب کی جائے گی، خرقی نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھ سے رجوع کر لیا تھا اور عورت یہ کہے کہ تیرے رجوع سے پہلے میری عدت پوری ہو چکی تھی تو عورت سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور جب چار ماہ کی عدت میں مرد اور عورت کا اختلاف ہو تو قسم کے ساتھ مرد کے قول کا اعتبار کیا جائے گا (یہ صورت ایلاء سے متعلق ہے۔ سعید غفرلہ) اور اس قول کے

تقاضے سے بندے کے ہر حق پر قسم طلب کی جائے گی۔ امام شافعی امام محمد اور امام ابو یوسف کا یہی قول ہے، کیونکہ امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں (کے حقوق) ان کے دعوؤں کے مطابق دے دیے جائیں تو ہر قوم دوسری قوم کی جانوں اور اموال پر دعویٰ کرے گی لیکن مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔'' رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہر قسم کے دعویٰ کو شامل ہے اور یہ فرمان قصاص کے دعویٰ کو بھی شامل ہے کیونکہ آدمی کے حق میں قصاص کا دعویٰ صحیح ہے لہٰذا مال کی طرح مدعیٰ علیہ سے جان پر قسم لینا بھی جائز ہے۔

اللہ کے حق کی پہلی قسم

یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان میں قسم مشروع نہیں ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے کسی جرم (مثلاً زنا) کا اقرار کیا اور پھر اس اقرار سے رجوع کر لیا تو اس کے رجوع کو قبول کر لیا جائے گا اور اس سے قسم نہیں لی جائے گی اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ اس کا پردہ رکھنا مستحب ہے اس لیے اس کو رجوع کی تلقین کی جاتی ہے اور گراہوں کے لیے بھی یہ مستحب ہے کہ وہ ستر کریں جیسا کہ حضرت ماعز کے قصہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہزال سے فرمایا تھا اگر تم اس کا پردہ رکھتے تو بہتر تھا۔

اللہ کے حق کی دوسری قسم

یہ حقوق مالیہ ہیں مثلاً عامل زکوٰۃ کسی شخص پر یہ دعویٰ کرے کہ اس کا نصاب زکوٰۃ مکمل ہو گیا ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں مالک نصاب کا قول بغیر قسم کے معتبر ہے اور لوگوں سے ان کے صدقات پر حلف نہیں کیا جائے گا، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ لوگوں سے ان کے صدقات کے متعلق حلف لیا جائے گا کیونکہ اس دعویٰ کی سماعت کی جاتی ہے اور یہ آدمی کے حق کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ حقوق اللہ ہیں اور حد کے مشابہ ہیں نیز صدقات کا ادا کرنا عبادت ہے اس لیے اس پر قسم نہیں لی جائے گی جیسا کہ نماز پر قسم نہیں لی جاتی اور اگر کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس پر قسم کا یا ظہار کا کفارہ ہے یا اس پر کسی صدقہ کی نذر ہے تو اس میں بغیر قسم لیے اس شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اس معاملہ میں دعویٰ کی سماعت نہیں کی جائے گی اور نہ کسی اور حد میں دعویٰ کی سماعت کی جائے گی کیونکہ اس معاملہ میں کسی مدعی کا حق نہیں ہے اور نہ کسی شخص کی اس پر ولایت ہے اس لیے اس دعویٰ کی سماعت نہیں ہوگی، ہاں اگر کسی معاملہ میں اللہ کے حق کے ساتھ بندے کا حق بھی متضمن ہو جائے تو پھر اس دعویٰ کی سماعت ہوگی مثلاً کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس نے اس کا مال چرایا ہے تاکہ اس سے وہ اپنا مال برآمد کرے یا اس کو اس مال کا ضامن کرے یا کسی شخص پر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اس کی باندی سے زنا کیا ہے تاکہ اس شخص سے باندی کا مہر وصول کیا جا سکے تو اس دعویٰ کی سماعت کی جائے گی۔ (علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۲۱۹، ۲۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

وہ مقدمات جن میں فقہاء احناف کے نزدیک منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حسب ذیل صورتوں میں منکر سے قسم نہیں لی جائے گی:

(۱) نکاح: مثلاً ایک شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کا اس عورت سے نکاح ہے اور عورت انکار کرے یا اس کے برعکس ہو۔

(۲) رجعت: مثلاً طلاق کی عدت گزرنے کے بعد مرد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا تھا اور عورت منکر ہے یا اس کے برعکس ہو۔

(۳) ایلاء: (یعنی چار ماہ تک عورت سے عملِ ازدواج نہ کرنے کی قسم کھانا،

اگر یہ مرد قسم پوری کرے تو چار ماہ بعد عورت بائنہ ہو جائے گی) میں رجوع کا دعویٰ کرنا، مثلاً چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد مرد یہ دعویٰ کرے کہ اس نے مدت کے اندر عمل ازدواج کرلیا تھا اور عورت منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۴) غلام ہونے کا دعویٰ: مثلاً کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۵) اُمِ ولد ہونے کا دعویٰ: مثلاً کوئی عورت اپنے مولیٰ پر دعویٰ کرے کہ وہ اس کی ام ولد ہے، اس کا عکس متصور نہیں ہے۔

(٦) وَلاء: مثلاً کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا مولیٰ ہے اور اس نے اس کو آزاد کیا تھا اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔ یا یہ صورت وَلاء موالات میں ہو۔

(۷) نسب: مثلاً کسی مجہول النسب کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے یا اس کا والد ہے اور شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۸) حدود: مثلاً کوئی شخص دوسرے شخص پر ایسے جرم کا دعویٰ کرے جس پر حدود میں سے کوئی حد لازم آتی ہو اور وہ شخص منکر ہو۔

(۹) لعان: مثلاً عورت اپنے شوہر پر یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اس کو ایسی تہمت لگائی ہے جس سے لعان واجب ہوتا ہے (یعنی زنا کی تہمت لگائی ہے) اور شوہر اس کا منکر ہو۔

امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ حدود اور لعان کے سوا ان تمام صورتوں میں منکر سے قسم لی جائے گی، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا دعویٰ کا اقرار کرنا ہے، اور یہ انکار اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دعویٰ کا انکار کرنے میں جھوٹا ہے کیونکہ اگر وہ جھوٹا نہ ہوتا تو سچ اور حق پر قسم کھا لیتا اور جو چیز

واجب ہے اس کو ثابت کرتا، لہٰذا اس کا قسم کھانے سے انکار کرنا دعویٰ کا اقرار یا اس کا بدل ہے۔ لیکن یہ ایسا اقرار ہے جس میں شبہ ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اور لعان بھی حکماً حدہ ہے اس لیے حدود اور لعان میں تو منکر سے قسم نہیں لی جائے گی اور باقی صورتوں میں منکر سے قسم لی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ منکر کا قسم سے انکار کرنا ''بذل'' ہے یعنی وہ منازعت اور جھگڑے کو ترک کر رہا ہے اور اس سے اعراض کر رہا ہے نہ یہ کہ مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کر رہا ہے اور ''بذل'' کے ساتھ قسم کا انکار دعویٰ کے ثبوت کے لیے موجب نہیں رہتا اور منکر کے انکار کو ''بذل'' پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ وہ دعویٰ کے انکار میں کاذب تھا جبھی تو قسم کھانے سے انکار کر رہا ہے (کیونکہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کو کذب سے بچانا چاہیے) اور ان امور میں ''بذل'' جاری نہیں ہوتا (مثلاً ایک مرد ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے عورت اس نکاح کی منکر ہو لیکن وہ قسم نہ کھائے اور کہے کہ میرا تمہارے ساتھ نکاح نہیں ہوا لیکن میں قسم کھانے کی بجائے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دیتی ہوں تو عورت کا یہ بذل صحیح نہیں ہے، اسی طرح جس شخص پر کسی نے اپنے غلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ کہے میں اصل میں آزاد ہوں لیکن میں قسم کھانے کے بجائے اپنے آپ کی تمہاری غلامی میں دیتا ہوں تو اس کا یہ بذل صحیح نہیں ہے، اس طرح جس شخص پر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے وہ کہے میں دراصل فلاں شخص کا بیٹا ہوں لیکن یہ دعویٰ مجھے مضر ہے اس لیے میں اپنا نسب اس کے لیے مباح کرتا ہوں تو یہ بذل صحیح نہیں ہے۔) اور منکر سے قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ قسم سے انکار کی بنا پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے اور جب یہاں مدعی کے حق میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تو منکر سے قسم بھی نہیں لی جائے گی۔

البتہ قسم سے انکار کرنا منازعت اور خصومت کو دفع کرنے کے لیے بذل کرنا ہے اس

وجہ سے اگر کوئی شخص مکاتب یا عبد ماذون ہونے کا دعویٰ کرے اور مالک منکر ہو اور بذل کرتے ہوئے قسم نہ کھائے تو وہ شخص مکاتب یا عبد ماذون قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس میں ان کی معمولی رعایت ہے اور اگر کوئی شخص کسی پر قرض کا دعویٰ کرے اور مدعیٰ علیہ بذل کرتے ہوئے قسم نہ کھائے تو اس پر قرض ادا کرنا لازم ہوگا، کیونکہ یہ مال کا معاملہ ہے، ایک شخص اپنا مال دوسرے پر مباح کرسکتا ہے لیکن کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نفس دوسرے پر مباح کردے۔ اس لیے کوئی عورت قطع منازعت کی خاطر بذل کرتے ہوئے کسی غیر شخص پر اپنا نفس مباح نہیں کرسکتی اس وجہ سے امام ابوحنیفہ نے ان تمام صورتوں میں بذل کا اعتبار نہیں کیا لہٰذا ان کے نزدیک ان تمام صورتوں میں منکر سے قسم نہیں لی جائے گی۔ (علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۲۰۵، ۲۰۴، موضحا، مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر مدعیٰ علیہ یہ کہے کہ میں قسم نہیں کھاتا یا خاموش رہے اور کسی بات کا ذکر نہ کرے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا دعویٰ مال کا ہے یا اس دعویٰ سے مال مقصود ہے یا نہیں؟ اگر مال کا دعویٰ ہو یا اس سے مال مقصود ہو تو قسم سے انکار کی بنا پر مدعیٰ علیہ کے خلاف فیصلہ کردیا جائے گا اور مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی۔ امام احمد بن حنبل نے اس کی تصریح کی ہے انھوں نے کہا ہے کہ میں مدعی پر قسم لوٹانے کو جائز نہیں کہتا اگر مدعیٰ علیہ نے حلف اٹھالیا تو فبہا ورنہ مدعی کو اس کا حق دے دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابوالخطاب کا مختار یہ ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ قسم نہ کھائے تو قاضی مدعی پر قسم لوٹا سکتا ہے اور مدعی کے حلف کے بعد اس کے دعویٰ کے مطابق فیصلہ کردے۔ ابوالخطاب نے کہا ہے کہ امام احمد نے اس قول کو بھی صحیح کہا ہے، اور کہا ہے کہ یہ بعید از حق نہیں ہے، یہی اہل مدینہ کا قول ہے، حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی روایت ہے اور شریح، شعبی، نخعی، ابن سیرین اور امام مالک کا بھی خصوصاً اموال میں یہی قول ہے۔ امام شافعی کا تمام قسم کے دعاوی میں یہی قول ہے کیوں کہ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے طالب حق پر قسم لوٹا دی تھی (سنن دار قطنی) نیز اس لیے کہ جب مدعیٰ علیہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو مدعی کا صدق ظاہر ہو گیا اور اس کی جانب قوی ہو گئی۔ پس اس کے حق میں بھی مدعیٰ علیہ کی طرح قسم مشروع ہو جائے گی۔ نیز اسلیے کہ کبھی مدعیٰ علیہ اس لیے قسم نہیں کھاتا کہ وہ صورت حال سے ناواقف ہوتا ہے اور جس کی اس کو پوری تحقیق نہیں ہے اس پر قسم کھانے سے بچتا ہے یا قسم کے اُخروی انجام کے خوف سے قسم نہیں کھاتا یا دعویٰ کے انکار میں اپنے صادق ہونے کے یقین کے باوجود تہمت سے بچنے کے لیے قسم نہیں کھاتا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس نے جھوٹی قسم کھائی ہے اس لیے مدعیٰ علیہ کے محض قسم نہ کھانے سے مدعی کا صدق ظاہر نہیں ہوتا اس لیے بغیر دلیل کے مدعی کے حق میں فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے اور جب مدعی نے اپنے دعویٰ پر قسم کھالی تو مدعی کے صدق پر دلیل قائم ہو گئی اور اب اس کے حق میں فیصلہ کرنا صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ امام احمد کے قول پر ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لیکن مدعیٰ علیہ پر قسم ہے'' اس حدیث میں آپ نے قسم کا مدعیٰ علیہ میں حصر کر دیا ہے، نیز آپ نے فرمایا: ''مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہیں اور مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہے'' اس حدیث میں آپ نے جنس گواہ کا مدعی میں حصر کر دیا اور جنس قسم کا مدعیٰ علیہ میں حصر کر دیا نیز حضرت ابن عمر پر دعویٰ کیا گیا کہ انھوں نے ایک غلام میں عیب معلوم ہونے کے باوجود اس کو فروخت کر دیا۔ حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا تم قسم کھاؤ کہ تم کو بیع کے وقت اس عیب کا علم نہیں تھا، حضرت ابن عمر

نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حضرت عثمان نے مدعی کے حق میں فیصلہ کر کے غلام ان کو واپس کر دیا۔ اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ یا تو وہ دعویٰ کے صدق کو مان لے یا اس کے خلاف قسم کھائے۔ اور سنن دارقطنی کی جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور حضرت عثمان کے فیصلہ کو حضرت ابن عمر کا تسلیم کرنا اس کے ضعف کو مزید ظاہر کرتا ہے۔ (علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۲۱۷، ۲۱۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں ____ جب مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کے انکار کی بناء پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مدعی کے حق فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ مدعی پر قسم لوٹائی جائے گی اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر قسم کھالی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا، کیونکہ مدعیٰ علیہ کے قسم کھانے سے انکار کرنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اس نے جھوٹی قسم سے احتراز کی بناء پر قسم سے انکار کیا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس نے تہمت سے بچنے کے لیے سچی قسم کھانے سے بھی انکار کیا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس نے جھوٹی قسم کھالی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان نے ایک مقدمہ میں قسم نہیں کھائی تھی۔ اور یا اس وجہ سے انکار کیا کہ اس پر صورت حال مشتبہ تھی اور اس احتمال کی بنا پر صرف مدعیٰ علیہ کا قسم سے انکار کرنا، مدعی کے صدق کی دلیل نہیں ہے اور جب مدعی قسم کھالے گا تو اس کے دعویٰ کا صدق ظاہر ہو جائے گا پھر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا اس کے بذل پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ مخاصمت اور منازعت کو ترک کرنے کے لیے قسم نہیں کھاتا یا

اس کا انکار پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ قسم کھاتا اور اپنے آپ کو نقصان سے بچاتا، نیز منکر پر قسم کھانا واجب ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ قسم کھاتا اس لیے اس کے انکار کی وجہ سے مدعی کے صدق کی جانب راجح ہو گئی اور مدعی پر قسم لوٹانے کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدعی پر صرف گواہ پیش کرنے کو واجب کیا ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم لازم کی ہے اور مدعی پر قسم لوٹانا اس تقسیم کے منافی ہے۔ (ہدایہ آخرین صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴)

☆☆☆☆☆

الحدیث الرابع والثلاثون
نیکی کی دعوت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے [1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے برا کام دیکھے [2] تو اسے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی طاقت نہیں [3] رکھتا تو زبان سے اگر اس کی بھی نہیں رکھتا تو دل سے [4] اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے [5] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[1] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی سعد بن مالک انصاری خدری ہے اور آپ اپنی کنیت ابوسعید خدری کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں، آپ ان حفاظ حدیث میں سے ہیں جن کو بہت زیادہ احادیث یاد ہیں، نیز آپ کا شمار بڑے بڑے فضلاء اور عقلاء میں ہوتا ہے، آپ سے صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں، چوراسی سال کی عمر میں ۷۴ھ میں آپ نے وصال فرمایا اور

آپ کو جنت البقیع (مدینہ طیبہ) میں سپرد خاک کیا گیا، لفظ خدری میں خاء پر ضمہ ہے اور دال ساکن ہے۔

۲ رائی یری مہموز العین باب فتح یفتح دیکھنا، منکر باب افعال سے اسم مفعول ہے وہ کام جو از روئے شریعت ناجائز ہو اسے ختم کرنا مراد ہے، استطاعت کسی کام کا آدمی کے بس میں ہونا طاقت مراد ہے۔

۳ برائی کو بدلنے کے لیے ہر طبقے کو اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داری سونپی گئی کیونکہ اسلام میں کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ ارباب اقتدار، اساتذہ، والدین وغیرہ جو اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کر سکتے ہیں وہ قانون پر سختی سے عمل کرا کے اور مخالفت کی صورت میں سزا دے کر برائی کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

مبلغین اسلام، علماء و مشائخ، ادیب و صحافی اور دیگر ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے بھی لوگ اپنی تقریروں تحریروں بلکہ شعراء اپنی نظموں کے ذریعے برائی کا قلع قمع کریں اور نیکی کو فروغ دیں، بلسانہ کے تحت یہ تمام صورتیں آتی ہیں۔

۴ اور عام مسلمان جسے اقتدار کی کوئی صورت بھی حاصل نہیں اور نہ ہی وہ تحریر و تقریر کے ذریعے برائی کا خاتمہ کر سکتا ہے وہ دل سے اس برائی کو برا سمجھے اگرچہ یہ ایمان کا کمزور ترین مرتبہ ہے کیونکہ کوشش کر کے زبان سے روکنا چاہیے لیکن دل سے جب برا سمجھے گا تو یقیناً خود برائی کے قریب نہیں جائے گا اور اس طرح معاشرے کے بے شمار افراد خود بخود راہ راست پر آ جائیں گے۔

۵ حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو آدمی برائی کو دل سے بھی برا نہ جانے اسے اپنے آپ کو مؤمنین میں شمار کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ دل سے برا سمجھنے میں تو کسی کا ڈر نہیں پھر بھی برا نہیں سمجھتا تو معلوم ہوا وہ اس پر راضی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص ۹۵۸)

امام اہل سنت کے مدنی پھول

امامِ اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ اس پر عمل ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں:

مسئلہ ۱۴۲: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خان از مکان میر خادم علی اسسٹنٹ ۳ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

چہ میفرمایند علمائے شریعت محمدی وفضلائے طریقہ احمدی دریں مسئلہ کہ مس ابہامین ونہادن علی العینین دروقت اذان موذن وغیرہ فعل وطریقہ انیقہ مستحب صحابہ کرام وسنت خیر البشر آدم علیہ السلام ست او را علمائے ظواہر غیر مقلدین بہ سبب حقارت واستخفاف واہانت وحرام گویند مرتد وکافر می شوند یا نہ؟ بیان فرمایند بسند کتاب اجر یابند روز حساب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت وفضلائے طریقت اس مسئلہ میں کہ موذن کی اذان کے وقت اپنی آنکھوں پر انگوٹھے چوم کر لگانا یہ فعل وطریقہ صحابہ کرام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اس عمل کو غیر مقلدین فرقہ کے لوگ حقارت کے طور پر حرام کہتے ہیں کیا وہ کافر اور مرتد ہوں گے یا نہیں؟ کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے قیامت کے روز۔ تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ (ت)

الجواب: **قال سیدنا اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان**[لہ] ہر کہ از شما امر نا روا بینیم باید کہ بدست خویش تغیرش دہد واگر نتواند پس بزبان واگر نتواند پس بدل وآں ضعیف ترین الایمان ست رواہ الائمۃ احمد ومسلم الا البخاری عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونیز در حدیث آمد النصح لکل

مسلم [1] دین آنست کہ ہر مسلمان را خیر خواہی کنند اصلہ عند احمد والشیخین و ابی داؤد والنسائی عن تمیم الداری والترمذی والنسائی ابی ھریرۃ واحمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اسے روکے اور اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس کو ائمہ ستہ میں سے بخاری کے علاوہ سب نے اور امام احمد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ نیز حدیث میں ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی دین ہے، اس کو امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے

(1 صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱)(مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۹ و ۵۲)(2 مسند احمد بن حنبل حدیث جریر بن عبداللہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۶۵-۶۶)(صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدین النصیحۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳)(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴-۵۵)

پس بیش از جواب امرے ضروری ومہم تر باید شنید خیر البشر وخیر الناس وافضل الخلق واکرم البریہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب العلمین ست صلی اللہ تعالٰی علیہ علیہم وعلی الہ وصحبہ اجمعین کافہ مسلمین بریں معنی اجماع دارند فقیر غفرلہ اللہ المولٰی القدیر در تفضیل مطلق حضور افضل برحق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسالہ مبسوط گرد آوردہ ام مسمی بہ "قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" ملقب بنام تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین آنجا بہ دہ آیت وصد حدیث نقش حق برکرسی تحقیق نشاندہ ام کہ ہیچ یکے از انبیائے مرسلین وخلق اللہ اجمعین بکمال رفیع وجلال

منبع حضور سید العالمین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمیرسد، ماناکہ قلم سائل طغیان کرد و بجائے ابوالبشر خیر البشر سرزد او ارادہ الخیریۃ الجزئیۃ من جھۃ الابوۃ متاوّلا لبعض مایذکر فی الباب والاول اسلم بل ھو المفرع ان سائد الواقع واللہ بذات الصدور اعلم حق آنست کہ ہمچو عبارت احتراز واجب ولازم وفرض متحتم ست واللہ الھادی،

پس جواب سے قبل ایک ضروری بات اور اھم امر سن لینا چاہیے کہ افضل الخلق اور اکرم الناس اور خیر البشر اور اکرم البریۃ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب العالمین ہیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب سب پر دورد وسلام ہو تمام مسلمانوں کا اس معنی پر اجماع ہے۔ فقیر غفرلہ اللہ المولیٰ القدیر (مصنف علیہ الرحمۃ) نے حضور افضل برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت مطلقہ پر مبسوط رسالہ مسمّٰی بہ "قلائد نحور الحور من فوائد بحور النور" ملقب بنام "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین لکھا ہے۔ اس میں دس آیات کریمہ اور سو حدیث شریف سے حق کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی حدیث شریف سے حق کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی بھی انبیاء ومرسلین اور تمام مخلوق میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ کمال بلند وبالا کو نہ پہنچا، ہوسکتا ہے کہ سائل کا قلم پھسل گیا ہو ابوالبشر کی جگہ آدم علیہ السلام کی خیر البشر لکھنا سرزد ہوگیا ہو یا سائل نے تاویل سے کام لے کر ابوت والی جزوی فضیلت کی بناء پر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیر البشر کہہ دیا ہو۔ جیسا کہ بعض مقامات پر ایسی تاویل سے کام لیا جاتا ہے لیکن پہلا احتمال اگر واقع میں ایسا ہو تو اس میں احتیاط ہے اللہ تعالیٰ دلوں کا حال بہتر جانتا ہے حق یہی ہے کہ ایسی عبارت سے پرہیز لازم بلکہ اہم فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کا مالک ہے۔

اکنوں بجواب مسئلہ پردازیم آرے دریں باب از خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام حسن مجتبٰی وحضرت سیدنا ابوالعباس خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام وغیرہم حدیثہا اور کتب علماء مرویست کہ امام شمس الدین سخاوی درمقاصد حسنہ بتفصیل برخے از انہا پرداخت ومحط کلام محدثین کرام محققین اعلام کہ در تصحیح وتضعیف وجرح وتوثیق راتساہل وتشدید سپردہ اند آنست کہ دریں باب حدیثے از حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدرجہ صحت فائز نشدہ درمقاصد فرمود لایصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ[1] درموضوعات کبیرست مایروی فی ھذا فلایصح رفعہ البتہ[2] درردالمحتار علامہ اسمعیل جراحی نقل فرماید لم یصح فی المرفوع من ھذا شیئ۔[3] (۱ القاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵)(۲ اسرار المرفوعۃ حدیث ۸۲۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۱۰)(۳ ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب الاذان دار حیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۷)

اب سوال کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، یہ درست ہے کہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھول حضرت امام حسن مجتبٰی اور حضرت سیدنا ابوالعباس خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام وغیرھم سے علماء کی کتب میں مرویات موجود ہیں جبکہ امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ روایات کی تصحیح وتضعیف اور جرح وتوثیق میں سختی اور نرمی سے کام لینے والے محدثین و محققین کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی کوئی مرفوع حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی، مقاصد حسنہ میں فرمایا اس مسئلہ کے متعلق کوئی حدیث مرفوع صحت کو نہیں پہنچی۔ موضوعات کبیر میں ہے اس مسئلہ میں مرویات کا مرفوع ہونا یقینا صحیح نہیں ہے۔ ردالمحتار میں علامہ اسمعیل جراحی سے منقول ہے کہ اس میں کوئی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے۔

دبر خادم حدیث مخفی نیست کہ در اصطلاح محدثین نفی صحت نفی حسن ہم نمی کند تا بہ نفی صلاح وتماسک وصلاح تمسک یا دعوی وضع چہ رسد، قال القاری فی الموضوعات قال ابو الفتح الازدی لا یصح فی العقل حدیث قالہ ابو جعفر العقیلی وابو حاتم بن حبان انتہی و لایلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع کما لا یخفی[١] اھ ملخصا۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ، فرمود قول من قال فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجۃ لا یتوقف علی الصحۃ بل الحسن کاف۔[٢] باز در فضائل اعمال حدیث ضعیف باجماع ائمہ مقبول ست نص علیہ غیر واحد من الحفاظ منھم الامام النووی رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔ باز چوں نیک درنگری کلمات مذکورہ علمائے محدثین ظاہر ست در آنکہ نفی صحت ہمیں باحادیث مرفوعہ مخصوص ست وایں جا خود در آثار موقوفہ کنایتے ست کافیہ وحجتے وافیہ، (١ الاسرار المرفوعۃ تحت حدیث ١٢٢٤ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ٢١٨) (٢ فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ١/ ٣٨)

کسی بھی خادم حدیث پر مخفی نہیں ہے۔ کہ محدثین کی اصطلاح میں کسی حدیث کی صحت کا منتفی ہونا اس کے حسن کے انتفاء کو مستلزم نہیں کہ اس سے استدلال کی نفی لازم آئے چہ جائیکہ وہاں حدیث کے موضوع ہونے کا دعوی کیا جائے، ملا علی قاری نے موضوعات میں فرمایا کہ ابو الفتح الازدی نے فرمایا ہے کہ عقل کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں۔ یہ بات ابو جعفر عقیلی اور ابو حاتم بن حبان نے فرمائی ہے اھ اور اس عدم صحت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ واضح ہے اھ ملخصا۔ محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن الہمام نے فرمایا کسی حدیث کے متعلق عدم صحت کا قول اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے حدیث کی حجیت ختم نہ ہوگی کیونکہ حجیت محض صحت پر موقوف نہیں بلکہ حدیث کا حسن ہونا بھی حجیت کے لئے کافی ہے۔ نیز اعمال کے فضائل میں ضعیف احادیث بھی اجماع ائمہ کے مطابق مقبول ہے۔ یہ بات کئی ائمہ

وحفاظ حدیث سے منصوصہ ان میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں اور پھر یہ کہ اس مسئلہ میں علمائے حدیث کے الفاظ کو غور سے دیکھا جائے تو انھوں نے یہاں صرف مرفوع حدیث کی صحت کی نفی فرمائی ہے جبکہ موقوف روایات یہاں حجت کے لئے کافی ہیں (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۳۵۵۔۳۵۶)

☆☆☆☆☆

الحديث الخامس والثلاثون

مسلمان کی حُرمت

عَنْ أَبِي هريرة رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم: لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا - وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مُخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ لگاو آپس میں بغض نہ رکھو، بیع پر بیع نہ کرو اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو چھوڑ رکھے نہ اس سے جھوٹ بولے نہ اسے حقیر جانے[1] (پھر) تین مرتبہ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرماتے تھے تین بار[2] انسان کے لیے یہ شر کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے مسلمان پر مسلمان کی ہر چیز حرام ہے اس کا خون اس کا مال اس کی آبرو[3] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

1 یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتی کہ صوبجاتی تعصب ہم میں بہت ہوگیا کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہوجاتا ہے، مختلف لکڑیوں کو آگ جلادے تو اس کا نام راکھ ہوجاتا ہے، آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہوگئے حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شعر

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

2 یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو تم سے اچھا ہو شعر۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے، میرے سینہ سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں۔ (مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطائیں بہتی

ہیں۔ (مرقات)

۳؎ یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے، کسی کی آبروریزی نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلمًا قتل نہ کرے کہ یہ سب سخت جرم ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶ ص۷۸۹)

حسد کی مذمت کا بیان

حسد کینہ کے نتائج میں سے اور کینہ غصہ کے نتائج میں سے ہے۔ چنانچہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔

ترجمہ: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الحسد، الحدیث ۴۹۰۳، ص ۱۵۸۴)

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی (مسلمان) بھائی کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نعمت ملتی ہے تو حاسد انسان اسے ناپسند کرتا ہے اور اس بھائی سے نعمت کا زوال چاہتا ہے۔ اگر وہ اپنے بھائی کو ملنے والی نعمت کو ناپسند نہیں کرتا اور نہ اس کا زوال چاہتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسے بھی ایسی ہی نعمت مل جائے تو اسے رشک کہتے ہیں۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

اَلْمُؤْمِنُ یَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ یَحْسُدُ۔

ترجمہ: مؤمن رشک کرتا اور منافق حسد کرتا ہے۔ (سِیَرُ اَعلامِ النُّبلاء، الرقم ۱۲۸۶۔ الفضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر، ج۷، ص۶۴۱، بتغیرٍ قلیل)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا

ترجمۂ کنزالایمان: بہت کتابیوں نے چاہا کاش! تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں (اپنے دلوں کی) جلن سے۔ (پ1، البقرۃ:109)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے خبر دی کہ کفار نے حسد کرتے ہوئے مسلمانوں سے ایمان کی نعمت کا زائل ہونا چاہا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی۔ (پ5، النسآء:32)

ا: کسی کی دینی یا دنیوی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا یا یہ ارادہ کرنا کہ کسی کو یہ نعمت نہ ملے "حسد" کہلاتا ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ، الخلق الخامس عشر من الاخلاق الستین المذمومۃ ۔۔۔۔۔ الخ، ج۱، ص ۶۰۰)

یہاں پر نہی سے مراد خاص اسی نعمت کے اپنی طرف منتقل ہونے کی تمنا کرنے سے روکنا ہے جبکہ کسی مسلمان کا یہ آرزو کرنا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے بھی اسی جیسی نعمت عطا فرمائے تو یہ آرزو مذموم نہیں اور اگر یہ چیز دین میں ہو تو قابلِ تعریف ہے۔ (اسی کو رشک کہتے ہیں)

جان لو! حسد کے بہت سے اسباب ہیں اور وہ دشمنی، فخر، بغض، تکبر، خود پسندی، پسندیدہ مقاصد کے فوت ہونے کا خوف، حکومت کی خواہش، نفس کی خباثت اور اس کا بخل ہے اور یہ سب کے سب مذموم ہیں۔

حسد کا علاج یہ ہے کہ تم اس بات میں غور کرو کہ یہ دُنیا و آخرت میں نقصان دیتا

ہے۔ جہاں تک دنیوی نقصان کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ تجھے اس سے اذیت ہوتی ہے اور تو دِن رات غم والم کا شکار رہتا ہے۔ اور دینی نقصان یہ ہے کہ تو (بندے پر) اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نعمت سے ناخوش رہتا ہے اور تیرا یہ رویہ اس نعمت والے کے لئے باعثِ ثواب اور تیرے لئے باعثِ گناہ ہے۔ جب تو یہ بات جانتا ہے کہ تو اپنے دشمن کا دوست نہیں بن سکتا (کہ اُسے فائدہ پہنچائے) تو تجھ پر ضروری ہے کہ تو تکلفاً حسد کو چھوڑ دے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَۃٌ فِي الْمُؤْمِنِ لَہٗ مِنْھُنَّ مَخْرَجٌ وَمَخْرَجُہٗ مِنَ الْحَسَدِ اَنْ لَا یَبْغِیَ۔

ترجمہ: مؤمن میں تین خامیاں پائی جاتی ہیں اور اس کے لئے ان سے نکلنے کا راستہ بھی ہے اور حسد سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ حد سے نہ بڑھے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الفائ، الحدیث ۴۳۹۲، ج ۲، ص ۱۲۵)

حسد کا علاج

حسد اس لئے بہت بڑا گناہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں آدمی اس نعمت کے قابل نہیں تھا اس کو یہ نعمت کیوں دی ہے؟ اب تم خود ہی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔

حسد کا علاج: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسد قلب کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لے کہ میرے حسد کرنے سے ہرگز ہرگز کسی کی دولت و نعمت برباد نہیں ہو سکتی۔ اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میرے حسد سے اس کا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ بلکہ میرے حسد کا نقصان دین و دنیا میں مجھ کو ہی پہنچ رہا ہے کہ میں خواہ

خواہ دل کی جلن میں مبتلا ہوں اور ہر وقت حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہوں اور میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میری نیکیاں قیامت میں اس کو مل جائیں گی۔ پھر یہ بھی سوچے کہ میں جس پر حسد کر رہا ہوں۔ اس کو خداوند کریم نے یہ نعمتیں دی ہیں اور اس پر ناراض ہو کر حسد میں جل رہا ہوں تو میں گویا خداوند تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کر کے اپنا دین و ایمان خراب کر رہا ہوں۔ یہ سوچ کر پھر اپنے دل میں اس خیال کو جمائے کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ جو شخص جس چیز کا اہل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو وہی چیز عطا فرماتا ہے۔ میں جس پر حسد کر رہا ہوں۔ اللہ کے نزدیک چونکہ وہ ان نعمتوں کا اہل تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور میں چونکہ ان کا اہل نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں دیں۔ اس طرح حسد کا مرض دل سے نکل جائے گا اور حاسد کو حسد کی جلن سے نجات مل جائے گی۔ (احیاء علوم الدین، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، بیان الدواء الذی ینفی مرض الحسد عن القلب، ج ۳، ص ۳۴۲)

مسلمان بھائی کے حقوق

اِمَامِ اَعْظَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسلمان بھائی کے حقوق یوں بیان فرماتے ہیں:

مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لئے جانا اور خادمین کے ذریعے اس کی خبر گیری بھی کرتے رہنا اور جو تمہاری محفل میں حاضر نہ ہو سکے اس کے حالات کا پتہ لگاتے رہنا، اگر کوئی تمہارے پاس آنا چھوڑ دے تو تم پھر بھی اس کے پاس جانا نہ چھوڑنا بلکہ اس سے ملاقات کرتے رہنا، جو تمہارے ساتھ بے رُخی سے پیش آئے تم اس سے صلہ رحمی سے پیش آنا، جو تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرنا، جو برائی سے پیش آئے اسے معاف کر دینا، جو تمہاری برائی بیان کرے تم اس کی خوبیاں بیان کرنا اور ان میں سے کوئی وفات پا جائے تو اس کے حقوق پورے پورے ادا کرنا اور کسی کو کوئی خوشی حاصل ہو تو اسے مبارک باد دینا، اور کوئی مصیبت پہنچے تو غم

خواری کرنا اور اگر کسی کو کوئی آفت پہنچے تو اس سے ہمدردی کرنا، اگر کوئی تمہارے پاس اپنی حاجت لائے تو اس کی حاجت براری کرنا، کوئی فریاد کرے تو فریاد رسی کرنا، کوئی مدد کے لئے پکارے تو حسب استطاعت اس کی مدد کرنا اور لوگوں کے ساتھ خوب محبت سے پیش آنا، سلام کو عام کرنا اگرچہ گھٹیا لوگوں کو کرنا پڑے۔

(وصایا اِمامِ اَعظم رَضِی اللہُ تَعَالیٰ عَنْہ ص۲۹)

☆☆☆☆☆

الحدیث السادس والثلاثون

چند خاص نیکیوں کی ترغیب

عَنْ أَبِي هريرَة رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤمِنٍ كُرْبَةً مِن كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ الله عَنه كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَومِ القيامَة وَمَنْ يَسَّرَ على مُعسرٍ يَسَّرَ الله عَلَيه فی الدُّنيَا والآخِرَة وَمَنْ سَتَرَ مُسلِماً سَتَرَه الله فی الدُّنيَا وَالآخِرَة وَالله فی عَونِ العَبدِ مَا كَانَ العَبدُ فی عَونِ أخيه وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَلتَمِسُ فيه عِلماً سَهل الله له بِه طَرِيقاً إِلَى الجَنَّة وَمَا اجتَمَعَ قَومٌ فی بَيتٍ مِنْ بيوتِ الله يَتلونَ كِتَابَ الله وَيتَدارَسونه بَينَهم إِلاَّ نَزَلَت عَلَيهم السَّكينَة وَغَشِيَتْهم الرَّحمَة وحَفَّتهم المَلائِكة وَذَكَرهم الله فيمَن عِندَهُ وَمَنْ بَطَّأ بِه عَمَلُه لَمْ يُسْرِعْ به نَسَبُه رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ بهذا اللفظ۔

(”صحیح مسلم“، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ۔۔۔ الخ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ر: 2699، ص 1447)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اس سے روز قیامت کی مصیبت دور کرے گا[1] اور جو کسی تنگی والے پر آسانی کرے اللہ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا[2] اور جو مسلمانوں کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا[3] اللہ بندہ کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی

کی مدد پر رہے[۴] جو تلاش علم میں کوئی راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا[۵] اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے نہیں جمع ہوئی[۶] مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں[۷] اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے[۸] جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا[۹] (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

۱ یعنی تم کسی کی فانی مصیبت دفع کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دفع فرمائے گا، تم مؤمن کو فانی دنیوی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں باقی آخروی آرام دے گا، کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا، حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا بلکہ قیامت میں بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل جائے۔

۲ یعنی جو مقروض کو معافی یا مہلت دے، غریب کی غربت دور کرے تو ان شاء اللہ دین و دنیا میں اس کی مشکلیں آسان ہوں گی۔ مرقاۃ میں فرمایا کہ اس حکم میں مؤمن کافر سب شامل ہیں۔ کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر جان بچائی اللہ نے اسے اسی پر بخش دیا۔

۳ یا تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو ورنہ ضرور

ظاہر کردے، کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے، خفیہ سازش کرنے والوں کے راز کو طشت از بام کرے، ظلمًا قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے، اخلاق اور ہیں معاملات اور سیاسیات کچھ اور۔

۴ یہ الفاظ بہت جامع ہیں جس میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں۔ امداد بدن سے ہو یا علم یا مال وغیرہ سے۔

۵ یعنی جو علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لیئے عالم کے گھر جائے۔ سفر کرکے یا چند قدم تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا، مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا، قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا بہت ثواب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلب علم کے لئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کرکے گئے، حضرت جابر ایک حدیث کے لیئے ایک ماہ کا سفر طے کرکے عبداللہ ابن قیس کے پاس پہنچے۔ (مرقاۃ)

۶ یہاں اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں، جو اللہ کے ذکر کے لئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلاضرورت جانا ہی منع ہے۔ درس قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت۔ تجوید احکام سیکھنا ہیں لہٰذا اس میں صرف، نحو، فقہ حدیث، تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں۔ جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے، اسی لیئے تلاوت کے بعد درس کا علیحدہ ذکر فرمایا۔

۷ سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے، کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے، اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے۔ رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر

ذاکر کو ہر طرف سے گھیرلیتی ہے۔ فرشتوں سے سیاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کا مل کر ذکر کرنا افضل ہے، جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول۔

۸ یعنی فرشتوں کی جماعت۔ اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رب کو اکیلے یاد کرے رب بھی اسے ایسے ہی یاد کرتا ہے، جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: "فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ" اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے، بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے۔

۹ یعنی نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔ شعر

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلوں کو جگہ تھی مگر ان کے کافر بیٹے کنعان کے لئے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ کہ شریف النسب اعمال سے لاپروا نہ ہو جائیں، یہ منشاء نہیں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز نہیں اس کی تحقیق ہمارے رسالہ "الکلام القبول فی طہارت نسب الرسول" میں دیکھو مؤمن کو نسب الرسول ضرور فائدہ دے گا۔ تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ زہرا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں، رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا: "اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ" بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولاد انبیاء ہیں لہذا یہ حدیث کسی آیت کے خلاف نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ا ص ۲۰۲)

جنّت میں گھومنے والا

پیارے بھائیو! مسلمان کو ایذاء دینا مسلمان کا کام نہیں بلکہ اسکا کام تو یہ ہے کہ مسلمان سے ایذاء دینے والی چیزیں دُور کرے۔ سیّدُنا امام مُسلِم بن حَجّاج قُشیری علیہ رحمۃ اللہِ القوی صحیح مُسلِم میں نقل کرتے ہیں: تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، فیض گنجینہ، صاحِبِ مُعطَّر پسینہ، باعِثِ نُزُولِ سکینہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: ''میں نے ایک شخص کو جنّت میں گھومتے ہوئے دیکھا کہ جدھر چاہتا ہے نکل جاتا ہے کیوں کہ اُس نے اِس دنیا میں ایک ایسے دَرَخت کو راستے سے کاٹ دیا تھا جو کہ لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔'' (صحیح مُسلِم ص ۱۴۱۰ حدیث ۲۶۱۷)

پردہ پوشی

حضرت سیّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لباب الاحیاء میں سیّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اطاعت کرتا ہو اور اس کی نافرمانی نہ کرتا ہو اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اس کی نافرمانی کرتا ہو لیکن فرمانبرداری نہ کرے، جس کی اطاعت اس کی نافرمانیوں پر غالب ہو تو یہ عدل ہے۔ جب یہ چیز اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حق میں عدل ہے تو تیرے حق میں زیادہ بہتر ہے پس تو خوبیوں کو ظاہر کرنے والا اور بری بات پر پردہ ڈالنے والا ہو جا کیونکہ دعا میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ان الفاظ کے ساتھ صفت بیان کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: ''یَا مَنْ یُّظْهِرُ الْجَمِیْلَ وَیَسْتُرُ عَلَی الْقَبِیْحِ ترجمہ: اے اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے اور برائیوں کی پردہ پوشی فرمانے والے۔''

جاننا چاہیے! وہ شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں پسندیدہ ہے، جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی صفات سے متصف ہو کیونکہ وہ عیبوں پر پردہ ڈالنے والا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ یاد رکھو! آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی

لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرے، اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اس کے رازوں کو چھپائے۔

کہا جاتا ہے کہ آزاد لوگوں کے سینے رازوں کی قبریں ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔ ابنِ مُعتَز کا شعر ہے:

وَمُسْتَوْدِعِیْ سِرًّا تَبَوَّأْتُ کَتْمَهٗ   فَأَوْدَعْتُهٗ صَدْرِیْ فَصَارَ لَهٗ قَبْرًا

ترجمہ: میرے پاس اپنا راز رکھوانے والے! میں نے تیرے راز کو اپنے سینے میں رکھ دیا اور وہ اس لئے قبر بن گیا۔ (لباب الاحیاء ۴۷-۴۸)

☆☆☆☆☆

الحدیث السابع والثلاثون

ثواب وعذاب کا قانون

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِي صَحِيحَيْهِمَا بِهَذِهِ الْحُرُوفِ۔

("صحیح البخاري"، کتاب الرقاق، باب من ھم بحسنۃ أو بسیئۃ، ر:6491، 4/244)("صحیح مسلم"، کتاب الایمان، باب إذا ھم العبد بحسنۃ کتبت... الخ، ر:131، ص80)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرمادیئے ہیں[1] تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے[2] پھر اگر قصد کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے[3] اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں اس کے لیے بھی اللہ تعالٰی ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے[4] پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالٰی ایک گناہ لکھتا ہے[5] (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں تحریر فرمادیئے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے۔ خیال رہے کہ نیکی ہر وہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہو اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو عذاب کا سبب ہے لہٰذا ممنوعہ وقتوں میں نماز پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر نمازیں یا جان فدا کر دینا ثواب ہے کبھی قضا نیکی ہو جاتی ہے اور ادا گناہ۔

معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے مگر ثواب اور چیز ہے اداء فرض اور چیز لہٰذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا۔

یہ ثوابوں کا فرق کہ کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا، کسی کو سات سو گنا، کسی کو اس سے بھی زیادہ، عامل کی نیت عمل کے موقع وعمل سے ہے اکیلے نماز کا اور ثواب ہے باجماعت نماز کا کچھ اور۔

خیال رہے کہ خیال گناہ اور ہے اور گناہ کا پکا ارادہ کچھ اور پختہ ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو جاتا ہے۔ یہاں خیال گناہ کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل ومقتول دونوں جہنمی کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کر سکا وہاں گناہ کا عزم بالجزم مراد ہے، ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرے مگر موقعہ نہ پائے وہ بھی گنہگار ہو گیا، جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا لہذا حدیث واضح ہے۔ خیال گناہ، گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے۔

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں گناہ میں قصد و

ارادہ عذاب کا باعث ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا۔ (مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۵۹۷)

کستوری کی سی خوشبو

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ ملائکہ بندہ کا ارادہ کس طرح لکھتے ہیں؟ یعنی وہ فرشتے جو نیکی بدی لکھنے پر مامور ہیں جب کسی بندہ نے نیکی یا بدی کا ارادہ کیا اور ابھی عمل نہیں کیا تو وہ ارادہ کو کس طرح معلوم کر لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کستوری کی سی خوشبو نکلتی ہے اور وہ خوشبو سے معلوم کر لیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بدبو نکلتی ہے تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں ارادہ سے عزم مصمم مراد ہے۔

(تنبیہ المغترین، الباب الاول، مابعد الذنب شر ص 55، ملخصا)

غلے کا ٹیلا

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ"

ترجمہ: "جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اسپر کسی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس کیلئے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے"۔ (صحیح مسلم جلد اول، ص ۷۸، کتاب الایمان)

حضرت سیّدُنا عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں:

"مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا نِيَّتَهُ جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَارَقَهَا أَرْغَبَ مَا يَكُوْنُ فِيْهَا وَمَنْ تَكُنِ الْاٰخِرَةُ نِيَّتَهُ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَفَارَقَهَا أَزْهَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْهَا"

ترجمہ: "جو شخص دنیا کی نیت کرے اللہ (عزوجل) اسکا فقر اسکی آنکھوں کے

سامنے کر دیتا ہے اور جب اسے دنیا کی رغبت زیادہ ہوتی ہے تب اسے دنیا سے جدا کرتا ہے اور جو شخص آخرت کی نیت کرے تو اللہ عزوجل اسکے دل کو غنی کر دیتا ہے اسکا سامان اسکے لئے جمع فرما دیتا ہے اور جب اسے دنیا سے جدا فرماتا ہے تو وہ دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت ہوتا ہے"۔ (المعجم الکبیر للطبرانی۔ جلد ۱۱ ص ۲۶۶ حدیث ۱۱۶۹۰)

حضرت سیدتنا ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ راحت قلب سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جو جنگل میں دھنسا دیا جائے گا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان میں وہ لوگ بھی ہونگے جنہیں زبردستی لایا گیا ہے، اور وہ لوگ بھی ہونگے جو اجرت پر لڑیں گے؟۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "ان سب کا حشر انکی نیتوں کے مطابق ہوگا"۔

(المستدرک، ج ۴، ۴۲۱، کتاب الفتن)

ایسے ہی حضرت سیّدُنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں آقائے دو جہان رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَقْتَتِلُ الْمُقْتَتِلُوْنَ عَلَى النِّيَّاتِ

ترجمہ: "لڑنے والے اپنی اپنی نیتوں پر لڑتے"

(میزان الاعتدال ج ۳، ۲۶۹، ترجمہ ۶۳۸۴)

ایک اور مقام پر پیارے آقا میٹھے میٹھے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا الْتَقَى الصَّفَّانِ نَزَلَتِ الْمَلَائِكَةُ تَكْتُبُ الْخَلْقَ عَلَى مَرَاتِبِهِمْ فُلَانٌ يُقَاتِلُ لِلدُّنْيَا فُلَانٌ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً فُلَانٌ يُقَاتِلُ عَصَبِيَّةً أَلَا فَلَا

تَقُوْلُوْا فُلَانٌ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَمَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ"

ترجمہ: ''جب دو لشکر باہم مقابل ہوتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور مخلوق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں کہ فلاں آدمی دنیا کے لئے لڑا ہے فلاں شخص غیرت کیلئے لڑا ہے فلاں آدمی قوم کی خاطر لڑا ہے۔ خبردار! یہ نہ کہو کہ فلاں اللہ کی راستے میں شہید ہوگیا پس جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ (عزوجل) کا کلمہ بلند ہو صرف وہی اللہ (عزوجل) کی راہ میں لڑنے والا شمار ہوگا''۔

جیسا جینا ویسا مرنا

روایت میں آتا ہے کہ جو شخص جس نیّت پر زندگی گزارے گا قیامت کے دن اسی پر اٹھایا جائے گا، چنانچہ۔

حضرت سیّدُنا جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نبی اکرم، نور مجسّم، تاجدار عرب و عجم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں:

یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَا مَاتَ

ترجمہ: ''ہر بندے کو اُسی (نیّت) پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ دنیا سے گیا''۔

(صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۸۷، کتاب الجنۃ)

نیز اگر نیّت درست نہ ہو تو بظاہر مظلوم ہونے کے باوجود انسان جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے، جیسے کہ حضرت سیّدُنا اَحنف (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)، حضرت سیّدُنا ابو بکرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے روایت کرتے ہیں۔ کہ سرکاری دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْھِمَا فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ

ترجمہ: ''جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل

ہوتے ہیں تو قتل کرنے والا اور قتل کیا جانے والا دونوں جہنمی ہیں''۔

عرض کی گئی اے اللہ (عزوجل) کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قاتل کا جہنمی ہونا تو ٹھیک ہے لیکن مقتول کے جہنم میں جانے کی کیا وجہ ہے۔

تو کونین کے والی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زانی اور چور

''یعنی کیونکہ اس مرنے والے نے بھی اپنے قاتل کو قتل کرنے ہی کی نیت کی تھی''۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۸۹، کتاب الفتن)۔

یوں ہی نکاح اگر مہر ادا کرنے کی نیت سے کیا جائے تو فبہا، ورنہ دیکھئے، کیا انجام ہوتا ہے حضرت سیّدنا ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) روایت کرتے ہیں ''مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً عَلٰی صُدَاقٍ وَهُوَ لَا يَنْوِيْ اَدَاءَهٗ فَهُوَ زَانٍ وَمَنْ اَدَانَ دَيْنًا وَهُوَ لَا يَنْوِيْ اَدَاءَهٗ فَهُوَ سَارِقٌ''

ترجمہ: ''جو شخص کسی عورت سے مہر پر نکاح کرے لیکن اسکی نیت ادائیگی کی نہ ہو تو وہ زانی ہے اور جو قرض لے اور ادا کرنے کی نیت نہ کرے تو وہ چور ہے''۔ (الترغیب والترھیب، ج ۲، ص ۶۰۲، کتاب البیوع)

مردار سے زیادہ بدبودار

یوں ہی کوئی شخص اگر خوشبو لگانے جیسا معمولی کام بھی کسی برے مقصد سے کرے تو یہ عمل بھی اسے قیامت کی ہولناکیوں میں مزید پریشان کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور پرنور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا فرمان خوشبودار ہے۔

مَنْ تَطَيَّبَ لِلّٰهِ تَعَالٰی جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللّٰهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيْحُهٗ اَنْتَنُ مِنَ الْجِيْفَةِ

ترجمہ: ''جو اللہ (عزوجل) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال

میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی بو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی''۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۴، ص ۳۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

بہترین عمل

خلیفہ دوم حضرت سیّدُنا عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں کہ بہترین عمل اللہ (عزوجل) کے فرائض کو ادا کرنا، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے بچنا اور اللہ (عزوجل) کے یہاں نیّت کا سچّا ہونا ہے۔

اللہ (عزوجل) کی مدد

حضرت سیّدُنا سالم بن عبداللہ نے ایک مرتبہ حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز (ص) کو لکھا ''خبردار! بندے کو اپنی نیّت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے، جسکی نیّت مکمل ہو اسکے لئے رب کائنات (عزوجل) کی مدد بھی مکمل ہوتی ہے اور جسکی نیّت میں نقص ہو تو مدد میں بھی کمی واقع ہوتی ہے''۔

چھوٹا عمل اونچا درجہ

بعض بزرگان دین (رحمۃ اللہ علیہم) فرماتے ہیں۔ اکثر چھوٹے اعمال کو نیّت بڑے درجے تک پہنچا دیتی ہے اور کئی بڑے بڑے کام نیّت کی وجہ سے چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیّدُنا داود طائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں ''وہ نیک بندہ جو تقویٰ کی نیّت رکھتا ہے اگر (کسی وجہ سے) اسکے تمام اعضاء دنیا میں پھنس جائیں تو کسی نہ کسی دن اسکی نیّت اسے اچھی حالت کی طرف لوٹا دے گی لیکن جاہل کا حال اسکے برعکس ہے''۔

نیّت کی تربیت

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں'' پہلے زمانے کے لوگ عمل کرنے کیلئے نیّت کی باقاعدہ اس کی تربیت حاصل کرتے تھے جسطرح وہ عمل کی تربیت حاصل کرتے تھے''۔

بعض علماء (رحمھم اللہ) فرماتے ہیں کہ عمل سے پہلے اپنی نیّت کو درست کرو اس لئے کہ جب تک تم نیکی کی نیّت پر قائم رہو گے بھلائی پر رہو گے۔

جب تھک جاؤ......

ایک مرتبہ ایک طالب علم علماء (رحمھم اللہ) کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ کون ہے جو مجھے ایسا عمل بتائے جسکی بدولت میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا شمار کیا جاؤں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہوں۔

اس سے کہا گیا، (یہ سوال کر کے) تم نے اپنی مراد کو پالیا ہے جاؤ جس قدر نیکی کر سکو کرو اور جب تھک جاؤ اور عمل نہ کر سکو تو کم از کم عمل کرنے کی نیّت ہی کرلو کہ نیّت کرنے والا بھی عمل کرنے والا ہی شمار کیا جاتا ہے''۔

اسی طرح بعض بزرگان دین (رحمھم اللہ) فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم پر اللہ (عزوجل) کی نعمتیں بے شمار ہیں اور تمہارے گناہ تمہیں یاد نہیں لیکن اگر تم صبح وشام توبہ کرو تو ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والا رب غفور (عزوجل) درمیان والے گناہ بخش دے گا''۔

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روح اللہ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا'' اس آنکھ کے لئے خوش خبری ہے جو سو جائے اور گناہ کا ارادہ نہ کرے اور پھر بے گناہی کی حالت میں بیدار ہو''

حضرت سیِّدُنا ابوھریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں'' قیامت کے دن

لوگ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے"۔

سیدنا فضیل بن عیاض (رضی اللہ تعالی عنہ) جب یہ آیت مبارکہ پڑھا کرتے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ○

ترجمہ کنزالایمان: "اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنے والوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمالیں"۔

(پارہ ۲۶ سورہ محمد، آیت ۳۱)

تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور اس آیت کو بار بار پڑھتے اور فرماتے "اے اللہ! اگر تو نے ہماری آزمائش کی تو ہم رسوا ہو جائیں گے اور ہمارے عیب ظاہر ہو جائیں گے"۔

جنت میں ہمیشگی

حضرت سیدنا حسن (رضی اللہ تعالی عنہ) فرماتے ہیں "جنتی اپنی اچھی نیت کی وجہ سے جنت میں اور جہنمی اپنی بری نیت کی وجہ سے جہنم میں ہمیشہ رہیں گے"۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) فرماتے ہیں "تورات شریف میں لکھا ہوا ہے، جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی زیادہ ہوتا ہے اور جو میرے غیر کے لئے کیا جائے وہ اگرچہ زیادہ ہو تب بھی تھوڑا ہوتا ہے"۔

حضرت سیدنا بلال بن سعد (رضی اللہ تعالی عنہ) فرماتے ہیں "مومن جب کوئی بات کرتا ہے تو اللہ (عزوجل) اسکے قول کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتی کے اسکے عمل کو دیکھ لے اور جب بندہ مومن عمل کرتا ہے تو اللہ (عزوجل) اسکے عمل کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا یہاں تک کہ اسکے تقوے کو ملاحظہ فرمالے اور اگر وہ تقوی اختیار کرے تو اسکے تقوے کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتی کہ اسکی نیت کو دیکھے

پس اگر اسکی نیّت درست ہو تو اس بات کا حق دار ہے کہ اسکے دوسرے کام بھی ٹھیک ہوں''۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۷)

گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر نیکی ملنے کی صورت

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عطا سے کراماً کاتبین دلوں کی نیّتیں بھی جان لیتے ہیں۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ نیکی کی صِرف نیّت کرنے پر ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر بندہ گناہ کی نیّت کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا حتّٰی کہ اگر گناہ کا ارادہ ترک کر دے تو اِس پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ برائی کا ارادہ ترک کرنے والے کو نیکی اسی صورت میں ملتی ہے جبکہ خوفِ خدا کی وجہ سے ایسا کرے اگر کسی مجبوری کے تحت گناہ سے باز رہا تو اُس کو نیکی نہیں ملی گی۔ (ماخوذ از تفہیم البخاری ج9 ص782)

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ بہارِ شریعت حصّہ 16 صَفْحَہ 258 پر فرماتے ہیں: ''معصیت کا ارادہ کیا مگر اس کو کیا نہیں تو گناہ نہیں بلکہ اس میں بھی ایک قسم کا ثواب ہے، جبکہ یہ سمجھ کر باز رہا کہ یہ گناہ کا کام ہے، نہیں کرنا چاہیے۔ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے اور اگر گناہ کے کام کا بالکل پکا ارادہ کرلیا جس کو عزم کہتے ہیں تو یہ بھی ایک گناہ ہے اگرچہ جس گناہ کا عزم کیا تھا اسے نہ کیا ہو۔'' (عالمگیری ج5، ص352)

☆☆☆☆☆

الحديث الثامن والثلاثون

اولیاء اللہ کا مقام قرب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ. وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ. وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا. وَلَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

("صحیح البخاری"، کتاب الرقاق، باب التواضع، ر: 6502، 4/248)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی[1] سے عداوت رکھے میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں[2] اور میرے کسی بندے کا بمقابلہ فرائض عبادتوں کے دوسرے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں[3] اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے قریب ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں[4] پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے[5] اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے دیتا ہوں اور اگر میری پناہ لیتا ہے تو اسے

پناہ دیتا ہوں ۱؎ اور جو مجھے کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی میں تردد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس مومن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا ادھر موت بھی اس کے لیے ضروری ہے ۲؎ (بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

۱؎ ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالٰی والی وارث ہوگیا کہ اسے ایک آن کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: ''وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ''۔ اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالٰی کی عبادت کا متولی ہوجائے، پہلی قسم کے ولی کا نام مجذوب یا مراد ہے اور دوسرے کا نام سالک یا مرید ہے وہاں ہر مراد مرید ہے اور ہر مرید مراد فرق صرف ابتداء میں ہے یہ مقام قال سے وراء ہے حال سے معلوم ہوسکتا ہے۔

۲؎ یعنی جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہوجائے، خدا کی پناہ۔ یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گناہوں پر بندے کو رب تعالٰی کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے ایک سود خوار دوسرے دشمن اولیاء رب تعالٰی فرماتا ہے: ''فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ''۔ علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا دشمن کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے۔ (مرقات) خیال رہے کہ ایک ہے ولی اللہ سے اس لیے عداوت وعناد کہ ولی اللہ ہے یہ تو کفر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اختلاف رائے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہٰذا اس حدیث کی بناء پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا

جاسکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا۔ عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے، اس کے لیے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھئے حتی کہ حضرت سارا کو اس بنا پر برا نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل علیہما السلام کی مخالفت کی، اس لیے یہاں عادی فرمایا خالف نہ فرمایا اور ولی ولیا فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔

۳؎ یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعہ ہیں، مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ، چرس حرام گانے بجانے کو خدا رسی کا ذریعہ سمجھے نماز روزے کے قریب نہ جائیں۔

۴؎ یعنی بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ میرا پیارا ہوجاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے۔ (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے محبت سے مراد کامل محبت ہے۔

۵؎ اس عبادت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کرجاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں: ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے ٹھیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہے گویا ساری عبادتیں اس سے میں کرا رہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لیے استعمال نہیں کرتا، صرف میرے لیے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے، یا یہ کہ وہ بندہ فنا فی اللہ ہوجاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ویسے کام کرلیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو

سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لاکر شام میں حاضر کردیا۔ حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچادی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرمالیے۔ یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج نار کی طاقت سے ریڈیو تار، وائرلیس ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھارہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہے، بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا مافی جبتی الا اللہ یہ سب اسی فنا کے آثار تھے، مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

چوں روا باشد انا اللہ از درخت   کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

۲؎ یعنی وہ بندہ مقبول الدعاء بن جاتا ہے کہ مجھ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرور سنتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالٰی کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرائے اس کی قبول ہوگی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے گا، مولانا جامی فرماتے ہیں۔ شعر

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام   ہمچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام

؎ سبحان اللہ! کیا ناز و انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل، جو چاہوں حکم کروں، مگر ایک موقعہ پر ہم توقف و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقت موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے اولاً موت کی طرف مائل کردیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھادیتے ہیں اور بیماریاں پریشانیاں اس پر نازل کردیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہوجاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خود آنا چاہتا

ہے اور خوش خوش ہنستا ہوا ہمارے پاس آتا ہے، یہاں تردد کے معنے حیرانی و پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ اس سے پاک ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اپنے اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور یار خنداں رود بجانب یار کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔ شعر

نشان مرد مؤمن با تو گویم   چوں قضاء آید تبسم برلب اوست

۵ غرضکہ ہماری موت تو چھوٹنے کا دن ہے اور اولیاء انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لیے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ مشیت، رضا کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۹۰)

اللہ کے دوست

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

(پ 11، یونس: 62)

مفسر شہیر، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے۔ ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قربِ الٰہی حاصل کرے اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو۔ جب دیکھے دلائلِ قدرتِ الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی

سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے طاعتِ الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعۂ قربِ الٰہی ہو، اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشمِ دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفت اولیاء کی ہے۔ بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں: ولی وہ ہے جو اعتقادِ صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمالِ صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ: ولایت نام ہے قربِ الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے ابن زید نے کہا کہ: ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے۔ ”اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ“ یعنی ایمان و تقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ: ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لئے محبت کریں۔ اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا: ولی وہ ہیں جو طاعت سے قربِ الٰہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حقِ بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے جسے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتی ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل و شرف رکھتا ہے۔“

شانِ اولیاء بزبانِ امام الانبیاء صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم

حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کی گئی: ''اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ایسے اولیاء کون ہیں جنہیں نہ کچھ خوف ہے، نہ غم؟'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اولیاء وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کا ظاہر دیکھتے ہیں تو وہ اس کا باطن دیکھتے ہیں اور جب لوگ دُنیا کی جلد آنے والی شَے کا اہتمام کرتے ہیں تو وہ اس کی دیر سے آنے والی شَے کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہ دنیا کی ہر اس چیز کو ختم کر دیتے ہیں جس کے متعلق انہیں خوف ہو کہ وہ انہیں ختم کر دے گی اور دنیا کی ہر اس چیز کو چھوڑ دیتے ہیں جس کے متعلق معلوم ہو کہ عنقریب وہ انہیں چھوڑ دے گی۔ دنیا کے عطیّات میں سے کوئی چیز ان کے آڑے آئے تو وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی رفعتوں میں سے کوئی چیز انہیں دھوکا دے تو وہ اسے ترک کر دیتے ہیں۔ دنیا ان کے نزدیک پرانی ہو چکی ہے، وہ دوبارہ اِسے نیا نہیں کرتے۔ یہ اُن کے سامنے ویران ہو چکی ہے، وہ اِسے آباد نہیں کرتے۔ یہ ان کے سینوں میں مر چکی ہے، وہ اِسے زندہ نہیں کرتے بلکہ سرے سے گرا دیتے ہیں۔ دنیا سے اپنی آخرت کی بنیاد رکھتے ہیں اور اسے بیچ کر باقی رہنے والی چیز خریدتے ہیں۔ ان کی نظر میں دنیا دار وہ نیم مردہ لوگ ہیں جن کے لئے عبرت ناک سزا لکھ دی گئی ہے۔ لہٰذا دُنیا دار جس چیز کی اُمید رکھتے ہیں وہ اسے امان نہیں سمجھتے اور جس چیز سے اہلِ دنیا ڈرتے ہیں وہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔''

(الفتوحات المکیۃ لمحی الحق والدین المعروف بابن عربی، الباب الموفی ستین ۔۔۔۔۔ الخ، ج۸، ص۳۶۱)

☆☆☆☆☆

الحدیث التاسع والثلاثون

بھول کی معافی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي الخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ. حديث حسن رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه(١) وَالْبَيْهَقِيُّ(٢) وغيرهما۔

(١) "صحيح ابن ماجه"، كتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي، ر:2045،2/513 (٢) "سنن الكبرى للبيهقي"، كتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء في طلاق المكره... إلخ، ر:15096،7/584

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت کی بھول چوک سے درگزر کی[۱] اور جس پر وہ مجبور کیے جاویں[۲]۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[۱] خطا اور نسیان دونوں مقابل ہیں عمد کے، خطاء میں مانع یاد ہوتا ہے مگر کام کا ارادہ نہیں ہوتا جیسے روزہ دار نے کلی کی بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر گیا یہ ہوئی خطا، نسیان میں کام تو ارادہ سے ہوتا ہے مگر مانع یاد نہیں ہوتا جیسے روزہ دار کو روزہ یاد نہ رہا اور اس نے کھا پی لیا۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے میری امت پر یہ کرم فرمایا کہ ان کی بھول چوک معاف فرمادی، اس میں ان پر نہ گناہ ہوگا نہ پکڑ اگرچہ

بعض صورتوں میں ان دونوں پر احکام شرعیہ مرتب ہوجاتے ہیں جیسے نماز میں بھول کر بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا قتل خطاء میں کفارہ یا دیت لازم ہوجاتے ہیں، نماز کا واجب بھول جانے سے سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔

؎ یعنی مسلمان جو برا کام مجبورًا کرلے تو وہ گنہگار نہ ہوگا لہذا مجبورًا منہ سے کفریہ بات بول دینے والا کافر نہ ہوگا، مجبورًا شراب پلائے جانے والا گنہگار نہ ہوگا۔ غرضکہ یہاں مجبور سے عصیان کی نفی ہے احکام کی نفی نہیں اس لیے یہاں تجاوز فرمایا یعنی رب نے درگزر فرمائی لہذا مجبور کی طلاق واقع ہوجاتی ہے یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔ خیال رہے کہ ہر جرم کی مجبوری علیحدہ ہے کفر بکنے کے لیے خطرہ جان ضروری ہے، جبرًا طلاق و نکاح کے لیے دوسرے جبر بھی کافی ہیں اس کی بحث کتب فقہ کتاب الاکراہ میں مطالعہ فرماؤ۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۸ ص ۵۳۲)

کیا جان بچانے کیلئے بظاہر کفریہ فعل کرنا ضروری ہے؟

میرے شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب میں فرماتے ہیں:

سُوال: اگر کوئی مسلح کافِر قتل کی صحیح دھمکی دیکر بُت کو سجدہ کرنے کا حکم دے تو کیا جان بچانے کیلئے بُت کو سجدہ کرنا ضروری ہوجائے گا؟

جواب: ایسی صورت میں ''رُخصت'' یہ ہے کہ بُت کو سجدہ کرلے جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو اور ''عزِیمت'' (جو کہ افضل ہے وہ) یہ ہے کہ جان قربان کردے مگر بت کو سجدہ نہ کرے۔

ھِدایہ شریف میں ہے: ''اگر جان سے مار ڈالنے یا جسم کے کسی عُضْو کو ضائع کر دینے کی صحیح دھمکی دیکر کسی سے کہا جائے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا اِنکار کر یا مَعَاذ اللہ سرکار

مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلَّم کو گالی دے تو اس کو اِجازت ہے کہ اس بات کا اظہار کردے جو اُسے (ظالم کی طرف سے) حکم دیا گیا اور تَوریہ کرے۔ پس اگر اس نے (ظالم کے کہنے کے مطابق) ظاہر کردیا اِس حال میں کہ اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو تو اِس پر کوئی گناہ نہیں اور اگر صَبْر کرے یہاں تک کہ شہید کردیا جائے اور کُفر کو ظاہر نہ کرے تو اس کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں اَجر ملے گا۔ (ھدایہ ج2 ص274 ملتقطاً)

عزیمت کی مشہورترین مثال

جب اکراہِ شرعی پایا جائے اُس وقت رخصت ہے کہ دشمن کے مطالبہ پر کُفریہ کلمہ کہہ دے یا کفریہ فِعل بجالائے۔ (جبکہ دل ایمان پر جما ہوا ہو) اور جان بچالے اور عزِیمت یہ ہے کہ جان دیدے مگر دشمن کے دیئے جانے والے خلافِ شریعت حکم پر عمل نہ کرے اور عزِیمت کی فضیلت زیادہ ہے۔ عزِیمت کی مشہورترین مثال کربلا کا دردناک واقِعہ ہے جس میں رخصت ہونے کے باوُجود امام عالی مقام سیِّدُنا امام حسین رضی اَللہ تعالیٰ عنہ نے عزِیمت پر عمل کیا اور یزیدِ پلید کی بیعت سے انکار کرکے اہلِ بیتِ اطہار اور رُفَقائے جانثار سمیت اپنی جان قربان کردی۔

گھر لُٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فِدا اے خاندانِ اہلبیت

اَلْحمدُ للہ عَزَّ وَجَلَّ عزِیمت پر عمل کرنے والے جواں مردوں سے تاریخ اسلام کے اَوراق بھرے پڑے ہیں، اِس ضِمن میں دو حکایات پڑھیے اور اپنا ایمان تازہ کیجیے۔

صَحابی نے جان قربان کردی

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ (نُبوت کے جھوٹے دعویدار) مُسَیلِمہ کذّاب کے جاسوس دو مسلمانوں کو پکڑ کر اس کے پاس لے

آئے۔ اس نے ایک سے پوچھا: کیاتم گواہی دیتے ہو کہ (سیِّدُنا) محمد (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم) اللہ کے رسول ہیں؟ اُس مسلمان نے کہا: ہاں۔ پھر مُسَیلِمہ نے پوچھا: کیاتم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ فرمایا: ''ایسی بات سننے سے میرے کان بہرے ہیں۔'' اِس پر اُس ظالم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا حکم دے دیا۔ پھر اُس نے دوسرے مسلمان سے پوچھا: کیاتم گواہی دیتے ہو کہ (سیِّدُنا) محمد (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم) اللہ کے رسول ہیں؟ اُس نے کہا: ہاں، پھر اس نے پوچھا: کیاتم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اُس نے کہا: ہاں۔ پس مُسَیلِمہ نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وہ نبیِ کریم، رءُوف رحیم، محبوبِ ربِّ عظیم عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا سنایا۔ رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: رہا تمہارا ساتھی تو وہ اپنے ایمان پر قائم رہا (یعنی اس نے عَزِیمت پر عمل کیا) اور رہے تم تو تم نے رخصت پر عمل کیا۔ (مُصَنَّف ابن شیبہ ج7 ص642) دیکھا آپ نے! وہ صحابی اپنی جان پر کھیل گئے مگر کلمۂ کُفر زبان پر نہ لائے۔ اللہُ رَبُّ الْعِزَّت عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری مغفِرت ہو۔

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر رہ جائے یا کٹ جائے وہ پروا نہیں کرتے

یہ اِک جاں کیا ہے کروڑوں

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن حُذافہ سَہْمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رُومیوں نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس لے آئے۔ اُس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ نصرانیت قبول کرلو، میں تمہیں اِقتِدار میں بھی شریک کرلوں گا اور اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اگر تو اپنا تمام مال و مِلکیّت بلکہ اس کے

ساتھ اہلِ عرب کی ساری کی ساری دولت بھی اگر اس شرط پر دے کہ میں ایک لمحہ کے لیے اپنے پیارے پیارے آقا، مکّی مدَنی مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دین سے پھر جاؤں تو پھر بھی میں قبول نہیں کروں گا۔'' بادشاہ نے کہا کہ میں تمہیں قتل کردوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو چاہو کرو۔ چُنانچہ بادشاہ کے حکم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سُولی پر لٹکا دیا گیا اور تیراندازوں کو کہا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں پر آہستہ آہستہ چوٹیں لگاؤ۔ انہوں نے ایسا کرنا شروع کیا، اِس دَوران بادشاہ برابر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نصرانیّت (یعنی کرسچین مذہب) پیش کرتا رہا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبر واِستقلال کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ڈٹے رہے۔ پھر اُس نے سُولی سے اُتارنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے تانبے کی ایک دیگ تپانے کا حکم دیا اور ایک مسلمان قیدی کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے تپتی ہوئی دیگ میں ڈلوادیا اور اس نے وہیں تڑپ کر جان دے دی۔ اس کے بعد پھر بادشاہ نے کوشش کی کہ یہ نصرانیّت (یعنی کرسچین مذہب) قبول کرلیں لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف انکار کردیا۔ آخر بادشاہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی گرما گرم دیگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ جب جلّاد انھیں اُٹھا کراس تپتی ہوئی دیگ کی طرف لیجارہے تھے تو بے ساختہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو کچھ اُمید پیدا ہوئی کہ شاید اب اسلام کو چھوڑ کر میرا مذہب قبول کرلیں گے۔ اس نے واپس لانے کا حکم دیا، رونے کی وجہ پوچھی۔ لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرما کراس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا کہ مجھے رونا اس بات پر آیا کہ میری صرف ایک ہی جان ہے جسے آگ میں ڈالا جارہا ہے، کاش! میرے پاس اِتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں اور میں سب کو راہ خدا میں قربان کردیتا۔

بادشاہ (صحابیِ رسول کی زبردست اِستقامت دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا اور اس) نے کہا: اس طرح کرو کہ میرے سر کو بوسہ دے دو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کیا میرے ساتھ سارے مسلمان قیدیوں کو بھی رہا کردوگے؟ اُس نے کہا: ہاں۔ چُنانچہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس کے سر کو چوما۔ بادشاہ نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اور تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کردیا۔

(تاریخ دِمشق لِابنِ عساکِر ج 27 ص 359 وغیرہ مُلَخَّصاً)

ترے نام پر سب کو وارا کروں میں

دیکھا آپ نے! صحابیِ رسول حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن حُذافہ سَہمی رضی اللہ تعالٰی عنہ اِستِقامت کے کس قَدَر زبردست پہاڑ تھے، شریعت کی دی ہوئی رخصت کے مطابق تَورِیہ کے ذَرِیعے اپنی جان بچانے کیلئے راضی نہ ہوئے بلکہ عَزِیمت پر عمل کرتے ہوئے اپنے مَوقِف (نقطۂ نظر) پر ڈٹے رہے، اور اگر غم تھا، صدمہ تھا، تڑپ تھی تو یہ تھی کہ کاش میرے رُوئیں رُوئیں میں ایک ایک جان ہوتی اور میں اپنی کروڑوں جانوں کو اپنے پیارے پیارے اللہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ پر قربان کردیتا۔ پھر جب عَزِیمت پر قائم رہتے ہوئے جان بچنے کی صورت درپیش ہوئی تب بھی فقط اپنی فکر نہ کی بلکہ مسلمانوں کی زبردست خیرخواہی کی مثال قائم کرتے ہوئے سارے ہی مسلمان قیدیوں کی رہائی کی ترکیب فرمائی۔

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں

☆☆☆☆☆

الحدیث الأربعون

دنیا کی بے ثباتی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہ عَنْهما قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَنْکِبِیْ فَقَالَ: کُنْ فِی الدُّنْیَا کَأَنَّکَ غَرِیْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ۔ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللہ عَنْهما یَقُوْلُ: إِذَا أَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ۔ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ، وَمِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ، رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی: کن فی الدنیا کانک غریب...الخ، ر: 6416، 4/223)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا دنیا میں یوں رہو گویا تم مسافر ہو یا راستہ طے کرنے والے ہو[1] حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ جب تم شام پالو تو صبح کے منتظر نہ رہو اور جب صبح پالو تو شام کی امید نہ رکھو اور اپنی تندرستی سے بیماری کے لیئے اور زندگی سے موت کے لیئے کچھ توشہ لے لو[2] (بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

[1] یعنی جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب و زینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ، ورنہ

مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہوگی۔ صوفیاء جو فرماتے ہیں کہ "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ"، یعنی وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصلی وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مؤمن کا روحانی وطن ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو، تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہو سکے اس میں نیکیاں کمالو، ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں
جب بڑھاپا آ گیا پھر بات بن پڑتی نہیں
ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی
یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آ گئی

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۲ ص۸۲۸)

فکرِ آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! یقینا دنیا تمہارے لئے جائے عمل ہے تو اپنے اعمال کو بخوبی پورا کرو۔ اور تمہارا ایک انجام (موت) ہے تو اپنے انجام کی تیاری کرو۔ مسلمان دو خوفوں کے درمیان رہتا ہے (۱) ایک اُس مدت کا خوف جو گزر چکی، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بارے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور (۲) دوسرے اس مدت کا خوف جو ابھی باقی ہے، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل اس اس کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے پس بندے کو چاہے کہ دنیا میں بڑھاپا آنے سے قبل جوانی ہی آخرت کے لئے زادِ راہ اکٹھا کر لے، کیونکہ تم آخرت کے لئے پیدا کیے گئے ہو اور دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت

میں میری جان ہے ! موت کے بعد (عبادت کے لئے) تھکنے کا کوئی موقع نہیں اور دنیا کے بعد جنت اور دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۷۱، ص ۳۶۰)

لمبی امید

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو دینار کے عوض ایک مہینے کے لئے ایک باندی خریدی تو میں نے حضور نبی اکرم، رسول محتشم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ''کیا تم اُسامہ پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اُسامہ لمبی اُمید والا ہے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اُچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نگل سکوں گا، اے لوگو! اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو، کیونکہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔'' راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باندی کو اپنا ہاتھ تنگ ہونے کی وجہ سے خریدا تھا (یعنی اس وقت مال موجود تھا، بعد میں نہیں خرید سکتے تھے)

(شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، لحدیث ۱۰۵۶۴، ص ۳۵۵)

دنیا کی مذمت پر فرامینِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دیتے وقت ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''اپنی جوانی پر نازاں خوبصورت چہروں والے کہاں گئے؟ ۔۔۔۔۔۔کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر تعمیر کئے اور ان کی حفاظت کے لئے اونچی اونچی دیواریں بنائیں؟۔۔۔۔۔۔اور کدھر چلے گئے وہ لوگ جو جنگی معرکوں میں فتح اور غلبہ پاتے تھے؟۔۔۔۔۔۔ان کے اجزاء بکھر گئے جب زمانے نے انہیں تباہ و برباد کر دیا اور وہ قبروں کی تاریکی میں چلے گئے (تو اے لوگو!) اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچاؤ اور جلدی کرو۔''

(۲) امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''یقینا اللہ عزوجل نے تمہارے لئے دنیا کو پھیلا دیا ہے تو تم اس میں سے بقدرِ ضرورت ہی حصہ لینا۔''

(۳) ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت وہ مرض الموت میں مبتلا تھے جب حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا سانس سینے میں اٹکا ہوا دیکھا تو اس کی مثال اس شعر سے بیان فرمائی:

أَ مَاوِيُّ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتَى
إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

ترجمہ: کیا سخی و بہادر شخص کو اس کا مال و دولت موت کے منہ میں جانے سے بچا لے گا، اس دن کہ جب سانس حلق میں اٹک رہا ہو گا اور سینہ تنگ ہو جائے گا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخرت کے معاملے میں سستی کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''ہر کام میں آہستگی ہونی چاہے سوائے آخرت کے معاملے میں۔''

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے نہیں تھے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے، چنانچہ، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عرض کی: ''اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ان کپڑوں کے بجائے زیادہ نرم وملائم کپڑے پہنیں اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھائیں تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رزق وسیع کر دیا ہے اور آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔'' تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''میں تجھے سرزنش کروں گا کیا تمہیں یاد نہیں کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عنِ العُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم زندگی کی ٹھاٹھ باٹھ پسند نہیں فرماتے تھے؟''

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صاحبزادی کو بار بار یہی کہتے رہے حتی کہ انہیں رُلا دیا پھر اُن سے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اللہ عزوجل کی قسم! اگر مجھے توفیق ملی تو میں ان دونوں یعنی حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کٹھن زندگی اختیار کروں گا ہو سکتا ہے میں ان کی پسندیدہ زندگی پالوں۔''

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُمیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! یقیناً اللہ عزوجل نے تمہیں دنیا اس لئے عطا فرمائی ہے کہ تم

اس کے ذریعے آخرت کی تیاری کرو، اس لئے عطا نہیں فرمائی کہ تم اس کی طرف جھک جاؤ، ۔۔۔۔۔۔ کیونکہ دنیا تو فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی، ۔۔۔۔۔۔ تو کہیں فانی تمہیں اپنی طرف نہ کھینچ لے اور باقی رہنے والی سے غافل کر دے، ۔۔۔۔۔۔ تم فانی ہونے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دو، ۔۔۔۔۔۔ یقیناً دنیا ختم ہو کر رہے گی، ۔۔۔۔۔۔ اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہی لوٹ کر جانا، ۔۔۔۔۔۔ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو کیونکہ خوفِ خدا عزوجل، عذاب کے آگے ڈھال اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہے۔"

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف لمبی امیدوں، اور نفسانی خواہشات کی پیروی کا ہے، ۔۔۔۔۔۔ کیونکہ لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور نفسانی خواہشات کی پیروی حق سے بھٹکا دیتی ہے، ۔۔۔۔۔۔ خبردار! بے شک دنیا پیٹھ پھیرنے والی ہے اور یقیناً آخرت آنے والی ہے، ۔۔۔۔۔۔ اور ان دونوں ہی کے چاہنے والے ہیں، ۔۔۔۔۔۔ پس تم آخرت کے چاہنے والے بنو اور دنیا کے چاہنے والے نہ بنو، ۔۔۔۔۔۔ آج عمل ہے حساب نہیں اور کل (قیامت میں) حساب ہوگا، عمل کا موقع نہیں ہوگا۔"

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مجلس میں شریک لوگوں سے ارشاد فرمایا: "تم لوگ حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ نمازیں پڑھنے والے، ان سے زیادہ روزے رکھنے والے اور ان سے زیادہ جہاد کرنے والے ہو لیکن وہ حضرات تم سے

بہتر تھے۔'' تو لوگوں نے عرض: ''اے ابوعبدالرحمن! اس کی کیا وجہ ہے؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اس لئے کہ حضور رحمت عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تم سے زیادہ دنیا سے کنارہ کشی کرنے والے اور تم سے زیادہ آخرت میں رغبت رکھنے والے تھے۔''

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اے بنی آدم! تو ساری زمین اپنے پاؤں تلے روند ڈال (اور اس کا مالک بن جا) پھر بھی تیری قبر زمین کے تھوڑے سے ٹکڑے پر ہی بنے گی، ۔۔۔۔۔۔اے ابن آدم! تیری زندگی دنوں میں بٹی ہوئی ہے جب بھی ایک دن گزرتا ہے تیری زندگی کا کچھ حصہ کم ہوجاتا ہے، ۔۔۔۔۔۔اے ابن آدم! جس دن سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے تو اپنی عمر کے خاتمے کی طرف بڑھ رہا ہے۔''

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: ''بروزِ قیامت دنیا کو ایک بدصورت نیلی آنکھوں والی بوڑھی عورت کے روپ میں لایا جائے گا جس کے (ڈراؤنے) دانت نظر آرہے ہوں گے اور وہ تمام انسانوں کے سامنے ہوجائے گی، اُن سے پوچھا جائے گا: ''کیا تم اس کو جانتے ہو؟'' وہ جواب دیں گے: ''ہم اس کی پہچان سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتے ہیں'' تو کہا جائے گا: ''یہی ہے وہ دنیا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے تم ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے، اس کو پانے کے لئے قطع رحمی (یعنی رشتے داری توڑ دیا) کرتے تھے، اس کی خاطر ایک دوسرے پر غرور اور حسد کرتے تھے اور اسی کے لئے ایک دوسرے سے بغض رکھتے تھے۔''

پھر دنیا کو بوڑھی عورت کے روپ میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ کہے گی: ''اے اللہ عزوجل! میرے چاہنے والے، میرے پیچھے آنے والے کہاں گئے؟'' تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: ''اس کے پیچھے بھاگنے والوں اور چاہنے والوں کو بھی اس کے پاس (جہنم میں) پہنچا دو۔''

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''کیا میں تمہیں ان دو دنوں اور دو راتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جن کی مثل مخلوق نے نہیں سنی، (۱) ایک دن وہ ہے جب اللہ عزوجل کی طرف سے آنے والا تیرے پاس رضائے الٰہی عزوجل کا مژدہ لے کر آئے گا یا اس کی ناراضگی کا پیغام۔ اور (۲) دوسرا دن وہ جب تو اپنا نامہ اعمال لینے کے لئے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں حاضر ہوگا اور وہ نامہ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں میں۔ (اور دو راتوں میں سے) (۱) ایک رات وہ ہے جو میت اپنی قبر میں گزارے گی اور اس سے پہلے اس نے ایسی رات کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ اور (۲) دوسری رات وہ ہے جس کی صبح کو قیامت کا دن ہوگا اور پھر اس کے بعد کوئی رات نہیں آئے گی۔

(الزھد وقصر الامل ص ۴۷۔۷۔)

☆☆☆☆☆

الحدیث الحادی والأربعون

خواہشات شریعت کی تابع

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ العَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هواه تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهِ. حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ رَوَيْنَاهُ فِي كِتَابِ الحُجَّة. بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

("نوادر الأصول في أحاديث الرسول"، الأصل الثامن والسبعون والمائتان، 4/164)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہو یہ حدیث صحیح ہے جسے ہم نے صحیح اسناد سے کتاب الحج میں روایت کیا۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

1 یعنی مؤمن وہ ہے کہ جس کا عمل میرے احکام کو پسند کرے اور اس کے علاوہ کو ناپسند۔ لائے ہوئے میں حدیث و قرآن کے سارے احکام داخل ہیں کیونکہ یہ سب رب کی طرف سے آئے اور ایمان سے مراد اصل ایمان ہے اور واقعی جو کوئی کسی دینی چیز کو برا جانے وہ کافر ہے اور اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے اور

نہ کسی تاویل کی ضرورت، کوئی گنہگار، فاسق، بدکار گناہوں کو اچھا اور نیکیوں کو برا نہیں سمجھتا، اسی وجہ سے وہ مومن رہتا ہے اگرچہ فاسق ہو۔

سے بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی میری امت تک چالیس حدیثیں پہنچاوے قیامت میں اس کی بخشش ہوگی، اسی لیے علماء محدثین نے چہل حدیثیں لکھیں۔ امام نووی شارح مسلم نے بھی چالیس جمع فرمائیں جس کا یہاں ذکر ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۱، ص ۱۶۵)

اطاعت رسول

یہ بھی ہر امتی پر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ ہر امتی ہر حال میں آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرے اور آپ جس بات کا حکم دے دیں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی اس کی خلاف ورزی کا تصور بھی نہ کرے کیونکہ آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ

(1) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (پ ۵، النساء: ۵۹)

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ (نساء)

(2) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ ۵، النساء: ۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (نساء)

(۳) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا O

(پ ۵، النساء: ۶۹)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (نساء)

قرآن مجید کی یہ مقدس آیات اعلان کر رہی ہیں کہ اطاعتِ رسول کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور اطاعت رسول کرنے والوں ہی کے لئے ایسے ایسے بلند درجات ہیں کہ وہ حضرات انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ رہیں گے۔

ہر امتی کے لئے اطاعت رسول کی کیا شان ہونی چاہیے اس کا جلوہ دیکھنا ہو تو اس روایت کو بغور پڑھیے۔

سونے کی انگوٹھی پھینک دی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کے انگارہ کو اپنے ہاتھ میں ڈالے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تو اپنی انگوٹھی کو اٹھا لے اور (اس کو بیچ کر) اس سے نفع اٹھا۔ تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا تو اب میں اس انگوٹھی کو کبھی بھی نہیں اٹھا سکتا۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الخاتم، الحدیث: ۴۳۸۵، ج ۲، ص ۱۲۳)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع و رضا کے ساتھ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہو سکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں، آپ گھر میں آئے، تو الٹے پاؤں واپس ہو گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ

عتاب کو جان گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھوڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔ فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولھے میں ڈالدیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث: ۴۰۷۱، ج ۴، ص ۷۴)

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خریم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا، اور نیچا تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کرلیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، الحدیث: ۴۰۸۹، ج ۴، ص ۸۰)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تخلفِ غزوہ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا، اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۸)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان معاملات میں غور و فکر کرنے سے بے نیاز بنادیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا: جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کرلو، وہ آئے اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ناکام نہیں جاسکتا۔ چنانچہ فوراً انھوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۶۵۷۷، ج۵، ص۵۶۹)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شوہر کے علاوہ دیگر اعزہ کے سوگ کے لئے تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے اسکی اس شدت سے پابندی کی جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوگیا، تو غالباً چوتھے دن انھوں نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ مجھ کو خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں، اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے انتقال کیا تو انھوں نے تین روز کے بعد اپنے رخساروں پر خوشبو ملی اور کہا مجھے اسکی ضرورت نہ تھی، صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی۔ (سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنہا زوجہا، الحدیث: ۲۲۹۹، ج۲، ص۴۲۲)

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر جہاد میں کسی منزل پر قیام فرماتے تھے تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تفرق وتشتت شیطان کا کام ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی اس شدت سے پابندی کی کہ جب بھی منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آجاتے۔ (سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب مایؤمر من انضمام العسکر، الحدیث: ۲۶۲۸، ج۳، ص۵۸)

غزوہ احزاب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہیں، کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم یاد آگیا اور رک گئے۔

(صحیح المسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ الاحزاب، الحدیث: ۱۷۸۸، ص ۹۸۸)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابورافع بن ابی الحقیق کو قتل کرنے گئے تھے ان کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو نہ قتل کریں۔ ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا ان کا راز فاش ہوجاتا، لیکن ان لوگوں نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔ (المؤطا لامام مالک، کتاب الجہاد، باب النھی عن قتل النساء والولدان فی الغزو، الحدیث: ۱۰۰۲، ج ۲، ص ۸)

☆☆☆☆☆

الحديث الثاني والأربعون

ربِ غفور ورحیم

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ يَقُولُ: قَالَ اللهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقِرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئاً لَأَتَيْتُكَ بِقِرَابِهَا مَغْفِرَةً. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(”سنن الترمذي“، كتاب الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب في فضل التوبة والاستغفار ...إلخ، ر: 3551، 5/319)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے اولاد آدم جب تو مجھ سے دعا مانگے۔ اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے تیرے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا[1] میں بے پرواہ ہوں اے ابن آدم اگر تیرے گناہ کنارۂ آسمان تک پہنچ جائیں[2] پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا کچھ پرواہ نہ کروں گا اے اولاد آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا[3] (ترمذی، احمد، دارمی عن ابی ذر)

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

۱ علمائے کرام علیٰ ما کے معنے (باوجود) کرتے ہیں یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا، میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا۔ صوفیائے کرام اس کے معنے کرتے ہیں مطابق یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق بخشوں گا چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش بڑے گناہ کی بڑی بخشش، لاکھوں گناہوں کی لاکھوں بخششیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ شعر

گنہ رضاؔ کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا
مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب نہ شمار ہے

۲ عنان عین کے فتح سے بمعنی بادل اور عین کے زیر سے بمعنی ظاہر اور عنان عین کی جمع بمعنی کنارہ، بعض نسخوں مین اعنان بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو گناہوں میں ایسا گھر جائے جیسے زمین آسمان سے گھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں بیچ میں تو ہو پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں تیرے سارے گناہ بخش دوں گا، بلکہ آسمان زمین کی چکی سب کو پیس دیتی ہے اس کے سوا جو رب سے لگ جائے۔ کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا۔ شعر

چلیا چکیا سب کہیں اور کلیا کہے نہ کوئے   جو کلیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے

۳ قراب قاف کے زیر یا پیش سے، بمعنی قریب المقدار۔ مشارق میں فرمایا کہ قراب کسرہ سے تلوار کی میان اور سوار کا ہلکا توشہ اور ضمہ سے بمعنی قرب۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے رازق ہر مرزوق کو بقدر حاجت روزی دیتا ہے، ہاتھی کو من اور چیونٹی کو کن دیتا ہے، ایسے ہی وہ غفار بقدر گناہ مغفرت عطا فرمائے گا مگر شرط یہ ہے کہ گنہگار ہو

غدار نہ ہو اسی لیے شرط لگائی گئی کہ میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ خیال رہے کہ ایسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ'' اور نبی یا کتاب یا اسلامی احکام میں سے کسی کا انکار درحقیقت رب تعالیٰ کا ہی انکار ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اور اس میں کفار کی مغفرت کا وعدہ نہیں کفر و مغفرت میں تضاد ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۱، ص۱۶۵)

گناہوں سے توبہ

ایسے پُرفتن حالات میں کہ ارتکابِ گناہ بے حد آسان اور نیکی کرنا بے حد مشکل ہو چکا ہو اور نفس وشیطان ہاتھ دھو کر انسان کے پیچھے پڑے ہوں، انسان کا گناہوں سے بچنا بے حد دشوار ہے۔ لیکن یاد رکھئے! گناہوں کا انجام ہلاکت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں، لہٰذا! اس سے پہلے کہ پیامِ اجل آن پہنچے اور ہم اپنے عزیز واقرباء کو روتا چھوڑ کر اور دنیا کی رونقوں سے منہ موڑ کر، قبر کے ہولناک اور تاریک گڑھے میں ہزاروں مُردوں کے درمیان تنہا جاسوئیں، ہمیں چاہیے کہ ان گناہوں سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے پروردگار عزوجل کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں کیونکہ سچی توبہ ایسی چیز ہے جو ہر قسم کے گناہ کو انسان کے نامہ اعمال سے دھو ڈالتی ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: ''اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (پ۲۵، الشوریٰ: ۲۵)

سرورِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''**اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ**۔ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے کبھی کوئی گناہ

کیا ہی نہ ہو۔'' (السنن الکبریٰ، کتاب الشہادات، باب شہادۃ القاذف، رقم ۲۰۵۶۱، ج ۱۰، ص ۲۵۹)

جبکہ حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ابن آدم! تو نے جب بھی مجھے پکارا اور مجھ سے رجوع کیا، میں نے تیرے گناہوں کی بخشش کردی اور مجھے اس کی پرواہ نہیں اور اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے، تو میں تیری بخشش کردوں گا اور میری ذات بے نیاز ہے۔ اے ابن آدم! اگر تیری مجھ سے ملاقات اس حالت میں ہو کہ تیرے گناہ پوری زمین کو گھیر لیں، لیکن تو نے شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو تو میں تیرے گناہوں کو بخش دوں گا۔ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبہ والاستغفار، رقم ۳۵۵۱، ج ۵، ص ۲۱۸)

اور حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل لکھنے والے فرشتوں کو اسکے گناہ بھلا دیتا ہے، اسی طرح اس کے اعضاء (یعنی ہاتھ پاؤں) کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس کے زمین پر نشانات بھی مٹا ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ اللہ عزوجل سے ملے گا تو اللہ عزوجل کی طرف سے اسکے گناہ پر کوئی گواہ نہ ہوگا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، باب الترغیب فی التوبۃ، رقم ۱۷، ج ۴، ص ۴۸)

رحمتِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ کی وسعت کا بیان

سب خوبیاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے جو ایسا ''**رَحِیْم**'' ہے کہ اپنے رحمدل بندوں پر بے انتہاء رحم فرماتا ہے۔ وہ ایسا ''**کَرِیْم**'' ہے جو نافرمانوں پر بھی جود وکرم کی بارش برساتا ہے۔ وہ ایسا ''**حَلِیْم**'' ہے کہ جب کسی گناہ گار کو اپنی لغزش و نافرمانی پر حسرت وندامت کرتے ہوئے ملاحظہ فرماتا ہے تو اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ وہ ایسا ''**عَلِیْم**'' ہے کہ دلوں کے بھید جانتا ہے، نیتوں پر مطلع ہے اور زمین و آسمان کی کوئی

شئے بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ایسا ''**عَظِیْم**'' ہے کہ کسی بھی گناہ کو معاف کرنا اس کے لئے دشوار و مشکل نہیں۔ وہ کسی عیب کو دیکھتا ہے تو محض اپنے فضل و نعمت سے چھپا دیتا ہے کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے۔ اس نے مؤمنین کو گناہ اور گمراہی سے نکالنے کے لئے ارشاد فرمایا: ''**وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ** ترجمۂ کنز الایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔'' (پ۹، الاعراف:۱۵۶)

پس وہ لغزشوں اور گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور جس شخص نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حرام کردہ کام کو مجبور ہو کر اختیار کیا وہ گناہگار نہ ہوگا۔ جس نے اس کی بارگاہ میں توبہ کر لی وہ اسے نجات عطا فرمائے گا اور جس نے اس پر توکل و بھروسہ کیا وہ ہر معاملہ میں اسے کافی ہو جائے گا۔

اے توبہ کرنے والو! تمہیں عذاب سے بچنے کی خوشخبری ہو۔ تم اس نعمت پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا شکر ادا کرو۔ کیونکہ تمہارے رب عَزَّ وَجَلَّ نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر لیا اور تمہارے لئے سعادت مندی لکھ دی ہے۔ اس نے اپنی معرفت کا ارادہ کرنے والے عارفین کے لئے علم کو ظاہر فرمادیا۔ جنت میں اپنے محبوب بندوں کو اپنے دیدار کی اجازت عطا فرمادی۔ اور انہیں اپنی اُنسیت و محبت کے جاموں سے سیراب کیا تو وہ اس کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔۔۔۔۔۔، ڈر والوں نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے تابعداری اور عاجزی کو لازم کر لیا اور اپنی گذشتہ خطاؤں پر آنسو بہائے تو اس نے ان کے لئے یہ فیصلہ فرمادیا:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ

ترجمۂ کنز الایمان: ''تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔''

(پ ۲۴، الزمر: ۵۳)۔۔۔پس اس نے مغفرت کے ذریعے امان کا تاج ان کے سر پر سجا دیا جس سے پہچانے جاتے ہیں۔

اے اپنی زندگی کے ایّام غفلت میں ضائع کرنے والے! اے اپنے نامۂ اعمال کو گناہوں سے بھرنے والے! اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی طرف خلوصِ دل اور فرمانبردار نفس کے ساتھ متوجہ ہو جا کیونکہ اس نے عام شفاعت کے مالک، اپنے محبوب نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ارشاد فرمادیا ہے:

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ

ترجمۂ کنز الایمان: ''پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔'' (پ ۸، الانعام: ۱۴۷)۔۔۔تو اس نے کتنے ہی گناہ معاف فرما دیئے، کتنے ہی دل خوش کر دیئے اور کتنے ہی پشیمانوں کو سندِ قبولیت جاری فرما دی۔

حضرتِ سیِّدُنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ''پہلی امتوں میں ایک شخص کثرتِ عبادت سے اپنے نفس پر سختی کرتا اور لوگوں کو رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے مایوس کرتا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور عرض کر رہا ہے: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! میرے لئے تیری بارگاہ میں کیا (اجر) ہے؟'' تو بارگاہِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ سے جواب ملا: ''آگ۔'' عرض کی: ''میری عبادت و ریاضت کہاں گئی؟'' ارشاد فرمایا: ''تو دنیا میں لوگوں کو میری رحمت سے مایوس کرتا تھا، آج میں تجھے اپنی رحمت سے مایوس کر دوں گا۔'' (جامع معمر بن راشد مع مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع، باب الاقناط، الحدیث ۲۰۷۲۸، ج 10، ص ۲۶۱)

سیِّدُنا وحشی اور ان کے دوستوں کا قبولِ اسلام

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، اللہ کے محبوب،

دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے وحشی کی طرف ایک قاصد بھیجا جو اس کو اسلام کی دعوت دے۔ جب وحشی کو پیغام ملا تو اس نے عرض کی: ''اے محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم)! آپ کیسے مجھے دعوتِ اسلام دے رہے ہیں؟ حالانکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ ''جس نے کسی جان کو قتل کیا یا شریک ٹھہرایا یا زنا کیا قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دُگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔'' میں نے تو یہ سب کام کئے ہیں، کیا میرے لئے کوئی رخصت ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

ترجمۂ کنز الایمان: ''مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے۔''

(پ۱۹، الفرقان: ۷۰)

حضور نبئ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے بذریعۂ قاصد یہ آیتِ مبارکہ وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی تو اس نے عرض کی: ''یہ شرط تو بہت سخت ہے، ممکن ہے میں اس پر عمل نہ کرسکوں، کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟'' تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ۚ

ترجمۂ کنز الایمان: ''بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔'' (پ۵، النسآء: ۴۸)

یہ آیتِ مبارکہ جب وحشی کی جانب بھیجی گئی تو اس نے پھر کہا: ''ابھی یہ شبہ باقی ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری مغفرت بھی ہو گی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟'' تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

اللہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ O

یہ آیت وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی گئی تو وحشی نے کہا: ''ہاں! یہ (ہماری بخشش کی گارنٹی) ہے۔'' چنانچہ، وہ اور اس کے دوست حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: ''یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا یہ حکم خاص ان لوگوں کے لئے ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے؟'' ارشاد فرمایا: ''یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث ١١٤٨٠، ج١١، ص١٥٧)

☆☆☆☆☆

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے
”فقہ حنفی PDF BOOK“
چینل کو جوائن کریں
http://T.me/FiqaHanfiBooks
عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https://t.me/tehqiqat
علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں
https://archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری
زوہیب حسن عطاری